سلسلۂ خسروی بہ سرپرستی اعلیٰ حضرت حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ

مَن عَشِقَ وعَفَّ فَمَاتَ فَهُوَ شَهِیدٌ

نامش کہ ز غیب شد مسجّل
مجنون لیلی بعکس اول

مثنوی

مجنوں لیلیٰ

حضرت امیر خسرو دہلوی

بہ تصحیح و تنقید جناب مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی

باہتمام محمد مقتدی خاں شروانی

مطبع انسٹی ٹیوٹ علی گڈھ میں طبع ہوئی

۱۳۳۵ھ
۱۹۱۷ء

...RSITY LIBRARY ... UNIVERSITY ALIGARH
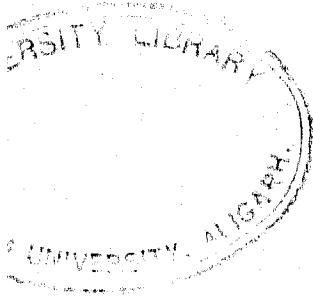
یہ سلسلہ نہایت فخر و مباہات کے ساتھ حسب اجازت

اعلیحضرت بندگان عالی متعالی ہز ہائنس آصف جاہ

مظفر الممالک نظام الملک نظام الدولہ

نواب میر سر عثمان علی خان بہادر

فتح جنگ جی سی ایس آئی، جی سی بی خلد اللہ

ملکہ و سلطانہ و ادام اقبالہ کے نام نامی و اسم

گرامی کے ساتھ منسوب و معنون کیا جاتا ہے۔

فہرست مضامین

مضمون	صفحہ
مقدمہ	
تمہید	۱
مجنوں لیلیٰ	۴
قصۂ لیلیٰ مجنوں	۵
شخصیات	۱۴
(۱) مجنوں ۱۴ (۲) لیلیٰ ۱۶	
تصویرِ فطرت	۲۰
(۱) بہار ۲۰ (۲) خزاں ۲۱	
(۳) دوپہر کی تپش ۲۳	
واقعہ نگاری	۲۳
(۱) لیلیٰ اور اُس کی ما ۲۴ (۲) مجنوں کی ما ۲۵	
(۳) مجنوں کا باپ ۲۶ (۴) مجنوں کی سرگردانی ۳۰	
(۵) لیلیٰ کے باپ کو پیامِ شادی ۳۱	

مضمون	صفحہ
سحرِ حلال	۳۳
سوز و گداز	۳۶
(۱) مجنوں کا نالۂ مستانہ ۳۶ (۲) لیلیٰ کی زاری ۳۷	
حقایق و معارف	۳۸
(۱) کمالِ انسانی ہمت و علم پر منحصر ہے ۳۸ (۲) علم سطحی و سرسری نہو ۳۹	
(۳) مرد بننے کی کوشش کرنی چاہیے ۳۹ (۴) دوست اور دوستی ۳۹	
(۵) آسودگیِ دل کا راز ۳۹ (۶) عزت ہمت کا ثمرہ ہے ۳۹	
(۷) بے اصول کام بیکاری سے بدتر ہے ۴۰ (۸) سستی ارادہ کو بھی سست کر دیتی ہے ۴۰	
(۹) تھوڑی اچھی چیز بہت سی بری سے بہتر ہے ۴۰ (۱۰) اچھا لکھو اگرچہ تھوڑا ہو ۴۰	
حفظِ مراتب	۴۱
تشبیہ	۴۲
مجنوں لیلیٰ کا مقابلہ لیلیٰ مجنوں (۱) مولانا نظامی گنجوی (۲) ملا ہاتفی ہروی اور (۳) ملا مکتبی شیرازی کے ساتھ	۴۵
مولانا نظامی، امیر خسرو	۴۵
(۱) حمد ۴۶ (۲) مضامینِ خاصہ ۵۶ (۳) مناجات ۶۰ (۴) نعت ۶۲	
(۵) معراج ۶۹ (۶) جمالِ لیلیٰ ۸۶ (۷) ابتدائے عشق ۸۹ (۸) مجنوں کی آشفتگی ۹۲	
(۹) مجنوں کے نالہائے زار ۹۴ (۱۰) بہار ۹۸ (۱۱) خزاں ۱۰۰ (۱۲) قاصد و پیام ۱۰۳	

صفحہ	مضمون
۱۰۹	(۱۳) لیلیٰ بستر مرگ پر ۱۰۶ امیر خسرو، ملّا مکتبی شیرازی، ملّا ہاتفی ہروی (۱) حمد ۱۰۹ (۲) نعت ۱۱۱ (۳) لیلیٰ ۱۱۳
۱۱۵	ختمِ کلام

متن

صفحہ	مضمون
۱	حمد
۵	مناجات
۸	نعت
۱۰	معراج
۱۳	مدحِ شیخ
۱۴	محمدۂ سلطان
۱۸	خطابِ بادشاہِ وقت
۲۰	سببِ نظمِ کتاب
۲۳	حکایتِ دو دلو
۲۶	نصیحت بفرزند
۳۶	حکایتِ شبان
۳۸	آغازِ حکایت
۴۵	افشاءِ راز و پردۂ لیلیٰ
۴۹	خرابی و وارفتگیِ مجنوں
۵۹	پندِ پادرِ مجنوں

مضمون	صفحہ
خواستگاریِ لیلیٰ	۶۲
شمشیرکشیِ نوفل برپدرِ لیلی	۶۶
مهمان خواندنِ مجنون زاغان را در خانۂ چشم	۷۰
قرانِ دخترِ ماه پارۂ نوفل با مجنونِ تاریک اختر	۷۶
سوختگیِ لیلیٰ از خبرِ تزویجِ مجنون	۸۵
نامۂ لیلیٰ سوئے مجنون	۸۶
جوابِ مجنون	۹۲
آوردنِ دوستان مجنون را سوے باغ	۹۹
مجنون وسگِ لیلیٰ	۱۰۸
ملاقاتِ لیلیٰ و مجنون	۱۱۷
بازگشتِ لیلیٰ از ویرانۂ مجنون	۱۲۵
گریۂ لیلیٰ بفراقِ مجنون	۱۲۷
گفتنِ مجنون سرودِ حسرت	۱۳۱
نالۂ پُرسوزِ مجنون	۱۳۲
بیماریِ لیلیٰ	۱۳۷
امتداد و اشتدادِ مرض	۱۴۴
وفاتِ لیلیٰ	۱۵۱
نوحۂ مادر و برادرِ خود	۱۶۰
خاتمۂ کتاب	۱۶۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

مقدّمہ

حسنِ اتفاق، حضرت امیر خسرو کو سات برس کی عمر میں داغ یتیمی نصیب ہوا تو انھوں نے اپنے نانا عماد الملک کی آغوش شفقت میں پرورش پائی۔ امیر سیف الدین والد کا نام تھا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

سیف از سرم برفت و دلِ من دو نیم ماند
دریائے ما رواں شد و دُرِّ یتیم ماند

آج تقریباً سات سو برس کے بعد دوسرے نواب عماد الملک کے فیض تربیت سے کلام خسروی کے دُرِّ یتیم تا آب و تاب سے دیدہ روزگار کو روشن کر رہے ہیں نہیں نہیں، طوطیِ ہند کے فرزندان معنوی (جو باپ کے دامن شفقت سے جدا ہو کر کس مپرسی کی یتیمانہ بیکسی میں مبتلا اور بیدرد کاتبوں کی جفاکاری سے نیم مُردہ بلکہ مردہ ہیں) حیاتِ تازہ حاصل کر رہے ہیں۔ مہمات و جزئیات کالج کے ساتھ ساتھ

اہتمام کلیات خسرو کی باگ ایسے روشن دماغ[1] کے ہاتھوں میں ہے جو ادب فارسی کے گھرانے کا چشم و چراغ اور حسرتی مرحوم کا خلف رشید ہے۔

کلیات خسرو کے مختلف اجزا تصحیح و تنقید کے واسطے مختلف اہل دانش کے سپرد فرمائے گئے۔ مجنوں لیلی کی خدمت کا ع

قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند

عذر کیا مقبول نہوا۔ محل الانسان قبول خدمت کے وقت ہرگز وہ دقت ذہن میں نہ تھی جو پیش آئی۔ قدیم قلمی نسخوں کی صحت پر اعتماد اور کلی اعتماد تھا۔ تجربہ کے بعد بالکلیہ زایل ہوگیا۔ جو نسخہ صحت کے لئے مجھکو دیا گیا وہ ایک نسخہ سے منقول اور دوسے مقابلہ شدہ تھا۔ ایک قلمی نسخہ مقابلے کے واسطے مجھکو ملا۔ دوسرا میرے کتاب خانے میں تھا۔ میرے نسخے نے اوّل مقابلہ میں شکست کھائی۔ دوسرے نے بھی بارہا ہتیار ڈالے مگر میں نے آخر تک مقابلہ کیا۔ بہت سے مقامات صحیح ہوگئے۔ تاہم اشعار کی خاصی تعداد کاتبوں کے پنجۂ ظلم سے نکلنے کو تڑپتی رہ گئی۔ ایک اور نسخہ عطا ہوا جو سرسالار جنگ کے کتاب خانہ کا تھا۔ اس سے بھی مدد ملی۔ ضرورت پھر بھی باقی تھی۔ دو نسخے اور دستیاب ہوئے۔ صحت کا قدم آگے بڑھا۔ اب بھی معدودے چند مقام صحت طلب ہیں۔ شوقِ تلاش دل میں ہے۔ اور نسخہ ہاتھ آتا ہے تو انشاءاللہ یہ بھی درست ہو جائیں گے۔

---

[1] نواب حاجی محمد اسحق خاں صاحب بہادر آنریری سکرٹری محمڈن کالج ۱۲

چند مہینے کے مطالعہ کے بعد مثنوی کی طرز بیان سے مناسبت ہو گئی نیز یہ بھی
تجربہ ہو گیا کہ کاتب کہاں کس قسم کی غلطی کرتے ہیں۔ کہیں کہیں اس مناسبت اور
تجربہ سے بھی کام نکلا۔ اگر صحت پر مفصل بحث کروں تو مبحث تو دلچسپ ہو گا لیکن
مقصود سے بُعد ہو جائیگا۔ خلاصہ یہ ہی کہ جن نسخوں کا ذکر ہوا اُن میں سے تقریباً
ہر ایک پاکیزگی خط، خوبی کاغذ، زیب و زینت اور قدامت کے لحاظ سے نایاب
ہی۔ لیکن اصل مرض کی دوا نہیں یعنی صحت مفقود ہی۔ کاتبوں نے کند چھری سے
خسرو کے معنوی شاہزادوں کو ذبح کیا ہی۔ نہ صرف ذبح کیا ہے بلکہ جہاں ہاتھ
پڑ گیا صاف اُڑا دیا۔ مجھکو حیرت ہی کہ صدہا برس کے دوران میں کسی نے ان
نسخوں کو نہ دیکھا۔ دیکھا تو صحیح نہ کیا اور اگر صحیح سمجھکر دیکھا تو کیا دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا
ہی کہ یہ نسخے محض کتاب خانوں کی زینت تھے۔ صحیح نسخے وہ ہوں گے جو ظاہری
آرایش سے معرا اہل فن کے لکھے ہوئے اور اُستادوں کے زیر مطالعہ رہکر زیور
صحت سے آراستہ ہوئے ہوں گے۔ افسوس کہ اب تک کوئی ایسا نسخہ ہاتھ نہیں
آیا۔ مجھکو قلمی کتابوں سے سالہا سال سے شوق ہی حیف کہ اس تلخ تجربہ نے کاتبوں کا
اعتبار بالکل کھو دیا۔ اسی کے ساتھ بارہا اُن بزرگوں کی محنت و ہمت پر دل سے
آفرین نکلی جنھوں نے قرآن و حدیث کو اہل قلم کی دست برد سے محفوظ کر دیا۔
جزاہم اللہ عنا خیر الجزاء۔ اگر یہ نہوتا تو کیا ہوتا۔ معاذاللہ خود دین نہوتا۔
البلاءُ قدیمٌ۔ کاتبوں کے ظلم و ستم کا اندیشہ خود امیر خسرو کو بھی تھا۔

ہر کو نکند بہ طبع قابل
مابعد نوشتنش مقابل
یا بیتے ازیں عدد کند کم
کم باد ور اخلاصی از غم

مگر کاتب کب پروا کرتے ہیں۔ آج اگر امیر خسرو زندہ ہو کر اپنے کلام کی تباہی دیکھیں تو یقیناً فرط غم سے پھر زندگی سے خلاص پا جائیں ؎ صائب

ہرگز از چنگیز خاں بر عالم صورت نرفت
آں ستم کز کاتباں بر اہل معنی می رود

مجنوں لیلےٰ یہ مثنوی خمسۂ خسروی کی تیسری مثنوی ہے جو مطلع الانوار اور شیریں خسرو کے بعد لکھی گئی۔ سنہ ۶۹۸ھ میں منظوم ہوئی[1]۔ اس کی تصنیف کے وقت حضرت امیر خسرو کی عمر چوالیس[44] برس کی تھی اور دیوان تحفۃ الصغر، وسط الحیوٰۃ اور غرۃ الکمال اور مثنوی قرآن السعدین مرتب ہو چکی تھی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

چوں من بدو نامہ زیں ورق پیش
راندم قلمے بہ نکتۂ خویش

---

[1] سنہ ۶۹۸ھ میں امیر خسرو نے تین مثنویاں لکھیں۔ مطلع الانوار، شیریں خسرو اور لیلےٰ مجنوں۔ ان کے اشعار کی مجموعی تعداد دس ہزار بیالیس[10042] ہے ۱۲ حسرت شروانی

ولہ

تاریخ ز ہجرت آنکہ بگذشت
سالش نود ست وشش صد و ہشت ۶۹۸

خمسۂ نظامی کی مثنوی کا نام لیلیٰ مجنوں ہے طوطیِ ہند نے مجنوں لیلےٰ رکھا۔

نامش کہ ز غیب شد مسجّل
مجنوں لیلےٰ بہ عکسِ اوّل

مجنوں لیلیٰ کے اشعار دو ہزار چھ سو ساٹھ ہیں۔

بیتش بہ شمارِ راستی ہست
جملہ دو ہزار وشش صد و شصت ۲۶۶۰

نسخۂ ہٰذا میں تعداد اشعار دو ہزار چھ سو آٹھ ۲۶۰۸ ہے مختلف نسخوں کے مقابلے سے اڑتالیس کا اضافہ ہوا۔ باون اب بھی کم ہیں۔

قصۂ لیلیٰ مجنوں لیلیٰ مجنوں کی حکایت کا تعلق سرزمین عرب سے ہے۔ اور یہ دونوں غیر فانی ہستیاں عربی نژاد تھیں۔ مردانہ عشق کا لوازمہ شورش اور جوش و خروش ہے۔ عرب کے جذبات نے ہر میدان میں سادگی و صداقت کی قوت سے فتح پائی ہے۔ انھی اوصاف کی مدد سے قیس عامری بھی میدان عشق میں گوئے سبقت لے گیا۔ اُس کا حریفِ شہرت فرہاد سرزمین ایران کا ثمرہ تھا۔ چناں چنیں سے فرصت نہ ملی ع

سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

قصر شیریں کی زیب و زینت کے لئے جوئے شیر کی فکر میں سرگرداں رہا۔ آخر تیشہ نے پانوں پر گر کر کام تمام کر دیا۔ مجنوں کی بے تعلقی کا یہ اثر ہے کہ اُس کی تصویر حماموں میں برہنہ کھینچی جاتی تھی ع

قیس تصویر کے پردہ میں بھی عُریاں نکلا

عشق کی تاثیر دیکھو۔ عربی، فارسی، ترکی، پشتو، اُردو، یہ پانچوں زبانیں اُس کے دمِ گرم کی تاثیر سے منور و تابدار ہیں۔ یورپ کے لٹریچر بھی ان ناموں سے خالی نہیں۔ اور اس طرح ایک عالم آج تک اُس کے زیر نگیں ہے۔ اور کوئی دوسرا لٹریچر قیس کا ہمپایہ عاشق پیش نہیں کر سکتا۔

اثر سوز و گداز کی قوت سے وہ مضامین جو سرزمین عرب سے مخصوص تھے فارسی اور اُردو میں شیر و شکر ہو گئے۔ ناقہ، محمل، ساربان، حُدی، صحرا، خار مغیلاں، قبیلہ، یہ تمام الفاظ گل و بلبل اور شمع و پروانہ کی مثل باعثِ گرمی ہنگامہ ہیں۔ شعرائے فارسی کی نکتہ سنجی و نزاکت آفرینی نے کیسے کیسے بدیع اسلوب پیدا کئے ہیں۔ چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

شفائی اصفہانی ؎

ناقہ را می راند لیلیٰ سوئے خلوت گاہِ ناز
سارباں در رہ حُدی میخواند و مجنوں میگریست

حافظ شیرازی ؎

در رہِ منزلِ لیلیٰ کہ خطرہاست بسے
شرطِ اوّل قدم آن ست کہ مجنوں باشی

شاپور طہرانی ؎

غمش در نہاں خانۂ دل نشیند
بنازیکہ لیلےٰ بہ محمل نشیند

ملک قمی ؎

رفتم کہ خار از پاکشم محمل نہاں شد از نظر
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد

عرفی شیرازی ؎

تقدیر بہ یک ناقہ نشانید دو محمل
سلمائے حدوث تو و لیلائے قدم را

صائب تبریزی ؎

داغ فرزندی کند فرزندِ دیگر را عزیز
تنگ تر گیرد ز مجنوں در بغل صحرا مرا

میرزا غالب دہلوی ؎

بہ شرع آمیز و حق می جو ز مجنوں کم نئی بارے
دلش با محمل ست اما سخن با ساربان دارد

عشق مجنوں کی حکایاتِ گوناگوں تصوف میں سرمایۂ درد و مایۂ سوزش ہیں۔ اگر مختلف زبانوں کا وہ کلام جس میں مجنوں و لیلیٰ کا ذکر ہے فراہم کیا جائے تو یقین ہی کہ ایک مختصر کتاب خانہ مرتب ہو جائے۔

اس میں سخت اختلاف ہی کہ مجنوں کا وجود واقعی ہے یا فرضی۔ صاحب اغانی نے اس پر مفصل بحث کی ہی۔ متعدد روایتیں فرضی ہونے کی تائید میں نقل کی ہیں۔ ان کا خلاصہ یہ ہی کہ خاندان بنی امیہ کا ایک شاہزادہ کسی پری جمال پر فریفتہ تھا۔ رازِ عشق چھپانے کے لئے جو اشعار عالم وارفتگی میں کہتا مجنوں کے نام سے کہتا۔ ع

دیوانہ بکارِ خویش ہشیار

قوی قول یہ ہی کہ مجنوں اور لیلیٰ فی الواقع اس عالم میں تھے۔ نجد اُن کا وطن تھا۔ نجد عرب کا وہ حصّہ ہی جو شام سے متصل اور نہایت شاداب ہی۔ اُس کے سر سبز پہاڑ پھولوں کی خوشبو سے مہکتے ہیں۔ عرارِ[۱] نجد مشہور ہی۔ دونوں قبیلۂ بنی عامر کے چشم و چراغ تھے۔

مجنوں کا نام قیس ہے۔ بعض نے مہدی بھی لکھا ہی۔ نسب قیس بن الملوح بن مزاحم بن عدی بن ربیعہ بن جعدہ بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ۔ لیلیٰ کا نسب لیلیٰ بنت مہدی بن سعد بن مہدی بن ربیعہ بن الحریش بن کعب بن ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کنیت ام مالک۔ مروان بن حکم اموی کے عہد کا یہ واقعہ ہی (سنہ ۶۴ھ لغایتہ سنہ ۶۵ھ)

---

[۱] ایک خوشبودار درخت ۱۲ حسرت

بچپن میں دونوں اپنے اپنے گھر کے مویشی چرایا کرتے تھے۔ اُسی عالم میں عشق کا نشو و نما ہوا۔ جب سن بڑھا اور چرچا ہوا تو لیلیٰ کا پردہ ہو گیا۔ فراق سے مجنوں کی شورش بڑھی، شورش کے ساتھ شہرت و رُسوائی۔ والدین نے فرطِ رحم سے شادی کا پیام دیا۔ خانۂ رسوائی تباہ، لیلیٰ کے ماں باپ کو داغ بدنامی گوارا نہ ہوا۔ خانہ آبادی سے انکار کر دیا۔ برقِ انکار نے قیس کا خرمنِ ضبط و صبر پھونک دیا۔ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل گیا۔ بادیہ نوردی میں عشق کے جوہر چمکے۔ مجنوں سوزِ عشق کے ساتھ عربی فصاحت سے بھی بہرہ یاب تھا۔ ہر موقع کے متعلق اُس کے پُر درد اشعار ہیں جو عشق و محبت کے آئین و آئینہ ہیں۔ میں یہاں کچھ نمونے دکھاتا لیکن ایک عبرت خیز واقعہ سے ڈرا ہوا ہوں۔

علامہ شبلی کی کتاب شعر العجم پڑھ کر اہلِ ذوق نے یہ داد دی کہ اگر اس میں اشعار فارسی کے بجائے اردو ترجمہ ہوتا تو خوب ہوتا، اشعار فارسی سے بے لُطفی ہو جاتی ہے۔ فارسی کا یہ حال ہے تو عربی کا کیا حشر ہو گا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

بادیہ پیمائی میں مجنوں کے ہمدمِ خاص آہوانِ صحرا تھے۔ یوں رشتۂ ہمدمی سب دد و دام کے ساتھ مستحکم تھا۔ بیٹے کی تباہی سے ماں باپ کا دل کُڑھتا تھا۔ ایک مرتبہ حرم محترم میں لائے اور کہا کہ خانۂ کعبہ کا پردہ پکڑ کر عشقِ لیلیٰ سے نجات پانے کی دُعا مانگو۔

مجنوں نے پردہ پکڑا اور کہا ؎

(ترجمہ)

یَا رَبِّ لَا تَسْلُبَنِّیْ حُبَّھَا اَبَدًا	اے میرے رب لیلیٰ کی محبت میرے دل سے کبھی نہ نکالنا
وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنَا	اور خدا اُس بندے پر رحمت کرے جو میری دُعا پر آمین کہے

ستم پر ستم یہ ہوا کہ بے درد والدین نے لیلیٰ کی شادی دوسری جگہ کردی مجنوں پر تو جو مصیبت گذری ہوگی وہ ظاہر ہے۔ لیلیٰ کی بیتابی و بیقراری نے شوہر پر زندگی وبالِ جان کردی اور تنگ آکر بے تعلق ہوگیا۔ مجنوں کبھی کبھی جوشِ وحشت میں دیارِ جاناں میں آتا اور دردناک اشعار سے لیلیٰ اور اُس کے اہل قبیلہ کو بیقرار کرجاتا آخر لیلیٰ اسی حسرت و یاس میں جان سے گذر گئی۔ مجنوں وفاتِ جاناں کی خبر سُنکر کب زندہ رہ سکتا تھا۔ نامراد مرگیا۔ یہ ہے عربی قصّہ کا خلاصہ۔

مثنوی مولنا نظامیؒ کے عنوان مفصلۂ ذیل ہیں:۔

حمد، مناجات، نعت، منقبتِ چار یار، معراج، نصیحت، ترتیب کتاب، مدحِ ممدوح، دعائے دولت، حسبِ حال، یادگذشتگان، آغاز داستان عشق مجنوں لیلیٰ نالۂ مجنوں فراق لیلیٰ میں، لیلیٰ کے نظارہ کو مجنوں آتا ہے، سید عامری لیلیٰ کے گھر مجنوں کا پیامِ شادی لے گیا اور ناکام رہا، زاری مجنوں، سید عامری مجنوں کو زیارت کعبہ کے واسطے لے گیا، مجنوں کی دعا، قبیلۂ لیلیٰ مجنوں کی ہلاکت پر آمادہ ہوا، باپ کی نصیحت مجنوں کو، مجنوں کا جواب، سراپائے لیلیٰ اور اُس کی شورش، لیلیٰ کا باغ میں جانا، ابن سلام لیلیٰ پر عاشق ہوکر خواستگاریٔ نکاح کرتا ہے، نوفل کی مجنوں سے ملاقات اور پرسشِ حال، نوفل کی لڑائی قبیلۂ لیلیٰ سے، مجنوں کی شکایت نوفل سے، نوفل کی قبیلۂ لیلیٰ سے دوبارہ لڑائی، مجنوں کا مکالمہ کوّے سے، لیلیٰ اپنے باپ سے مجنوں کی مخالفت پر ناخوش ہوتی ہے، لیلیٰ کا نکاح ابن سلام سے، دونوں میں ناموافقت،

مجنوں نے لیلیٰ کے نکاح کا حال سُنا، سید عامری وہاں مجنوں کے پاس گیا، پدر مجنوں کی وفات، لیلیٰ کا مجنوں کے نام خط، مجنوں کا جواب، مجنوں کی لیلیٰ سے ملاقات باغ میں، ابن سلام کی بیماری اور وفات، لیلیٰ نے زید کو بھیجکر مجنوں کو بلایا، دونوں کی ملاقات، لیلیٰ کی بیماری اور ماں کو وصیت دلداریِ مجنوں کی، زید نے وفات لیلیٰ کی خبر مجنوں کو پہنچائی، مجنوں لیلیٰ کی قبر پر جان دیتا اور اسی قبر میں دفن ہوتا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی مثنوی کے حسبِ ذیل عنوان قایم کئے ہیں: حمد، مناجات، نعت، معراج، مدح بادشاہ، خطاب بہ بادشاہ، حکایت دیواں، نصیحت فرزند کو، حکایتِ شباں، سببِ تالیف، مجنوں کی پیدایش، مکتب نشینی، مکتب میں لیلیٰ بھی ہے، درسِ عشق کی تکرار، افشائے راز، ماں کی فہمایش لیلیٰ کو، پردہ نشینی، مجنوں کی وحشت و بادیہ نوردی، مجنوں کے باپ کا جنگل سے سمجھا کر مجنوں کو ماں کے پاس لانا، ماں کی نصیحت، مجنوں کا باپ لیلیٰ کے یہاں شادی کا پیام دیتا ہے، نفرت کے ساتھ جوابِ انکاری، سردارِ قبیلہ نوفل کا لیلیٰ کے خاندان سے لڑنا، اسی معرکہ میں مجنوں کی جانب سے کوّوں کی ضیافت، مجنوں کی شورش کی ترقی، نوفل نے خود اپنی لڑکی کا نکاح قیس سے کردیا، مجنوں کا جوشِ وحشت اور قطعِ تعلق، لیلیٰ کا نکاح کی خبر سُنکر مجنوں کو خط لکھنا، قیس کا جواب، احباب دھوکہ دیکر مجنوں کو باغ میں لے آئے، دیوانہ گھبرا کر بھاگ نکلا، بُلبل سے مکالمہ، سگِ لیلیٰ سے ملاقات، لیلیٰ بیمار پڑتی ہے، خواب میں مجنوں کو دیکھکر شدتِ بیقراری میں ناقہ پر سوار ہوتی اور مجنوں کے پاس جا پہنچتی ہے، لیلیٰ کی مراجعت، مجنوں کی

آہ وزاری، لیلیٰ کی زار نالی، لیلیٰ سہیلیوں کے ساتھ باغ میں جاتی ہی وہاں مجنوں کا ایک رفیق اُس کو پہچان کر مجنوں کی ایک غزل پر درد و سوزناک آواز سے گاتا ہی لیلیٰ اُس کو سُنکر بیتابانہ مجنوں کا حال پوچھتی ہی، وہ رفیق امتحاناً مجنوں کی وفات کی خبر سُناتا ہی، لیلیٰ بیقرار ہو کر گھر آتی اور مُبتلائے مرضِ موت ہوتی ہی، بہارِ حُسن کی خزاں، لیلیٰ کی وفات، مجنوں خبر مرض سُنکر عیادت کو آتا اور جنازہ دیکھتا ہی، مستانہ ترانہ، دفن کے وقت جان دیتا اور ساتھ دفن ہوتا ہی، امیر خسرو اپنی والدہ اور بھائی کا نوحہ کرتے ہیں، خاتمۂ کتاب۔

داستانِ لیلیٰ مجنوں کا جو خاکہ ہم نے اوپر دکھایا اُس سے عیاں ہوتا ہی کہ قصۂ مذکورہ میں نہ بزم آرائی ہی اور نہ قصر و ایوان کی آراستگی، تکلف سے مبرّا سوز و گدازِ عشق اور مصائبِ فراق کا جانسوز افسانہ ہی اور دشت پیمائی و بادیہ نوردی کی حکایت اس کے لیے جس ساز و سامان کی ضرورت تھی وہ سرکارِ خسروی میں وافر مہیّا تھا مبدأ فیاض نے دلِ پر درد اور سینۂ سراپا سوز عطا فرمایا تھا حضرت نظام المشایخ قدس سرہٗ دعا میں اُن کے سوزِ سینہ کا واسطہ دیتے تھے، چشتی نسبت جوش و خروش کی ضامن تھی۔ غزل اُن کا خاص میدان تھی۔ قصۂ مجنوں کی جان تغزل ہی۔ فسانہ کا کمال یہ ہی کہ واقعہ معلوم ہو۔ واقعہ نگاری امیر خسرو کا حصّہ تھی۔ اُن کے دواوین کے مقدمات قیمتی تاریخی معلومات سے مالامال ہیں جن سے مورخوں نے مدد لی ہی۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں جو شخصیت دکھیر کھڑی ہی بولتی چالتی تصویر ہی۔ ہر قصّہ واقعہ سے

ہمسری کرتا ہی۔ شاعر مصور فطرت ہی۔ امیر خسرو کے قلم نے جو تصویریں الفاظ میں کھینچی ہیں وہ مرقع مانی و بہزاد کی یادگار ہیں۔ امیر خسرو کا عہد ۶۵۴ھ سے ۷۲۵ھ تک ہی۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ مولانا نظامی مثنوی کی، سلمان ساوجی قصیدہ کی، اور شیخ سعدی غزل کی زبان مانجھ کر روکش آئینہ کر چکے تھے۔

امیر خسرو ان تینوں اقلیموں کے بادشاہ تھے۔ خود اُن کی شہادت ہی (اور اس سے بڑھکر شہادت کیا ہو سکتی ہی) کہ اُس عہد میں ہندوستان کی فارسی خراسان و ایران کی فارسی سے زیادہ فصیح و صحیح تھی۔ خلاصہ یہ کہ جس پاکیزہ اور پُر سوز زبان کی ایک عشقیہ داستان کے لئے ضرورت ہی وہ مثنوی مجنوں لیلی کی زبان ہے خود فرماتے ہیں۔

آرایشِ پیکرِ معانی
بستم بہ سلاستِ روانی

بعض بعض الفاظ اُس میں ایسے بھی ہیں جو بعد کو متروک ہوگئے مثلاً نائژہ، الفنج، ستنبہ، توزی۔ مگر یہ الفاظ ایسے موقع پر استعمال ہوئے ہیں جو پُر تکلف ہیں مثلاً دیووں کا قصہ حُسن و عشق کی داستان میں وہی الفاظ ہیں جن پر ایک باکمال شیرازی و اصفہانی فخر کر سکتا ہی۔ فغانی و حافظ کی غزلوں سے مقابلہ کرو ان الفاظ سے بہتر الفاظ نہ پاؤ گے۔ اب ہم مذکورۂ بالا مضامین کا جُدا جُدا نمونہ دکھاتے ہیں۔

شخصیات (۱) مجنوں (بچہ مکتب میں جاتا ہے)

سالش بشمار پنجم افتاد — زو نور بہ چرخ و انجم افتاد

شد تازہ چو نسیم رستہ سر وے — یا بال دمیدہ نو تدروے

زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیش معلمش تشاندند

خوبی تشبیہ ملاحظہ طلب ۱۲

دانائے رقم زبہر تعلیم — کردش بہ کنار تختہ تسلیم

(ابتدائے عشق مکتب میں)

زانو زدہ قیس بردگر سو — ہم چرب زباں و ہم سخن گو

نازک چو نہالِ نو دمیدہ — خوش طبع و لطیف و آرمیدہ

شیریں سخنے کہ ہوش می برد — رونق ز شکر فروش می برد

نالندہ بہ تخت در دبستاں — چوں بلبل مست در گلستاں

لحنش چو شدے بروزنِ گوش — از روزنِ جاں بروں شدی ہوش

زاں تن کہ صدائے او شنیدے — جاں رقص کناں بروں دویدے

از نامہ بجاں نوردمی داد — از نالہ صدائے درد می داد

نو عمری کی شیریں آوازی میں جو درد کی چاشنی پیدا ہو گئی ہے اُس کی تصویر اس سے بہتر کیا کھینچ سکتی ہے ؟ ع

از نالہ صدائے درد می داد

چوں بلبلِ مست در گلستاں "کی تشبیہ اس حال میں اور " یا بال دمیدہ نو تدروے " کی

تنبیہ اوپر کے بیان میں پڑھکر مقابلہ کرو، دونوں موقعوں کی تصویرِ شخصیت آنکھوں میں پھر جائے گی۔

(لیلیٰ کی پردہ نشینی کے بعد)

چوں ماند پریوشِ حصاری — در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوسِ جمالِ دلبند — در دورِ ادب ندید یک چند
می بست بخامشی دہن را — میداشت بہ حیلہ خویشتن را
آہے بجگر فرو دمی خورد — والماس بہ سینہ خُرد می کرد
زیں ناوکِ غم کہ بے سپر بود — ہر دم خلہ ایش در جگر بود
دُز دیدہ سرشکِ دیدہ می ریخت — وز دیدہ دُر چکیدہ می ریخت
زیں گونہ بہ چارہ کہ دانست — می کرد شکیب تا توانست
چوں سیلِ غمش رسید بر فرق — از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک — وافگند بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد بے تاب — بر خاک مراغہ کرد چوں آب
میراند ز آبِ دیدہ رودے — میگفت چو بلبلاں سرودے
غلطید ۱۲

لیلیٰ کے حجاب سے جو بیچینی پیدا ہوئی اُس کو افشا کے خوف سے قیس نے چھپایا، اس ضبط کی کشمکش کو چھٹے شعر تک کیسے لگتے ہوئے مضامین و الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بالآخر سیلابِ عشق ضبط کے بند کو توڑ کر موج زن ہو گیا۔ بقیہ اشعار میں اُس کی

تصویر ہی۔ بلبل کے ساتھ تشبیہ اس سے پہلے بھی آئی ہی۔ دیکھو پہلے بیان میں بلبل مست کا ترانہ تھا۔ قیس بھی جوش نوجوانی میں تھا اور دیدار و ہمنشینی کی قوت دل میں رکھتا تھا۔ جب قوتِ عشق سے مغلوب اور فراق کے صدمہ سے چور ہو گیا تو اس صورت میں گویا شکستہ بال بُلبل کی مُورت بن گیا۔ خود بُلبل بغیر کسی صفت کے غم و درد کی مجسّم تصویر ہی۔

(انتہائے وحشت)

یک روز بہ گاہِ نیم روزاں — کانجم شدہ زآفتاب سوزاں
مجنوں بہ کنار ہر سوادے — می گشت بسان گرد بادے
افروختہ روئے وتن بخوں غرق — درآتش وآب ماندہ چوں برق
بالاش زغم دوتاہ گشتہ — رخسارہ زلف سیاہ گشتہ
ہر جا کہ رسید کرد زاری — بگریست چو ابرِ نوبہاری
ہر سو کہ شنید بانگ رودے — ق یا خاست زگوشۂ سرودے
مستانہ برقص پائے افشرد — گہ زندہ شدو گہے فرو مرد

(۲) لیلیٰ (کمالِ جمال)

بود از صفِ آں بتانِ چوں ماہ — ماہے کہ زد آفتاب را راہ
لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش — خالش نقطے زنقش نامش
مشعل کُشِ آفتاب و انجم — دیوانہ کُنِ پری و مردم

تاراج گرِ متاعِ جا تنہا | بنیاد شگافِ خانمانہا
سلطانِ شکرلبانِ آفاق | لشکر شکنِ شکیبِ عشاق
سرتابقدم کرشمہ و ناز | ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز
نازے و ہزار فتنہ در دہر | چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش | آہو برہ بخوابِ خرگوش
خنداں چو سمن بہ تازہ روئی | شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
(خوبیِ تشبیہ ملاحظہ ہو ۱۲)
از وسمہ چشم دیو بستہ | تسبیحِ فرشتگاں شکستہ
نے بُت کہ چراغِ بُت پرستاں | طاؤسِ بہشت و کبکِ بُستاں
افگندہ بدوش زلف چوں شست | خود بے خبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بہ در فشانی | پروردہ بآبِ زندگانی
خورشید غلام زادۂ او | مہ داغِ جبیں نہادۂ او

(لیلیٰ کی نوگرفتاری)

وان لعبتِ دردمند و دل تنگ | دل دادہ بباد و ماندہ بے ننگ
باآنکہ نفسش بزیرِ گل بود | سیمائے رخش گواہِ دل بود
خونِ دلش از صفائے سینہ | پیدا چو مے اندر آبگینہ
بر چہرہ ز شرم پردہ می دوخت | و آتش بہ لبش گرفتہ می سوخت
(یعنی آہ لب کے گرد لپٹتی تھی - نوگرفتاری کے کس قدر [illegible] ۱۲)
ہر چند کہ غنچہ بود سربست | می کرد ز بوئے خلق را مست

می سوخت چو مجمر اندروں عود ۔۔۔ میشد بدماغ مرد ماں دود

۱؎ مانند عود اندرون مجمر ۱۲

(وارفتگی پردہ نشینی کے بعد)

افسانہ سرائے شکّریں گفت ۔۔۔ زالماس زباں گہر چنیں سُفت

کاں گوشہ نشینِ روئے بستہ ۔۔۔ بودے ہمہ وقت دل شکستہ

چوں غمزدگاں بہ خاک خفتے ۔۔۔ خاشاک زخوابگہ نرُفتے

گاہے زجگر نوالہ کردے ۔۔۔ گہ جاں بہ عدم حوالہ کردے

آمیختنی نہ داشت باکس ۔۔۔ مونس غم آشنائے خود بس

پرداختہ دل زصبر و آرام ۔۔۔ گشتے ہمہ شب چو ماہ بر بام

ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد ۔۔۔ چوں ابر گریستے بہ فریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے ۔۔۔ باخود زفراق سرگزشتے

(لیلیٰ نکاح مجنوں کی خبر سنتی ہے)

گویندۂ ایں کہن فسانہ ۔۔۔ زاں شعلہ چنیں کشد زبانہ

کاں شمعِ نہاں گداز شب خیز ۔۔۔ پروانہ صفت برآتشِ تیز

چوں یافت خبر کہ یار برگشت ۔۔۔ واندیشۂ دل قفائے سرگشت

روزے دو سہ در زخلق دربست ۔۔۔ وزخونِ دلش زمیں جگر بست

نزدیک بروں از دمِ سرد ۔۔۔ نے رغبتِ خواب و نے غمِ خورد

آنرا کہ دل از شکیب فرو ست ۔۔۔ از شب تا روز یار در دست

او خود غمِ عشق دشت در کار | شد با غمِ عشق غیرتش یار
کبکے کہ شکستہ بال باشد | شاہین زندش چہ حال باشد
بس کاندہِ سینہ شد فزونش | از دل بہ دہن رسید خونش

پردۂ ضبط میں جو آگ لیلیٰ کو پھونک رہی ہے اُس کے لحاظ سے "شمع نہاں گداز" کیسا حسبِ حال و بلیغ ہے۔ شکستہ دلی و مایوسی کی حالت میں نکاحِ مجنوں کی خبر زخمِ کاری بن کر دل کو پارہ پارہ کرتی ہے۔ غیرتِ نسوانی صدمہ کو اور زیادہ جانکاہ بنا دیتی ہے۔ اس حالت کا بیان اس شعر میں ہے ؎

کبکے کہ شکستہ بال باشد
شاہین زندش چہ حال باشد

چکور (جو ایک بھولا بھالا پرند ہے) بازو شکستہ مبتلائے مصیبت ہے۔ ایسی حالت میں شاہین (شکاری جانور) اُس پر آ ٹوٹتا ہے اور زخم پر زخم لگاتا ہے۔ شکاری جانور اچانک اپنے شکار پر حملہ کرتے ہیں۔ اور دفعتہً جو صدمہ پہنچے وہ زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ شکستہ خاطر بھولی بھالی لیلی نے نکاحِ مجنوں کی خبر سُنی تو اسی طرح اُس کی جان پر بھی بن گئی۔ نکتۂ بلاغت، شکستہ بال چکور پر جو بے خبری میں حملہ شاہین سے مصیبت پڑی اُس کی تشریح نہیں کی بلکہ "چہ حال باشد" کہکر پڑھنے والوں کے قیاس پر چھوڑ دیا کہ جہاں تک چاہیں اندازہ کو وسعت دے لیں۔ الکنایۃ ابلغ من الصراحۃ۔

(لیلی بسترِ مرگ پر)

لیلی کہ بہارِ عالمے بود — از چشمۂ زندگی نمے بود

آتش زدہ گشت نوبہارش — وز آب برفتہ چشمہ سارش

آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت — جاں برد کہ سوئے جاں گزر داشت

آں دل کہ شدش بہ عشق پامال — جاں نیز رواں شدش بہ دنبال

آمیخت بہ سروِ نوجوانش — بیماریِ جسمِ ناتوانش

شعلہ ز تنش چناں برآمد — کش دود ز استخواں برآمد

پہلو بہ کنارِ بستر آورد — سر بالشِ اجل بہ سر درآورد

گشتش تنِ گوہریں سفالیں — وز بسترِ رنج ساخت بالیں

در آتشِ تپ فتادہ نعلش — یاقوتِ کبود گشت لعلش

گیسو ز شکنجِ ناز ماندش — نرگس ز کرشمہ باز ماندش

شد تیرہ جمالِ صبح تابش — وافتادہ بزردی آفتابش

ہم رنجِ تن و ہم اندہِ یار — یک جاں بدو غم شدہ گرفتار

تصویرِ فطرت

(بہار)

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز

ابر از صدفِ سپہر یکسر — در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر

سرو از علمِ بلند پایہ — بر فرقِ سمن فگند سایہ

از شبنمِ گوہریں شمائل — آراست گلوئے گل حمائل

غنچہ بدر آمد از شبستاں — پر شیر شدش ز ابر پستاں

پیدا ز سرِ خنجرِ گہر دار (جوہر ۱۲) — شد بر سرِ یاسمن گہر بار

نازک تنِ لالۂ دل افروز — لرزندہ شد از نسیم نوروز

با شاہد و می خجستہ تاباں — گشتند بہ سرِ چمن خراماں

(خزاں)

آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ — بنشست بجائے بلبلاں زاغ

رخسارۂ لالہ پر ز چیں گشت — آئینۂ آب آہنیں گشت

ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ — در ریختن آمد از سرِ شاخ

پر برگ شدہ زمینِ گلزار — چوں مجلسِ نکریاں ز دینار

ریزاں گل و لالہ شست در شست — مالیدہ حنا رو دست بر دست

ہر سوئے برہنہ گلستانے — چوں راہ فتادہ کاروانے

ز آسیبِ طپانچہائے صرصر — غلطاں بہ زمیں شگوفۂ تر

منقارِ کلاغ بر سرِ گل — مقراض شدہ بہ پرِ بلبل

شیرازۂ گل گرہ کشادہ — ہر سو ورقے بروں فتادہ

ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے — از خندہ شکریں ترش روئے

برگے کہ ز باد شد گریزاں — ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں

نرگس کہ ز خواب چشم بستہ — از بانگِ زغن ز خواب جستہ

سوسن زغبارِ سینہ پُرخار | کازادہٗ و باخساں سروکار
رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے | پیمانۂ لالہ بادپیمائے
در زلزلہ سرو راست خانہ | چوں مردم راست در زمانہ
نسریں بہ لبِ زمانہ خوردن | وزشاخ بہ تازیانہ خوردن
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں | چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
درہم شدہ جعدِ سنبل از باد | شانہ طلب از درختِ شمشاد

لالہ کا رنگ بہار و خزاں دونوں میں دکھایا ہے۔ بہار کی بہار دیکھو ؎

نازک تنِ لالۂ دل افروز
لرزندہ شد از نسیم نوروز

وہی برگِ لالہ خزاں کے صدمے سے پژمردہ ہوکر پرشکن بن جاتا ہے۔ ع

رُخسارۂ لالہ پرزچیں گشت

خزاں کے ہاتھوں جو تباہی باغ پر پڑی اُس کی تشبیہ اُس کارواں سے جس کو قزاقوں نے ابھی ابھی لوٹا ہو کس قدر بلیغ ہی۔ ع

چوں راہ فتادہ کاروانے

خشک پتّوں کو جو ہوا ادھر اُدھر اُڑاتی پھرتی ہی اُس کا تصور باندھکر اس مصرع کو مکرّر پڑھو۔ ع

ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں

خود کھد وگے کہ ہو بہو تصویر کھنچ گئی۔ "سمر و راست" کے زلزلہ کی تشبیہ راست بازا
آدمیوں کی پریشان حالی سے جو زمانے کے ہاتھوں نصیب ہوتی ہے کیسی دلکش ہے

(دوپہر کی تپش)

یک روز بگاہِ نیم روزاں	کانجم شدہ زآفتاب سوزاں
جائے نہ کہ دیدہ را برد خواب	ابرے نہ کہ تشنہ را دہد آب
مرغانِ چمن خزیدہ در شاخ	در رفتہ خزندگاں بہ سوراخ
خورشید چنانکہ تیزیِ اوست	بکشادچو مار از آدمی پوست
در حوضہ خشک از آتش و تاب	صد پارہ شدہ زمینِ بے آب
در دشت سرابہائے کیں توز	چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز
مرغابی در آرزوے آبے	خوں خوردہ بگرد ہر سرابے
ریگ از بطِ پختہ در گرانی	چوں تابہ بروزِ میہمانی
از گرمیِ ریگہائے گرداں	پر آبلہ پائے رہ نورداں
ہر کس بچنیں ہوائے ناخوش	در حجرۂ سرد کردہ جا خوش

واقعہ نگاری | افسانہ نگاری کا کمال یہ ہے کہ فرضی قصہ اس انداز سے بیان ہو کہ
واقعہ معلوم ہونے لگے۔ اس کے لئے شاعر کو فطرتِ انسانی اور واقعات کا کامل
نبض شناس ہونا چاہیئے۔ جن شعرا کو یہ ملکہ حاصل تھا وہی اس میدان کو کامیابی سے
طے کر سکے۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں دو ماؤں کا ذکر ہے ایک مجنوں کی دوسری لیلیٰ کی

دونو مائیں اپنے لختِ جگر کی رُسوائی کا حال سُنتی ہیں۔ مگر نازک فرق یہ ہے کہ ایک لڑکے کی رُسوائی سُنتی ہے دوسری لڑکی کی۔ ظاہر ہے کہ دونو کے فکر و رنج میں ایک لطیف تفاوت ہی۔ حضرت امیر خسرو اس فرق کو پیش نظر رکھکر دونو کا حال لکھتے ہیں۔ اسی طرح جس موقع پر مجنوں کا باپ اور اُس کی ماں اپنے لختِ جگر کو نصیحت کرتی ہی تو وہاں بھی اس نازک فرق کو ملحوظ رکھا ہی جو ایک ما اور ایک باپ کے جذبات اور انداز فہمایش میں ہو سکتا ہی۔

(لیلیٰ کی ماکو اُس کی وارفتگی معلوم ہوتی ہی)

چوں رفت بگوشِ ہر کس ایں راز	وز ہر طرفے برآمد آواز
تا گشت ز گفتگوئے اوباش	بر مادرِ لیلی ایں خبر فاش
مادر ز نہیبِ شرمِ اغیار	بنشست بگوشۂ دل افگار
زاں آتشِ دہ زبانہ ترسید	وز سرزنشِ زمانہ ترسید
فرزند خجستہ را نہانی	بنشاند ز راہ مہربانی
گفت اے دل و دیدۂ مرا نور	از روئے تو بادِ چشمِ بد دُور
دانی کہ جہاں فریبناک ست	آسودگیش غم و ہلاک ست
ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد	پنہاں بنوالہ زہر دارد
ہر سُرخ گلے کہ در بہارے ست	در دامنِ او نہفتہ خارے ست
تو سادہ مزاجی و تنک دل	وز نیک و بدِ زمانہ غافل

چوں اہلِ زمانہ را وفا نیست
زیشاں طلبِ وفا روا نیست

ہاں تا نکنی عنانِ دل سست
کافتادہ خلاص چوں تواں جست

القصہ شنیدہ ام کہ جائے
داری نظرے بر آشنائے

ترسم کہ چو گرد دایں خبر فاش
بدنام شوی میانِ اوباش

با ایں تنِ پاک و گوہرِ پاک
آلودہ چرا شوی بہ خاک

جائے منشیں کہ چوں نہی پائے
تہمت زدہ خیزی از چناں جائے

صوفی کہ شود بہ مجلسِ مے
البتہ چکد پیالہ بر وے

عشق ار چہ بود بہ صدق و پاکی
خالی نہ بود ز شرمناکی

گر دم نہ زنند کاردانان
چوں باز رہی ز بدگمانان

(مجنوں کی ماں)

در پیش نشست و زار بگریست
گفتا کہ بہ است مرگ ازیں زیست

تا زادہ شد از عدم وجودم
رنجے ز جہاں نیازمودم

دولت ہمہ عمرم آنچناں داشت
کز اندہِ دہر برکراں داشت

آزادم داشت بختِ فیروز
ز آسیبِ زمانہ تا بامروز

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری
کافوری گشت زلفِ قیری

بالائے چو تیر شد کمانم
و آمد بتزلزل استخوانم

مپسند کہ در چنیں زمانے
سوز و بغمت گستہ جانے

مردانہ برآر پائے از گل | بندی بخدائے خویشتن دل
تا بو کہ بصبرِ فرخ انجام | از کام روا برآیدت کام
ما ہم زپیت چنانکہ دانیم | جہدے بکنیم تا توانیم

(مجنوں کا باپ)

پیر از جگر کباب گشتہ | رُخ شستہ بہ خونِ آب گشتہ
بگریست بروبہ خستہ جانی | بوسید سرش بہ مہربانی
میسوخت بزاری از گزندش | میداد ز سوزِ سینہ پندش
کاے شمعِ دل و چراغِ دیدہ | وے میوۂ جان و باغِ دیدہ
باآں خردے کہ داشت رایت | چوں در وحل اوفتاد پایت
در دِل کہ نہاد بر تو ایں بار | سودائے کہ کرد با تو ایں کار
پیرانہ سرم گزاشتی چہر | بر پیریِ من نیامدت مہر
بودم بگماں کہ گاہِ پیری | مونس شویم بدست گیری
چوں بشکند ایں تنِ سفالیں | غمخوار تو باشیم بہ بالیں
خود گشت دریں سفالِ پُردرد | پیش از تنِ من سفالِ تو خورد
دریاب کہ عمرِ ما سر آمد | طوفانِ اجل بسر درآمد
جنبید درائے کاروانم | ہودج طلبید ساربانم
بگسست زہِ کمانِ سختم | وز زلزلہ سست شد درختم

گر چوں خلفاں شوی جگر سوز	باشد خلف از برائے ایں روز
بشتاب کہ تا دریں غم آباد	پیش از اجلم رسی بہ فریاد
زیں پس کہ بہ جستنم شتابی	جوئیم بسے و لے نیابی
نقدِ تو ہماں بود کہ خنداں	بینی بہ جمالِ ارجمنداں
با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش	یارانِ عزیز را کنی خوش
زینہاں نفسے بہ جہل مشمر	عمر ست نہ باد سہل مشمر
آں تحفہ کہ قیمت ست جانش	ضائع چہ کنی بہ رائگانش
سستی ست بہ لطمہ پست گشتن	وز جامِ نخست مست گشتن
گر واقعہ چند سینہ سوز ست	مردی ز پئے کدام روز ست
زیں غم ہمہ گر مراد یار ست	غم ہیچ مخور کہ در کنار ست
گر بر مہِ آسماں نہی ہوش	کوشم کہ رسانمت در آغوش

آپ نے تینوں نظمیں پڑھیں لیلیٰ کی ما جیسے ہی لیلیٰ کے تعلقِ خاطر کا حال سنتی ہی رسوائی و بدنامی کے خیال سے جگر تھام لیتی ہی اور فرطِ صدمہ سے ایک گوشہ میں جا بیٹھتی ہی۔ بالآخر سنبھلتی اور لیلیٰ کو تنہائی میں سمجھاتی ہی۔ شرم و غیرت کے جذبات کو ابھار کے اور بدنامی و رسوائی سے خوف دلا کر اُس کا خیال بدل دینے کی کوشش کرتی ہی۔ یہ بھی سمجھاتی ہی کہ ابنائے زمانہ بیوفا ہیں دھوکا نہ کھانا چاہیئے صنفِ نازک کے خیال میں مرد ایک خود غرض مخلوق ہی۔ اسی کی جھلک اس نصیحت میں ہی۔ ابتدائے

محبت میں عموماً اپنی پاک بازی پر بھروسہ اور یہ گمان ہوتا ہی کہ ہم پاک باز ہیں تو ہم کو
کوئی بُرا کہنے کا کیا حق رکھتا ہی لیلیٰ کی ماں اس خیال کی بھی تردید کرتی ہی ؎

صوفی کہ رود بہ مجلسِ مے
ابستہ چکد پیالہ بروے

بالآخر بقیہ شبہ بھی رفع کر دیتی ہی ؎

گردم نہ زنند کاروانان
چوں باز رہی زبدگمانان

اہلِ خرد بدنام کرنے سے احتیاط بھی کریں تو بدگمانوں سے کب پناہ مِل سکتی ہی غالباً
ایسے موقع پر اس سے بہتر نصیحت کا پیرایہ نہیں ہو سکتا۔

مجنوں کی ما اپنے فرزند کی گرفتاری کا حال سُن کر اُس کو اس پیرایہ میں
سمجھاتی ہی کہ اب تک میں آرام سے رہی ہوں اب مجھکو صدمہ جانکاہ مت دے۔
پھر اُس کو مردانہ ہمّت یاد دلا کر ضبط وصبر کی جانب رہنمائی کرتی اور بالآخر حصول
مدعا میں حتی الامکان کوشش کی تسلّی دیتی ہے۔ مجنوں کا باپ بھی یہی نصیحت کرتا ہی
مگر مردانہ لہجہ و انداز میں وہ کہتا ہی کہ اولاد بڑھاپے کا سہارا ہوتی ہی مجھکو بھروسہ تھا
کہ پیری کے وقت تو میری دست گیری و ہمدردی کرے گا مگر تو خود ہمدردی و
دست گیری کا محتاج ہی۔ پھر اپنے بڑھاپے پر اُس کو رحم دلانے کی کوشش کرتا ہی۔
دوست احباب کے جلسے یاد دلا کر اُس طرف طبیعت کو مائل کرتا ہی۔ عمر کے گرانمایہ ہونے

اور بیکار نہ کھونے کا فلسفہ سمجھاتا ہی۔ اور اُس کی دانشمندی سے اپیل کرتا ہے۔ ع
باآں خردے کہ داشت ربتت

پھر مردانہ جذبات کو تحریک میں لاکر صبر وضبط کی تلقین کرتا ہی۔ بالآخر یہ کہتا ہی
کہ کچھ بھی ہو اُس کا دامنِ مقصود بھر دیا جائے گا۔

دیکھو ما اپنی ضعیفی وبیکسی اس طرح بیان کرتی ہی:

واکنوں کہ دمید صبحِ پیری | کافوری گشت زلفِ قیری
بالائے چو تیر شد کمانم | وآمد بتزلزل اُستخوانم
مپسند کہ درچنیں زمانے | سوزد وبغمت گستہ جانے

باپ بڑھاپے اور ناتوانی کا یوں اظہار کرتا ہی:

دریاب کہ عمرِ ما سرآمد | طوفانِ اجل بسر درآمد
جنبید درائے کاروانم | ہودج طلبید سار بانم
بگسست زہِ کمانِ سختم | وز زلزلہ سست شد درختم
گرچوں خلفاں شوی جگر سوز | باشد خلف از برائے ایں روز

ان دو شعروں کا مقابلہ کرو، زنانہ عجز اور مردانہ قوت کا پتا لگے گا:

ما { بالائے چو تیر شد کمانم
وآمد بہ تزلزل اُستخوانم }

باپ { بگسست زہِ کمانِ سختم
وز زلزلہ سست شد درختم }

وعدہ کوشش کا فرق:

ما

ماہم زپیت چنانکہ دانیم
جہدے بکنیم تا توانیم

یعنی جہاں تک ہم سے ہو سکے گا کوشش کریں گے۔

باپ

زیں غم ہمہ گر مراد یارست
غم ہیچ مخور کہ در کنارست
گر بر مہ آسماں نہی ہوش
کوشم کہ رسانمت در آغوش

اپنا مقصود اپنے دامن میں آیا سمجھ۔ آسمان کا چاند بھی ہے تو اس کو تیرے پاس لانے کی کوشش کروں گا۔

ایک اور واقعہ کی تصویر: مجنوں جوشِ جنوں میں سرگرداں ہے مخلوق کا پیچھے ہجوم ہے۔ دیوانوں کے اُستاد لڑکے بھی سرگرمِ ضیافت ہیں:

میرفت چو باد کوہ بر کوہ	خلقے زپیش دواں بانبوہ
ہر کس بہ لطافت جوانیش	میخورد فسوس زندگانیش
اینش زدر و نہ پندمی داد	دانش بہ جفا گزندمی داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست	اینش زدو آں شکست داد و خست

باوجود اس جور و جفا کے مجنوں کا کیا حال تھا:

باآں شغبے کہ در گزر بود	دیوانہ زخویش بے خبر بود
میراند زآبِ دیدہ روئے	می گفت چو بلبلاں سروئے

زیادہ تشریح کی حاجت نہیں۔ لڑکوں کے سارے طوفان بے تمیزی کا نقشہ اس ایک مصرع میں کھینچ کر دریا کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ ع

اینش زد و آں شکست و آں خست

چوٹ کی یہ تین ہی قسمیں ہو سکتی ہیں خفیف، شدید، مہلک۔

ایک اور واقعہ نگاری: بعدِ دعوت مجنوں کا پیامِ شادی دیا گیا۔ اس کو سن کر لیلیٰ کے باپ کا حال اور جواب:

ایں قصہ کہ کرد میزباں گوش	از بس خجلی بماند خاموش
برخود قدرے چو مار پیچید	وانگہ بجواب دُر بسنجید
گفتا چہ کنم کہ میہمانی	ورنہ کنم آں سزا کہ دانی
ہر نکتہ کزاں کسے برنجد	رنجیدہ شود کسے کہ سنجد
شخصے کہ زنقشِ ناسرانجام	مارا بقبیلہ کرد بدنام
دیوانہ و مست و لاابالی	وز مردمیِ زمانہ خالی
از بے ننگی فتاد در ننگ	از بے سنگی بہ خوردنِ سنگ
خلق از خبرش بہ کوچہ و در	انگشت بہ گوش و دست بر سر
زیں گونہ حریفِ ناخردمند	درخورد کجا بود بہ پیوند

لڑکی کا پیام سُن کر جو حجاب ہوتا ہے اُس کی تصویر۔ ع

از بس خجلی بماند خاموش

مجنوں کی حالت کی وجہ سے پیام کی ناگواری۔ ع

بر خود قدرے چو مار پیچید

یہ تین مضمون صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ قصّہ سرزمین عرب کا ہے:

ع گفتا چہ کنم کہ میہمانی

ع ما را بہ قبیلہ کرد بدنام

ے وانگہ بخدای خداوند

از صدقِ عقیدہ خورد سوگند

کیں در نشود کشادہ تا دیر

گر کار بزباں رسد بہ شمشیر

ایک بار لیلیٰ ناقہ پر سوار ہو کر مجنوں کے پاس گئی ہے۔ مجنوں کے ہمدم ہر قسم کے درندے تھے اس واقعہ کے بیان میں یہ پہلو امیر خسرو کے نکتہ سنج قلم سے فروگذاشت نہیں ہوتا کہ اونٹ درندوں سے ڈرتا ہے۔ لیلیٰ کا ناقہ درندوں کی بو سونگھ کر رُک جاتا ہے:

او خفتہ و گردِ او دو انش (مجنوں ۱۲)	شیرانِ شکار پاسبانش
از بوئے دوانِ صید فرسائے	از کار بشد جمازہ را پائے

اس ملاقات کی خوشی درندوں کے سوا کون مناتا۔

در رقص درآمدہ دد و دام	از عشرتِ آں دو مستِ بے جام

کانٹے بھی حاضر ہیں ؎

ہر خار کشیدہ دُور باشے

می کرد بچشمِ بد خراشے

سحرِ حلال | شاعر کا اعلیٰ کمال یہ ہے کہ اُس کو یہ قدرت ہو کہ چاہے تو مخاطب کے دل میں ایک چیز سے نفرت پیدا کر دے اور چاہے رغبت۔ دنیا میں کوئی چیز شر مطلق نہیں ہے کہ کوئی صفت اُس میں نہو۔ نہ خیر محض ہے (سوائے ذات باری تعالیٰ کے) کہ اُس میں کوئی بُرائی نہو۔ فطرت کا مصور (شاعر) ہر ایک شے کے اچھے بُرے پہلو دیکھتا اور اپنے سحر انگیز بیان کے زور سے رغبت دلانے یا نفرت پیدا کر دینے کا کام لے لیتا ہے۔

حضرت امیر خسرو ایک موقع پر سگِ لیلیٰ کے ذکر میں یہ جادو بیانی دکھاتے ہیں۔ اوّل دیکھو کیسا گھناؤنا اور مکروہ صورت کتّا ہے۔

(مجنوں پھرتے پھرتے ایک موقع پر پہنچا ہے)

غلطیدہ سگے بہ کنج کوئے	دید از طرفِ گذر بسوئے
واز پہلوئے خود تراش خوردہ	خارش زدہ و خراش خوردہ
وز سلخ تنش چو پیشِ قصّاب	درگردِ سرش چو فرقِ نقّاب
گشتہ شکمش ہمہ تہی گاہ	خم یافتہ در تہی گمش راہ

از دم دہنش فراز ماندہ	دندانش ز خندہ باز ماندہ
سرتا قدمش جراحت و ریش	شویان بزبان جراحتِ خویش
بے لقمہ گلوئے لقمہ خوارش	لیسیدنِ دست و پائے کارش

گلی میں ایک خارشتی کتا پڑا ہوا ہی۔ خارش سے سارا جسم گھائل ہے پہلو میں زخم ہو گئے ہیں زخموں سے خون بہتا ہی۔ سر خاک میں گھسا ہوا ہی۔ مُنہ کھلے کا کھلا رہ گیا ہی کمر کُبڑی ہو گئی ہی۔ بھوکوں کا مارا پیٹ کمر سے جا لگا ہے۔ سر سے پاؤں تک زخموں سے چور اور خون آلودہ زخموں کو زبان سے چاٹ رہا ہی۔ اس نفرت انگیز مخلوق کو مجنوں دیکھتا ہی۔

مجنوں چو بہ حالِ او نظر کرد	در پیش دوید و دیدہ تر کرد
بگرفت بہ رفق در کنارش	می شست بگریہائے زارش
جایش ز کلوخ و خار می رفت	وز پائے و سرش غبار می رفت

یہ مجنونانہ حرکت نہیں ہی۔ حق شناسی و حق پسندی کا جوش ہی۔ وجہ سُنئے۔

گفت اے گلت از وفا سرشتہ	نقشت فلک از وفا نوشتہ
ہم نانِ کسان حلال خوردہ	ہم خوردہ خود حلال کردہ
کردہ زنِ حلال خواری	با منعمِ خویش حق گزاری
جانت ز حلال خوارگی مست	و آسودگیت حرام پیوست
پیکارہ پذیر پاسبانان	بیدار کنِ خراس بانان

از سایۂ تو رمیدہ نقّاب | چوں سایہ کہ وارد ز مہتاب
از خاستنِ شبِ سیاہت | میموں شدہ خوابِ صبح گاہت
تو شیرِ جوان و مست بودہ | وز شیر و پلنگ جاں ربودہ
معشوقۂ خسرواں بہ نخچیر | وافگندہ بدوش زلفِ زنجیر
صدخوں زلبت چکیدہ درخاک | وز لوثِ جنایت دہن پاک
امروز کہ باز ماندی از کار | خواری ہمہ را مرانۂ خوار

مجنوں کہتا ہے اے کُتّے وفا تیری گھٹّی میں پڑی ہے۔ حلال کی کمائی تو کھاتا ہے۔ اپنے محسن کا حقِ خدمت و وفاداری پورا کرتا ہے۔ اُس کی جان و مال کی حفاظت پر اپنا آرام قربان کر دیتا ہے۔ جو پاسبان اپنی خدمت انجام دینے میں سُستی کرتے ہیں اُن کا تو دشمن ہے۔ چور تیرے سایہ سے بھاگتے ہیں۔ رات بھر کی محنت کے بعد صبح کا تیرا سونا مبارک ہے۔ جب تو جوان تھا تو شیر و پلنگ تجھ سے کانپتے تھے۔ بادشاہوں کا معشوق تھا۔ دوش پر زنجیر کی زلف پڑی ہوتی تھی۔ ان اوصاف کو پڑھ کر فرمائیے کہ جس مخلوق میں یہ وصف ہوں اُس کی کون قدر نہ کرے۔ اس صفت کو دیکھیے

جانت ز حلال خوارگی مست
وآسودگیت حرام ہوست

جس انسان پر یہ شعر صادق آجائے وہ قدم چومنے کے قابل ہوگا۔ کُتّے کا یہ معمولی وصف ہے۔ مجنوں کے پیار کا فلسفہ اس سے بھی اعلیٰ ہے:-

پائے تو کہ گشت بر در یار | بر چشمِ منش سزاست رفتار
از حسرتِ آنکہ چشمِ آں ماہ | دیدہ است بہ جانبِ تو گہ گاہ
خواہم کہ تنگاہم ازیں دلِ تنگ | در دیدہ کشمت چو لعل در سنگ
خاکت بہ مژہ فشانم از پائے | در دیدہ کشم کہ ہست از انجائے
ہستیم من و تو ہر دو شب گرد | لیکن تو بہ نالہ و من از درد

ایک شخص نے مجنوں کی اس سگ نوازی پر اعتراض کیا تو وہ جواب دیتا ہے:

گر من تہِ پائے سگ زنم بوس | زاں پائے بود نہ زیں لبِ افسوس
ایں پا کہ بہ شہر و کوئے گشتہ است | پیشِ درِ یارِ من گذشتہ است
روزیش بہ کوئے آں پری کیش | دیدم گذراں بہ دیدۂ خویش
تعظیمِ ویم نہ از پئے اوست | کش دوست گرفتم از پئے دوست

سوز و گداز

(مجنوں کا نالۂ مستانہ)

ما ہیچ کسانِ کوئے یاریم | ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خصے ہم آہیم | نورے نہ و یارِ آفتابیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم | در زیرِ گلیم پادشائیم
بے منتِ تاج سرفرازیم | بے زحمتِ دیدہ عشق بازیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم | خانہ ز پئے نظارہ سوزیم
گنجے ست غم اندرونِ سینہ | مارا ست کلیدِ آں خزینہ

جانم ز فراق بر لب آمد | می آئی یا برون خرامد
گفتی کہ صبور شو بہ دوری | دوری ز تو وانگہے صبوری

خطاب بہ لیلیٰ ۱۲

بنمائے رُخ چو یاسمینم | بنواز بہ شربتِ پسینم
تیغم بزن آستاں بکن پاک | مگذار کہ بر درت شوم خاک
آسودہ مباد جانم آں روز | کز دودِ غمت نباشدم سوز
گیرم خوش و شادماں توان زیست | ہیہات کہ بے تو چوں توان زیست
سیلاب بلا بر آمد از فرق | کشتیم چہ سود چوں شدم غرق
بر سوزِ دلم کہ رستخیز ست | انگشت منہ کہ شعلہ تیز ست
ہر قطرۂ خوں بریں رُخِ زرد | پندار کہ چشمہ ایست از درد
مہرِ تو درا ستخوانِ من باد | دردِ تو دوائے جانِ من باد

(لیلیٰ کی زار نالی ویرانۂ عاشق سے مراجعت کے بعد)

باز م غمِ عشق در سر اُفتاد | بنیادِ صبوریم در اُفتاد
باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد | خود را بو بالِ من گرو کرد
باز م ہوَسے گرفت دامن | کز عقل نشاں نماند با من
باز ایں شبِ تیرہ جگر سوز | بر بست بروئے من در روز
خوں موج دروں بر سر آورد | طوفاں ز تنور سر بر آورد
دو دے کہ ز شوق در بر اُفتاد | از سینہ گذشت و بر سر اُفتاد

طاقت برسید چند جوشم — آتش بدرونہ چند پوشم

گیرم کہ بود بہ پردہ جایم — وز حجرۂ غم بروں نیایم

ایں خانہ شگاف نالۂ زار — پوشیدہ کجا شود بہ دیوار

آں راکہ درونہ چاک باشد — از پردہ دری چہ باک باشد

در مجلسِ عشق جام خوردن — و نگہہ غمِ ننگ و نام خوردن

دستِ من و آستینِ یارم — گو خلق کنند سنگسارم

شوریدہ کہ غرقِ حال باشد — رُسوا شدنش جمال باشد

ہر کبک دری بہ تیز گامی — بر لالہ و گل بہ خوش خرامی

مسکیں منِ مستمندِ دل تنگ — محبوسِ بلا چو لعل در سنگ

اے دوست کہ بے منی و با من — آتش زدہ یا توئی و یا من

زارم ز غمت عظیم زارم — دستے کہ ز دست رفت کارم

گر گر د زمانہ بے وفائی — بارے تو مکن کہ آشنائی

ما نطعِ حیات درنوشتیم — تو دیر بزی کہ ما گذشتیم

حقائق و معارف مجنوں لیلیٰ اگرچہ ایک عشقیہ داستان ہے لیکن امیر خسرو کی دقیقہ سنجی نے جابجا اُس میں ایسے معارف درج کر دیئے ہیں جو ایک کامیاب زندگی اور رفعتِ مرتبہ کے واسطے دستور العمل بن سکتے ہیں۔

(کمالِ انسانی ہمت و علم پر منحصر ہے)

لیکن نبود حیاتِ جاوید — تا سر نکشی بہ ماہ و خورشید

واں راست باوجِ آسماں سر | کز جوہرِ علم یافت افسر

(علم سطحی و سرسری نہو بلکہ عمیق و کامل ہونا چاہیئے)

آں نیست نشانِ علمِ والا | کز خلق بری بہ حیلہ کالا
علم آں باشد کہ کند پاک | نے زرقِ مُزوّرانِ چالاک
آں تختہ درست کن بہ تکرار | تا آگہ شوی از نہایتِ کار

(مرد بننے کی کوشش کرنی چاہیئے)

چوں مرد بگرد و مردمی گرد | نے ہیچو بخیلِ ناجوانمرد
سرمایۂ مردمی مکن کم | کز مردمی ست قدرِ مردم

(دوست اور دوستی)

تا پا نہ نہی بدستیاری | از دوست مخواہ دوستداری
یارے کہ بجاں نیاز نمائی | در کارِ خودش مدہ روائی
صد یار بود بہ نان شکلے نیست | چوں کار بجاں فتد یکے نیست

(آسودگی دل کا راز)

خواہی کہ نگردی آرزومند | می باش بہر چہ ہست خورسند
پویاں حریص روئے زرد ست | خورسندیِ دل صلائے مرد ست

(عزت ہمت کا ثمرہ ہے)

خواہی شرف و بزرگواری | میکوش بہمتے کہ داری

کاں تن کہ بہمتے سرشتہ است | مردم نگری سُلے فرشتہ است

فی الجملہ بہر چہ دست یابی | ہمّت چو قوی بود برآئی

(بے اصول کام بیکاری سے بدتر ہی)

بے بہرہ کہ کار کردنش جوست | بیکار ترینِ مرد ماں اوست

(سُستی ارادہ کو بھی سُست کر دیتی ہے)

آں خواجہ کہ کاہلی ست خویش | کاہل ترا ز دست آرز ویش

(جو کام کرو کوشش کے ساتھ کرو)

ہر گہ کہ علم شدی بہ کارے | در غایتِ آں بکوش بارے

(تھوڑی اچھی چیز بہت سی بُری سے بہتر ہے)

یک شاخ کہ میوہ دہد تر | بہتر ز ہزار باغِ بے بر

یک بلبلِ خوش نوائے و دلکش | بہتر ز دو صد کلاغِ ناخوش

(اچھّا لکھو اگرچہ تھوڑا ہو)

آں بہ کہ چو نکتہ سگالی | حرفے نبود ز نکتہ خالی

نے چوں حبشی کہ از تباہی | نورے نہ وعالم سیاہی

جو لوگ بے معنی دفتر سیاہ کرتے ہیں اُن کی تحریروں کی تشبیہ حبشی سے کیا خوب ہی - ع

نورے نہ وعالم سیاہی

حفظِ مراتب امیر خسرو کو دقیقہ سنجی و واقعہ نگاری کا جو ملکہ مبدءِ فیاض سے عطا ہوا تھا اُس کی جانب ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں۔ اسی صفت کا اثر ہی کہ اُن کے کلام میں حفظ مراتب کا پہلو نمایاں ہی اور اُن کا قلم کبھی دائرۂ اعتدال سے باہر نہیں جاتا۔ سب سے زیادہ لغزش گاہ پیر کی مدح ہی۔ زورِ مبالغہ کبھی حدِّ رسالت سے ٹکرا دیتا ہی اور کبھی سدِّ الوہیت سے۔ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے ساتھ جو جوشِ عقیدت امیر خسرو کو تھا اور جو شفقت حضرت کو اُن کے حال پر تھی وہ یادگارِ زمانہ ہی۔ تاہم مدحِ مُرشد میں پورا لحاظ حفظِ مرتبہ کا رکھا ہی۔ اور ایک لفظ قلم سے ایسا نہیں نکلا جو اس دائرہ سے باہر ہو مع ہذا پیر کی مدح میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی۔ غالباً یہ مدح نمونۂ مدح کہی جا سکتی ہی۔

چوں گوہرِ مدحِ خواجہ سفتم	از غیب شنیدم آنچہ گفتم
اکنوں قدرے دُرِ معانی	ریزم بسرِ جنیدِ ثانی
قطبِ زمین و پناہِ ایماں	سرجملۂ جملۂ کریماں
در شرع نظامِ دینِ احمدؐ	یعنی کہ نظامِ دیں محمدؐ
در حُجرۂ فقر بادشاہے	در عالمِ دل جہاں پناہے
بر خاک ز رحمت آسمانے	بر چرخ ز دولت آستانے
بر مہ ز گلیم بُردہ رایت	سلطانِ ممالکِ ولایت
شاہنشہ بے سریر و بے تاج	شاہانش بہ خاکِ پائے محتاج

در پردۂ غیب محرم راز	وز رازِ سپہر کیسہ پرداز
در عالمِ وحدت ایستادہ	بر ہر دو جہاں قدم نہادہ
از خواجگی آستیں کشیدہ	در پایۂ بندگی رسیدہ
بیناترِ جملہ پاک بیناں	بیدار ترین شب نشیناں
ہر شب کہ رود بریں کہن بام	بر فرشِ فرشتگاں زند گام
در پیش دوند جملہ مشتاق	گویند بہ عرش قُم علی السّاق
مسندِ زسپہر برترش باد	خسرو چو ستاں چاکرش باد

تشبیہ | شاعری کے کمالات میں سے خوبی تشبیہ بھی ہی۔ تشبیہ کا حسن یہ ہی کہ واضح ہو اور بدیع یعنی جس کی تشبیہ ہو اُس کا پورا نقشہ کھینچے۔ اسی کے ساتھ ندرت کا پہلو لئے ہوئے ہو۔ امیر خسرو نے مجنوں لیلی میں بہت سی نادر تشبیہیں پیدا کی ہیں بعض نمونے اوپر درج ہو چکے ہیں۔ چند اب لکھے جاتے ہیں۔ جانباز دلاور جب میدان میں حملہ آور ہوتا ہی تو اس پھرتی اور سبک دستی سے ہر سمت حملہ کرتا ہی کہ اس کی تلوار شعلۂ جوّالہ بن جاتی ہے۔ دیکھنے والوں کو یہ معلوم ہوتا ہی کہ ایک ہی وقت میں چاروں طرف ہاتھ مار رہا ہی۔ امیر خسرو اپنے بھائی کے حملوں کا بیان فرماتے ہیں:

روا ز ہمہ سو برزم چوں تیغ
تیغ از ہمہ رو چو برق در میغ

علاوہ خوبی تشبیہ دونوں مصرعوں کا تقابل اور تیغ کی الٹ پلٹ قابل داد ہے۔

لیلیٰ مجنوں ایک مرتبہ خوبیِ تقدیر سے باہم ملتے ہیں، لیکن پاکبازی و پاک دلی کے ساتھ

دو صبح بہم رسیدہ از دور
دو مشعل را یکے شدہ نور

چونکہ دونوں سوختہ جاں تھے اس لیے مشعل کی تشبیہ حسبِ حال ہے۔

مراجعتِ لیلیٰ کے بعد مجنونِ سوختہ اختر تمام شب تپشِ غم کے ہاتھوں نیم مُردہ ہی رہا۔

نے مُردہ نہ زندہ بود تا روز
چوں نم زدہ مشعلِ جگر سوز

تیل میں پانی ملجائے تو اُس کے اثر سے مشعل بحالتِ نیم سوختگی سخت شورش و پراگندگی کے ساتھ جلتی ہے۔ یہی حال مجنوں کا تھا۔ کمال تشبیہ یہ ہے کہ مشعل شب کو جلتی ہے، مجنوں بھی رات ہی کے وقت آتش فراق میں جل رہا تھا۔

فرطِ غم واندوہ سے لیلیٰ کے نازک رخساروں پر چھائیاں پڑگئی ہیں:

نے کلف کہ سایہ بُد بمہتاب
نے نے غلطم کہ سایہ بر آب

رُخسارِ نازک کی چھائیں پانی پر سایہ، یہ نازک خیالی امیر خسرو کا حصہ ہے۔

سراب کی تشبیہ:

در دشت سرابہائے کیں توز
چوں وعدۂ سفلگاں جگر سوز

جاں بلب پیاسا پانی سمجھکر سراب پر بامید سیرابی پہنچتا ہی اور وہاں دیکھتا ہے کہ پانی نہیں ریگ موج زن ہی۔ جو صدمۂ مایوسی اُس کے دل کو پہنچتا ہے وہی اُس شخص کے دل کو پہنچتا ہی جو وفائے وعدہ کی اُمید پر سفلہ کے پاس جاتا اور اُس کی وعدہ خلافی سے خونِ جگر پیتا ہی۔ مجنوں اپنی ناقدری کا شکوہ کرتا ہی:

بے قیمت وقدر و خوار و کاہاں

چوں مرکبِ کورِ بادشاہاں

دیکھو کیسی تشبیہ تام ہی۔ مشبّہ کی چاروں صفات "بے قیمت وقدر و خوار و کاہاں" مشبّہ بہ میں اعلیٰ پیمانہ پر موجود ہیں۔ بادشاہ کی سواری کا گھوڑا اندھا ہو جائے تو ہمیشہ خوار و زار رہتا ہی۔ معمولی گھوڑا ہو تو مار دیا جائے۔ وہ نہ مارا جاتا ہے نہ کچھ قدر ہوتی ہی اور نہ پیٹ بھر کر کھانا ملتا ہی۔ یوں ہی کس مپرسی و لاغری میں ایّام زندگی پورے کرتا ہی۔

لیلیٰ کے دفن کی تشبیہ:

گریاں جگرِ زمیں کشادند

واں کانِ نمک درو نہادند
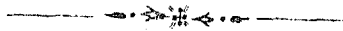
"جگرِ زمین" اور "کانِ نمک"۔ للہ درّ قائلہ۔

مجنوں لیلیٰ کا مقابلہ لیلےٰ مجنوں (۱) مولٰنا نظامی گنجوی (۲) مُلّا ہاتفی ہروی اور (۳) مُلّا مکتبی شیرازی کے ساتھ

مولٰنا نظامی، امیر خسرو

مقابلے سے پہلے یہ اظہار ضروری ہو کہ مقابلۂ کلام میں اگر اشعار امیر خسرو کو مولٰنا نظامی کے اشعار پر ترجیح دی جائے تو اُس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ مولانا کے پایۂ بلند میں کچھ فرق آتا ہو۔ مثنوی میں مولٰنا نظامی کا مرتبہ امیر خسرو سے بلند ہو۔ اور اس کو خود امیر نے اس بلند آہنگی سے ظاہر کیا ہے کہ مولانا نظامی کا بڑے سے بڑا مداح اس سے بڑھکر بیان نہیں کرسکتا۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ مولانا نظامی کا کل کلام امیر خسرو کے تمام کلام سے افضل ہو۔ مثنوی مجنوں لیلیٰ میں کلام خسروی کی برتری صاف عیاں ہو۔ میں اپنی فہم وادراک کے موافق موازنہ کرکے فرقِ کلام آزادانہ ظاہر کردونگا۔

مقابلے کے واسطے وہ اشعار انتخاب کئے گئے ہیں جو ہم قافیہ یا ہم مضمون ہیں۔ اس طرح پورا موقع مقابلہ کا ہو۔ موازنہ دو طرح ہوسکتا ہو۔ اوّلاً مجموعۃً، ثانیاً انفراداً۔

مجموعی مقابلے کے لئے پہلے مولانا نظامی کا کلام پڑہو اور بار بار پڑہو۔ اور جب پڑھ چکو تو غور کرو کہ دل پر کیا اثر ہوا۔ تمہارے دل پر متانت و بلاغت کلام کا اور مضامین کی بلندی و رزانت کا اثر پڑے گا اور تم کہہ اُٹھوگے کہ ضرور یہ

ایک قادر الکلام اُستاد کا کلام ہی۔ اس کے بعد امیر خسرو کے اشعار اسی انداز سے پڑہو اور سوچو۔ متانت و فصاحت کلام اور بلندی و خوبی مضامین کے ساتھ ساتھ درد کی چاشنی پاؤگے اور تمہارا دل شہادت دیگا کہ یہ ایک درد آشنا دل کی صدا ہی۔

اوّل حمد کو لیجئے۔

حمد

امیر خسرو	مولانا نظامی
اے دادہ بہ دل خزینۂ راز	اے نام تو بہترین سرآغاز
عقل از تو شدہ خزینہ پرداز	بے نامِ تو نامہ کی کنم باز
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	اے کارکشائے ہرچہ ہستند
نامِ تو گرہ کشائے ہر کار	نامِ تو کلیدِ ہرچہ بستند
اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی	اے ہست کنِ اساسِ ہستی
از نیست پدید کردہ ہستی	کوتہ ز درت دراز دستی
اے چار بساط و ہفت پردہ	اے ہفت عروسِ نہ عماری
بر ہفت عروس عقد کردہ	بر درگہِ تو بہ پردہ داری
ہرچہ از تو گماں برم بہ چونی	اے آنکہ نہ بر طریقِ چونی
آں من بوم و تو زاں برونی	دانائے درونی و برونی
اے دیدہ کشائے دور بیناں	اے سرمہ کشِ بلند بیناں
سرمایہ دہِ تہی نشیناں	درباز کنِ دروں نشیناں

مولنا نظامی

صاحب توئی آں دگر گدا ام اند
سلطان توئی آں دگر غلام اند
اے بر ورقِ تو درسِ ایّام
ز آغاز رسیدہ تا بانجام
اے واہب عقل و باعث جاں
با حکمِ تو ہست و نیست یکساں
اے امرِ ترا نفاذِ مطلق
از امرِ تو کائنات مشتق
راہِ تو بہ نورِ لایزالی
از شرک و شریک ہر دو خالی
در صنعِ تو کامد از عدد بیش
عاجز شدہ عقلِ علّت اندیش
گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی
ہفتاد گرہ بدو کشادی
ترتیبِ جہاں چنانچہ بایست
کردی بہ مناسبتے کہ شایست

امیر خسرو

قادر توئی آں دگر چہ باشد
منعم توئی آں دگر کہ باشد
وز تربیتِ تو یافت ایّام
پیرایۂ صبح و زیورِ شام
بود ہمہ گشتہ از تو موجود
حکمِ تو رواں بہ بود و نابود
اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
شرکت نبرد بہ ملک راہے
خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے
باریکیِ حکمتت کہ داند
کز کُن مکُنِ تو نکتہ راند
دعویٰ گریِ ہمہ بہ پیچ
در محکمۂ قضائے تو ہیچ
عالم ز تو شد بہ حکمت آباد
حکمت ز تو یافت آدمی زاد

امیر خسرو	مولنٰا نظامی
در کارِ تو آسمان زبونے	بے کوکہن زکاف ونونے
وز کلکِ تو کون کاف ونونے	کردی چو سپہر بیستونے

انفرادی مقابلہ۔ مطلع مولنٰا نظامی کا بہت بلند و اعلیٰ ہے۔ پہلا مصرع دلیل دوسرا دعوی۔ "سرآغاز" کا لفظ کس قدر مناسب موقع ہے۔ دوسرا مصرع

بے نامِ تو نامہ کے کنم باز

جتنی بار پڑھو گے نام اور نامہ کی تجنیس تازہ لطف دے گی۔ امیر خسرو کے مطلع میں ایک خاص خوبی ہے۔ داستان عشق و حُسن کے مناسب خزینہ راز ہے اور قصۂ مجنوں کے ساتھ خزینہ پردازیِ عقل صنعتِ تضاد۔ مولنٰا نظامی کا مطلع ہر مضمون کی مثنوی کا سرنامہ ہو سکتا ہے۔ امیر خسرو کا مطلع صرف داستانِ عشق کا طُرّہ دستار بن سکتا ہے۔

امیر خسرو		مولنٰا نظامی
اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار	(۲)	اے کار کشائے ہر چہ ہستند
نامِ تو گرہ کشائے ہر کار		نامِ تو کلید ہر چہ بستند

امیر خسرو کا شعر بہتر ہے مولنٰا نظامی کے پورے شعر کا مضمون امیر خسرو کے دوسرے مصرع میں آگیا "کار کشا" سے "گرہ کشا" زیادہ بلیغ ہے۔ گرہ کشائی مشکل کشائی پر دال ہے لہٰذا اُس سے اظہار قدرت بیشتر ہوگا۔

امیر خسرو کا پہلا مصرعہ "اے تو بہین صفت سزا وار" مضمون و بندش دونوں میں لاثانی ہی۔ اور البتہ مع لجمیع صفات الکمال کی پوری تفسیر۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

اے ہست کُن اساسِ ہستی (۳) اے قدرتِ تو بہ چیرہ دستی

کوتہ ز درت دراز دستی — از نیست پدید کردہ ہستی

مولنا نظامی کے اوّل مصرعہ کا مضمون امیر خسرو کے شعر میں زیادہ بلیغ انداز میں موزوں ہوا ہی۔ قدرت اور چیرہ دستی سے کلام میں خاص زور پیدا ہو گیا جو حسب حال ہی۔ نیست سے ہستی کا پیدا کر دینا قدرت کا اظہار بمقابلہ اساسِ ہستی کو ہست کرنے کے زیادہ کرتا ہی۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

اے ہفت عروسِ نہ عماری (۴) اے چار بساط ہفت پردہ

بر درگہِ تو بپردہ داری — بر ہفت عروس عقد کردہ

مولنا نظامی کے یہاں مضمون زیادہ صفائی سے بندھا ہی۔ ہفت عروس و نہ عماری کے واسطے پردہ داری بہت مناسب ہی۔ سبعہ سیارہ کی جانب جو تصرفات و احکام نجوم منسوب ہیں ان کے لحاظ سے بھی پردہ داری بہت موزوں ہی۔ امیر خسرو کے یہاں چار بساط، ہفت پردہ، ہفت عروس، تین عدد جمع ہیں۔ مولنا نظامی کے یہاں صرف دو، ہفت عروس و نہ عماری۔ امیر خسرو کے شعر میں لفظ عقد عروس کے

نہایت مناسب ہی۔

امیر خسرو | مولنانظامی

اے آنکہ نہ بر طریق چونی (۵) ہرچہ از توگمان برم بچونی

دانائے درونی و برونی | آں من بوُم و توزاں برونی

مولنا نظامی نے سادہ مضمون بیان فرمادیا ہی۔ امیر خسرو ایک دقیق فلسفہ پیدا کرتے ہیں یعنی جو بھی تصورِ اعلیٰ سے اعلیٰ ذات باری تعالیٰ کا ہم اپنے ذہن میں قایم کریں وہ ہمارے دماغ کی ایجاد ہوگا نہ ذات باری کا ادراک۔ لہذا وہ ایک ناقص ہستی کا ادراک وتصور ہوگا، نہ کامل واجب الوجود کا۔ "آں من بوم" پر غور کرو۔ ظلوم وجہول انسان بڑی کاوش سے ایک مفہوم ذات باری کا قایم کرتا ہی اور اُس پر بزعم خود بڑے سے بڑے نتائج لیکن یہ نہیں سمجھتا کہ اس پردہ میں وہ خود چھپا ہوا ہی اور خود اپنے ہی بابتہ احکام صادر کررہا ہی۔ جو بیچون ہے وہ چگونگی میں کس طرح سما سکتا ہی۔ اس راہ میں کیسے کیسے مدعیان خرد نے ٹھوکریں کھائی ہیں ۔

امیر خسرو | مولنانظامی

اے سُرمہ کشِ بلند بیناں (۶) اے دیدہ کشائے دُوربیناں

در باز کُنِ دروں نشیناں | سرمایہ دہِ تہی نشیناں

اہلِ معرفت کو جو فیض مبدءِ فیاض سے پہنچتا ہی اُس کا ذکر ہی۔ امیر خسرو کا شعر بلند پایہ ہی۔ سرمہ کش، اور دیدہ کشائے کو اوّل دیکھو۔ صفاتی وعارضی قوت اور ذاتی قوت کا

فرق ہے۔ جو آنکھ سُرمہ کی مدد سے دیکھے وہ اُس آنکھ کو کہاں پہنچ سکتی ہے جو خود اپنی
قوت سے دیکھے۔ اس کے بعد بلندیں اور دوربیں کے فرق پر غور کرو۔ بلندبیں
شان رفعت کو ہویدا کرتا ہے۔ عارف شش جہت میں نگاہ سے مطلوب کا جلوہ دیکھتا
ہے اور اُس کی نظر میں فوق و تحت سب یکساں ہے۔ در باز کن اور سرمایہ دہ کا فرق
بھی ملاحظہ ہو۔ در کھول دینے سے یہ حاصل ہے کہ نظارہ گاہ پیش نظر ہے، اہل بصر
اپنی نظر سے کام لیں۔ سرمایہ دہ سے یہ مُراد ہے کہ نظارہ اور توفیق نظارہ سب
اُسی طرف سے ہے۔ نظارہ گاہ کے ساتھ قوت نظارہ بھی اُسی طرف سے آتی ہے۔
سرمایہ دہ سے فیض ذاتی مفہوم ہوتا ہے۔ دروں نشین و تہی نشین، دروں نشین میں
زیادہ سے زیادہ خلوت نشینی کا مفہوم ہے۔ تہی نشین میں احتیاج و افلاس ہے جو
در کریم پر پہلا ذریعہ حصول فیض کا ہے۔ نظر کو مزید وسعت دو۔ جو خودی سے تہی
ہوکر اور فنا کے مراتب طے کرکے سرحد بقا پر پہنچے اُس کی کامیابی اور رسائی
کہاں تک پہنچے گی۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
قادر توئی آں دگر چہ باشد	(۷)	صاحب توئی آں دگر کدام اند
منعم توئی آں دگر کہ باشد		سلطاں توئی آں دگر غلام اند

مولانا نظامی کا شعر صاف بلند پایہ ہے۔ ع "سلطاں توئی آں دگر غلام اند" کو
امیر خسرو کا کوئی مصرعہ نہیں پہنچتا۔

مولٰنا نظامی

اے برورقِ تو درسِ ایّام (۸)

زآغاز رسیدہ تا بانجام

امیر خسرو

وز تربیتِ تو یافت ایّام

پیرایۂ صبح و زیورِ شام

مولٰنا نظامی نے سادہ الفاظ میں یہ مفہوم ادا فرمایا ہے کہ زمانہ باآں ہمہ امتداد میں اس قدر وسعت رکھتا ہے کہ اُس کے سارے واقعات کی سرگزشت کتاب قدرت کے صرف ایک ورق پر ثبت ہے۔ امیر خسرو تغیر مضمون کے ساتھ زیادہ دلکش الفاظ میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ عالم کی دلکش نیرنگیاں یدِ قدرت ہی کی بخشی ہوئی ہیں۔

ع پیرایۂ صبح و زیورِ شام

کیسا دلآویز مصرع ہے۔ صبح کا نورانی لباس شام کا مرصّع زیور تخیل کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ مولٰنا نظامی کے شعر سے درسِ ایّام کا وقوع ثابت ہوتا ہے اور بس، نتیجۂ تعلیم نہیں معلوم ہوتا۔ امیر خسرو کے شعر سے درس و نتیجۂ درس دونوں ظہور پزیر ہیں۔

مولٰنا نظامی

اے واہبِ عقل و باعثِ جاں (۹)

با حکمِ تو ہست نیست یکساں

امیر خسرو

بود ہمہ گشتہ از تو موجود

حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

مولٰنا نظامی نے صرف عقل و جان کے عطا و ایجاد کا تذکرہ فرمایا ہے، نیز یہ کہ حکم ربّانی وجود و عدم دونوں پر یکساں نافذ ہے۔ امیر خسرو تمام مخلوق کا ایک ذرۂ

لفظ ہمہ میں انحصار کرکے وسعتِ قدرت دکھاتے ہیں جس طرح ایک مصوّر تل کی برابر نقطہ میں ایک شہر کا منظر نمایاں کر دیتا ہے۔ دوسرے دونوں مصرعے مقابل پڑھو:

ع باحکم تو ہست و نیست یکساں

ع حکمِ تو رواں بہ بود و نابود

امیر خسرو کا مصرع زیادہ چست اور زور دار ہے۔ حکمِ الٰہی کا نفوذ و نفاذ جس قوت کے ساتھ امیر خسرو نے ظاہر کیا ہے وہ مولٰنا نظامی کے لفظوں میں نہیں ہے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
اے امر ترا نفاذِ مطلق	(۱۰)	اے حکمتِ تو بہ امرِ مطلق
از امرِ تو کائنات مشتق		عالم ز دو حرف کردہ مشتق

مولٰنا نظامی کے اوّل مصرع سے امرِ الٰہی کا محض نفاذ علی الاطلاق عیاں ہوتا ہے۔ امیر خسرو کے مصرع میں امرِ مطلق کا عین حکمت ہونا بھی بیان ہوا ہے، اور یہی شانِ عدل ہے۔ مولٰنا نظامی کے پورے مصرع کا مضمون امیر خسرو کے ان دو لفظوں میں آگیا امرِ مطلق۔ از امرِ تو کائنات مشتق میں وہ لطف نہیں جو عالم ز دو حرف کردہ مشتق میں ہے۔ صرف دو حرف سے سارے عالم کا مشتق ہو جانا قدرت پر زیادہ دلالت کرتا ہے بہ مقابلہ عظیم الشان امرِ الٰہی سے مشتق ہونے کے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
راہِ تو بہ نورِ لایزالی	(۱۱)	شرکت نبرد بملک راہے
از شرک و شریک ہر دو خالی		خاصہ کہ بملک چوں تو شاہے

مولنا نظامی کے شعر کا پایہ بہت بلند ہی۔ نورِ لایزالی نے جو برقی قوت مولنا نظامی
کے کلام میں پیدا کی ہی اُس کا عشرِ عشیر بھی امیر خسرو کے شعر میں نہیں ہی۔ امیر خسرو نے
شاہانہ غیرت کی بنیاد پر شرکت کی نفی کی ہی۔ مولنا نظامی جلال ربّانی کی برقِ خرمن سوز
سے شریک و شرکت دونوں کی ہستی کو مٹاتے ہیں۔ وَبَیْنَهُمَا بَوْنٌ بَعِیْد۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
باریکیِ حکمت کہ داند	(۱۲)	در صنعِ تو کامد از عدد بیش
کز کُنِ کُنِ تو نکتہ راند		عاجز شدہ عقلِ علت اندیش

مولنا یہ بیان فرماتے ہیں کہ تیزی بے شمار صنعت عقلِ علت اندیش کے عجز کا سامان
ہی۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چونکہ حکمتِ الٰہی کی باریکی کو پہنچنا محال ہی اس لیئے اُس کے
امر و نہی میں کون عقل کو دخل دیسکتا ہے۔ اس طرح دعویٰ دلیل سے ثابت ہو گیا۔
اس کے علاوہ مولنا نظامی کے مضمون سے واضح ہوتا ہی کہ بے شمار صنعت کو دیکھکر
عقل عاجز ہوتی ہی۔ امیر خسرو باریکیِ حکمت کو سبب عجز قرار دیتے ہیں جو ذرّہ ذرّہ میں
عیاں ہی لہذا ہر ذرّہ عجزِ عقل کے لیئے کافی ہی۔

امیر خسرو		مولنا نظامی
دعویٰ گری ہمسر پر پیچ	(۱۳)	گر ہفت گرہ بہ چرخ دادی
در محکمۂ قضائے تو ہیچ		ہفتاد گرہ بدو کشادی

مولنا نظامی فرماتے ہیں آسمان میں اگر سات گرہیں (سبعہ سیّارہ) دستِ قدرت نے

لگا دی ہیں تو اُن کے ذریعے سے ستّر گرہیں کھول دی ہیں۔ یعنی آبائے علوی کے جو تصرفات عالم میں جاری ہیں اُن سے ہزاروں کام ہو رہے ہیں۔ یا احکام نجوم کی جانب اشارہ ہو۔ سات گرہ دے کر ستّر گرہیں کھول دینا پُرلطف مضمون ہے لفظی رعایت پر خیال کرو تو بد و بکشادی میں دو کا لفظ ہفت و ہفتاد کے مناسب ہے۔ امیر خسرو کا مضمون اس سے بلند تر ہے۔ فرماتے ہیں کہ حکم الٰہی کے سامنے آسمان کیا چیز ہے محض ہیچ اور ناچیز۔ لہذا عظمتِ الٰہی کا اظہار امیر خسرو کے شعر میں زیادہ ہے۔ سپہر کے ساتھ پر پیچ کا لفظ لطف خاص رکھتا ہے۔ نجومی اور فلکی آسمان کے جس چکر میں ہیں اُس سے آج تک بال بھر بھی نہیں نکلے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
عالم زتو شد بہ حکمت آباد	(۱۴)	ترتیبِ جہاں چنانکہ بایست
حکمت زتو یافت آدمی زاد		کردی بمثابتے کہ شایست

مولٰنا نظامی کے پورے شعر کا مضمون ایک مصرع میں امیر خسرو نے زیادہ شاندار الفاظ میں لکھ دیا ہے۔ چنانکہ بایست اور بمثابتے کہ شایست کا پورا مفہوم بہ حکمت آباد میں زیادہ بلیغ پیرایہ میں آگیا ہے۔ دوسرے مصرع میں امیر خسرو شرفِ انسانی کو نمونہ قدرت قرار دیتے ہیں۔ یہ مضمون مولٰنا نظامی کے شعر میں نہیں ہے۔

امیر خسرو		مولٰنا نظامی
در کارِ تو آسمان زبونے	(۱۵)	بے کوہکنی زکاف و نونے
وز کلکِ تو کون کاف و نونے		کردی چو سپہر بیستونے

عظمت و قدرتِ ربّانی کا جو اظہار ع "در کارِ تو آسماں زبونے" سے ہوتا ہے وہ ع
"در کردی چو سپہر بیستونے" سے نہیں ہوتا۔ مولٰنا نظامی فلک بیستون کی رفعت دکھا کر
عظمتِ قدرت ثابت فرماتے ہیں، امیر خسرو پستی و زبونی یعنی عظمتِ قدرت اس قدر
ہو کہ اُس کے سامنے عظمتِ آسمان کا تخیل بھی نہیں ہو سکتا ع "بے کوہکنی ز کاف و نونے"
سے معلوم ہوتا ہو کہ بلا دشواری قدرت نے سپہر سا بے ستون بنا دیا۔ کلامِ خسروی سے
ظاہر ہوتا ہو کہ قلم بر داشتہ کاف اور نون دو حرف لکھدیئے بس یہ قدرت کے روبرو
یہ کائنات ہو ساری کائنات کی (جس کا آسمان ایک جزو اقل ہو) اب تم خود سمجھ
لو کہ کونسا مضمون زیادہ آسانی ظاہر کرتا ہے۔ اس مقابلے سے ظاہر ہوتا ہے کہ
منجملہ پندرہ اشعار کے چار شعر مولٰنا کے افضل ہیں گیارہ امیر خسرو کے۔

مضامین خاصّہ

مولٰنا نظامی	امیر خسرو
اے ہیچ خلے نگشت زاوّل	اے بیش ز دانش خردمند
بے حجّتِ نام تو مسجّل	فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے خطبۂ تو تبارک اللّٰہ	اے سرِّ تو بستہ وہم را گوش
فیضِ تو ہمیشہ بارک اللّٰہ	در معرفتِ تو عقل بیہوش
اے ہر چہ رمیدہ و آرمیدہ	اے جاں بہ جسد فگندۂ تو
در کُن فیکوں تو آفریدہ	ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

مولانا نظامی

اے مقصد ہمتِ بلنداں
مقصودِ دلِ نیازمنداں
ہم قصۂ نانمودہ دانی
ہم نامۂ نانوشتہ خوانی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہاے مجروح
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردم کنِ آدمی و آدم
اے بندہ نواز بندگی دوست
زانِ تو جہان ز مغز تا پوست
بودی تو نہ چرخ و نے زمین بود
جز تو کہ تواند اینچنین بود
اندیشہ بہر بلندی و پست
بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بدامن
پس فرق چہ باشد از تو تا من
چون حکمِ تو گردد آشکارا
کس را بہ چرا و چون چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری
کز ہیچ کست نبود یاری

امیر خسرو

عاجز نہ اُز اساسِ ھمہ ساز

تا یار طلب کنی و انباز

قفلِ ہمہ را کلید بر تو

پنہانِ ہمہ پدید بر تو

اے خاک بران سری کز اخلاص

بر خاکِ عبادتت نشد خاص

مولنا نظامی کے اشعار خاص ہیں (یعنی جن کا مقابلہ امیر خسرو کے یہاں نہیں ہے)

یہ شعر بہت بلیغ و نادر ہے

اے خطبۂ تو تبارک اللہ | فیضِ تو ہمیشہ بارک اللہ

تبارک اللہ و بارک اللہ کا مقابلہ دیکھو۔ تبارک اللہ اشارہ ہے فَتَبَارَكَ اللّٰہُ اَحسَنُ الخَالِقِین

کی طرف۔ ماشاء اللہ کیا بلیغ خطبہ ہے۔ یہ اشعار بھی بہت خوب ہیں:

اے ہیچ خطے نشد ز اوّل | بے حجّتِ نام تو مسجّل

اے ہر چہ رمیدہ و آرمیدہ | در کن فیکون تو آفریدہ

امیر خسرو کے اشعارِ خاص تعداد میں زیادہ ہیں۔ اشعار ذیل میں اُن کا خاص درد و

نیاز کا رنگ ہے

اے خالقِ جسم و صانعِ روح | مرہم نہ سینہائے مجروح
اے بندہ نواز بندگی دوست | زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست
اے خاک براں سر کہ ز اخلاص | بر خاکِ عبادتت نہ شد خاص

اس رنگ کے اشعار مولانا نظامی کے یہاں نہیں ہیں۔ اشعار ذیل کی معرفت ملاحظہ ہو

اے بیش ز دانشِ خرد مند | فرمانِ تو نطق را زباں بند
اے سرِّ تو بستہ وہم را گوش | در معرفت تو عقل بیہوش
اے نور دہِ چراغِ عالم | مردم کنِ آدمی و آدم
بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود | جز تو کہ تواند اینچنیں بود
چوں حکم تو گرد آشکارا | کس را بہ چرا و چوں چہ یارا
کردی بہ ازل تمام کاری | کز ہیچ کست نبود یاری
عاجز نہ از اساس ہر ساز | تا یار طلب کنی و انباز
اندیشہ بہر بلندی و پست | بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دستِ منت رسد بہ دامن | پس فرق چہ باشد از تو تا من

آخر کے دو شعروں میں اُس غلطی کی اصلاح کی ہے جس میں فکر انسانی اپنے منتہائے کمال پر پہنچکر مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب وہ کُنہ واجب الوجود کے ادراک سے عاجز آجاتی ہے تو انکار کی جُرأت کر بیٹھتی ہے۔ امیر خسرو فکر نارسا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ ادراک نہو سکے تو انکار نہ کر بلکہ یہ سمجھ لے کہ مادی مخلوق اور ذات

مجرد کا فرق مستلزم عدم ادراک ہے۔ عدمِ ادراک عدمِ وجود کو مستلزم نہیں۔

مُناجات

مولانا نظامی

عقل آبلہ پائے و کوئے باریک
وانگاہ رہے چو موئے باریک
توفیق اگر نہ رہ نماید
ایں قفل بہ عقل کے کشاید
اے عقلِ مرا کفایت از تو
جُستن ز من و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانیِ بار
طاقت نہ۔ چگونہ باشد ایں کار
میکوشم و در تنم تواں نیست
کاز رم تو ہست باک ازاں نیست
گر لطف کنی و گر کنی قہر
پیشِ تو یکیست نوش تا زہر

امیر خسرو

اے عذر پذیر عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع بر گناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست
آں راکہ تو افگنی بہر زیست
برداشتنش بباز وئے کیست
ہم رحمت تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را دہد دست
دستے کہ فتادِ نفس خود رائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار ز خاکِ رہ کہ پستم
از دست رہا مکن کہ مستم
ہر چند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست درخورد

مولانا نظامی

شک در دلِ من بود کا سیرم
کز لطف زیم ز قہر میرم
گر قہر سزائے ماست آخر
ہم لطف برائے ماست آخر
تا در نفسم کفایتے ہست
فتراک تو کے گزارم از دست
وانگہ کہ نفس بآخر آید
ہم خطبۂ نام تو سراید
واں لحظہ کہ مرگ را بسیچم
ہم نام تو در حنوط پیچم
چوں گرد شود وجودِ پستم
ہر جا کہ روم ترا پرستم
احرام گرفتہ ام بکویت
لبیک زناں بہ جستجویت
احرام شکن بسی ست زنہار
ز احرام شکستنم نگہ دار

امیر خسرو

با اینہمہ گر بریزی این خاک
نقصان چہ بود بہ عالمِ پاک
نزدیکِ خودم بخواں بداں نور
کز خود ابدالابد شوم دور
از یادِ خودم کن آنچناں شاد
کز ہستیِ خود نیایدم یاد
جانم رساں کز اوجِ اخلاص
دیوم بفرشتگی شود خاص
در گلشنِ قدس کن نہالم
مگذار بہ گلخنِ و بالم
آں بخش کہ از توام دہد یاد
واں دہ کہ براہِ تو تواں داد
خواہم بستایشِ تو بودن
من خود چہ توانمت ستودن
ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم
در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم

مولنا نظامی

من بیکس و رخنہا نہانی
ای بے کس بیکساں تو دانی
یک ذرہ ز کیمیائے اخلاص
گر بر مسِ من نہی شود خاص
آنجا کہ دہی ز لطف یک تاب
زر گرد د خاک۔ دُر شود آب
پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم
افلاسِ تہی شفاعت آرم
تا غرق نشد سفینہ در آب
رحمت کن و دستگیر و دریاب
ہستم بہ عنایتِ الٰہی
آنجا قدمم رساں کہ خواہی
از ظلمتِ خود رہائیم دہ
با نورِ خود آشنائیم دہ
بردار مرا کہ اوفتادم
از مرکبِ جہد خود پیادم

امیر خسرو

تا گوید ذکرِ تو بہ تمییز
تنہا نہ زباں کہ جان و دل نیز
بہ گر ندہی بہیچ سانم
آں جاں کہ بخویش زندہ مانم
آں چشم دہم کہ بیش بیند
عفوِ تو و جرمِ خویش بیند
آں پردہ کشا کہ باریابم
در پردہ صلاحِ کار یابم
پیداست کہ نیست از ہمہ ہست
نقدیم بجز امید بر دست
افلاس ببیں و از سرِ جود
بکشائے خزینہائے مقصود
گیرم کہ نیم بلطف در خور
آخر نہ کہ بندہ ام بریں در
گر رحمتِ تست بر نکوزیست
رحمت کنِ بندگانِ بد کیست

مولٰنا نظامی

روزیکه مرا ز من ستانی
ضایع مکن از من آنچه دانی
وانگه که مرا به من دهی باز
یک سایهٔ لطف بر من انداز
آن سایه که از چراغ دورست
آن سایه که آن چراغ نورست
تا با تو چو چراغ نور گردم
چون نور ز سایه دور گردم
بی یادِ تو ام نفس نیاید
با یادِ تو یادِ کس نیاید
گر تن حبشی سرشتهٔ تست
در خط ختنی نبشتهٔ تست
گر باز بدا درم نشانی
ای داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

چون زانِ توئیم پاک و ناپاک
هم تو بکرم نگر درین خاک
آخر نه گلم سرشتهٔ تست
نیک و بدِ من نوشتهٔ تست
چون من رقمم از تو می پذیرم
گر نامه سیه بود دگیرم
جرم منگر که چاره سازی
طاعت مطلب که بی نیازی
گر فضلِ تو رحمتی نه ریزد
از طاعتِ چون منی چه خیزد
فردا که ز بنده راز پرسی
ناکردهٔ و کرده باز پرسی
چون میدانی بکار سستم
شرمنده مکن بباز جستم
از رحمتِ خویش کن درم باز
بی آنکه ز کرده پرسیم باز

امیر خسرو

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور
از ظلمتِ راہِ من مکن دور
روشن کن ازاں نمط رہم را
کاری بسحر شبانگہم را
زینساں کہ امید دارم از تو
خواہش بجُز ایں ندارم از تو
کاندم کہ دمم زتن برآید
با نامِ تو جانِ من برآید
در حجلۂ قدس بخش جایم
تا با تو بجانبِ تو آیم
آں راہ نما بمن نہانی
کاندر تو رسم دگر تو دانی

مناجات کے تین جز ہیں جو خود خالق اکبر نے سورۂ فاتحہ کے ذریعے سے تلقین فرمائے ہیں۔ اوّل ستایش، دوم نیایش، سوم گزارش۔ ستایش کا حصہ زیادہ تر حمد میں ختم ہو لیتا ہے۔ مناجات کے لئے نیایش و عرض حال دو جز رہ جاتے ہیں۔ نیایش کی جان عجز و شکستگی ہے

گزارشِ مدعا کی نسبت یہ دیکھنا ہے کہ بارگاہِ عالی میں کیا مُدعا پیش کیا۔ ستایش کے نمونے تم کافی دیکھ چکے۔ اب نیایش وگزارش کی کچھ کیفیت معلوم کرو۔

(نیایش)

مولنا نظامی

اے عقل مرا کفایت از تو
جستن ز من و ہدایت از تو
من بیدل و راہ سہمناک ست
چوں راہبرم توئی چہ باک ست
عاجز شدم از گرانی بار
طاقت نہ چگونہ باشد ایں کار
گر قہر سزائے ماست آخر
ہم لطف برائے ماست آخر
بردار مرا کہ اوفتادم
از مرکبِ جہد خود پیادم
تا در نفسم کفایتے ہست
فتراک تو کے گذارم از دست
وانگہ کہ نفس بآخر آید
ہم خطبۂ نام تو سر آید

امیر خسرو

اے عذر پذیر عذر خواہاں
عفوِ تو شفیع برگناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست
در ہر چہ فتد فگندۂ تست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست
افگندۂ خویش را بدہ دست
دستے کہ فتاد نفسِ خود رائے
در مطرحِ سیل بے سر و پائے
ہر چند تنِ گناہ پرورد
در حضرتِ قرب نیست درخورد
با اینہمہ گر بریزی ایں خاک
نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک
خواہم بہ ستایشِ تو بودن
من خود چہ توانمت ستودن

مولنا نظامی

چون گرد شود وجود پستم
ہرجا کہ روم ترا پرستم
من بیکس و در غمہا نہانی
ہاں اے کس بیکساں تو دانی
پیش تو نہ دیں نہ طاعت آرم
افلاسِ تہی شفاعت آرم
گر تن بصفتے سرشتۂ تست
ور خط خطی نبشتۂ تست
گر باز بداورم نشانی
اے داورِ داوراں تو دانی

امیر خسرو

ہم تو دلِ پاک دہ زباں ہم
در مدحتِ خویش بلکہ جاں ہم
پیداست کہ نیست از ہمہ ہست
نقدیم بجز امید در دست
افلاس ببین و از سرِ جود
بکشائے خزینہائے مقصود
گیرم کہ نیم بلطف درخور
آخر نہ کہ بندہ ام بریں در
گر رحمتِ تست بر نکو زیست
رحمت کُن بندگانِ بد کیست
چوں زانِ تو ایم پاک و ناپاک
ہم تو بکرم نگر دریں خاک
آخر نہ بگلم سرشتۂ تست
نیک و بد من نوشتۂ تست
جرمم منگر کہ چارہ سازی
طاعت مطلب کہ بے نیازی

امیر خسرو

گر فضلِ تو رحمتے نریزد

از طاعتِ چوں منے چہ خیزد

مجموعۂ اشعار پڑھنے سے عجز و شکستگی کا رنگ امیر خسرو کے اشعار میں زیادہ نمایاں ہے۔ بندۂ کمینہ، تنِ گناہ پرورد، خاک، بندۂ در، ناپاک، عذر خواہ، بے سروپا، افلاس، رحمت، عفو، شفیع، یہ عاجزانہ الفاظ امیر خسرو کے یہاں ہیں۔ مولنٰا نظامی کے یہاں اس رنگ کے الفاظ بیدل، عاجز، وجودِ پست، افلاسِ تہی، بیکس، تن جیسے، شفاعت اور لطف ہیں۔ خود ان الفاظ کا مقابلہ کرو تو باعتبار اکثر امیر خسرو کے الفاظ میں انکسار و شکستگی زیادہ پاؤگے۔

امیر خسرو	مولنٰا نظامی
دستے کہ فتاد نفسِ خود رائے	(۱) بردار مرا کہ اوفتادم
در مطرحِ سیلِ بے سروپائے	از مرکبِ جہد خود پیادم

بردار، دستے۔ اس موقع پر دستے کہکر مدطلب کرنا بمقابلہ بردار کے زیادہ موثر ہے۔ مولنٰا نظامی کے شعر میں یہ مضمون ہے کہ ایک شخص گھوڑے سے گرگیا ہے اور کہتا ہے بردار (اُٹھاؤ) امیر خسرو یہ سماں دکھاتے ہیں کہ ایک شخص سیلاب میں اُچھلتا ڈوبتا چلا آتا ہے اور چلاّتا ہے دستے (ہاتھ پکڑنا) بتاؤ دیکھنے والے کے دل پر کس کا درد زیادہ اثر کرے گا؟ یقیناً ڈوبنے والے کا۔ فرض کرو تم دونوں واقعے ایک ساتھ اپنی آنکھ سے

دیکھتے ہو۔ ڈوبتے ہوئے کو بچا کر گھوڑے سے گرنے والے کو اُٹھاؤ گے۔ سوار گھوڑے سے گر کر اکثر خود دامن جھاڑ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جو سیلاب میں بے قابو ہو جائے اُس کو خدا ہی بچائے تو بچے۔

مولنا نظامی — امیر خسرو

گر قہر سزائے ماست آخر — (۲) — گر رحمتِ تست بر نکو زیست
ہم لطف برائے ماست آخر — رحمت کُن بندگانِ بد کیست

نیاز مندانہ ناز مولنا نظامی کے یہاں ہے امیر خسرو کے یہاں شانِ عجز۔ اوّل لطف اور رحمت کا موازنہ کرو۔ پھر اس عاجزانہ سوال پر غور کرو۔ ع

رحمت کُن بندگانِ بد کیست؟

مولنا نظامی — امیر خسرو

پیشِ تو نہ دیں نہ طاعت آرم — (۳) — افلاس ببین و از سرِ جود
افلاسِ تہی شفاعت آرم — بکشائے خزینہائے مقصود

اپنے اپنے رنگ میں دونوں شعر لاجواب ہیں۔ خسروی عجز مولنا نظامی کے شعر میں ہے اور نظامی شوکت امیر خسرو کے شعر میں۔ امیر خسرو کے سوال میں بھی اس موقع پر شانِ خسروی ہے

بکشائے خزینہائے مقصود

افلاس، جود، خزینہ، مناسب الفاظ ہیں۔ مولنا کے یہاں "تہی" کے لفظ نے شعر میں جان ڈال دی ہے

مولنا نظامی — امیر خسرو

یک ذرّہ ز کیمیائے اخلاص — (۴) — جانم رساں کز اوجِ اخلاص
گر بر مسِ من نہی شود خاص — دیوم بفرشتگی شود خاص

مولٰنا نظامی ایک ذرۂ اخلاص کے طالب ہیں۔ امیر خسرو اوجِ اخلاص پر صعود چاہتے ہیں۔ مس کو سونا کردینے سے دیو کو فرشتہ بنادینے میں زیادہ ترقی ہے۔ امیر خسرو کا مضمون زیادہ بلند ہی۔

(گزارش)

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
زینساں کہ امید دارم از تو	روزیکہ مرا زمن ستانی
خواہش بجز ایں ندارم از تو	ضائع مکن از من آں چہ دانی
کاندم کہ دمم ز تن برآید	وانگہ کہ مرا بہ من دہی باز
با نامِ تو جانِ من برآید	یک سایۂ لطف بر من انداز
در حجلۂ قدس بخش جایم	آں سایہ کہ از چراغ دورست
تا با تو بہ جانبِ تو آیم	آں سایہ کہ آں چراغ نورست
آں راہ نما بہ من بہ نمانی	تا با تو چراغِ نور گردم
کاندر تو رسم دگر تو دانی	چوں نور ز سایہ دور گردم

مولٰنا نظامی نے دو سوال کئے ہیں۔ ایک اوّل شعر میں ضائع مکن از من الخ اس میں قبولِ عمل کا پہلو ہی۔ دوسرے سوال کا بیان دوسرے شعر سے شروع ہوکر چھٹے پر ختم ہوتا ہی۔ انتہا یہ ہے ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو صرف ایک سوال کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ع

خواہش بجز این ندارم از تو

سوال کی انتہا یہ ہے ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دونوں انتہائی مصرعوں پر غور کرو اور دیکھو کہ فنا فی اللہ کا مضمون کس میں زیادہ نمایاں ہے؟ یقیناً امیر خسرو کے مصرع میں۔ دیکھو مولنا نظامی کا مدعا ختم ہو جاتا ہے۔ ع

تا با تو چراغِ نور گردم

امیر خسرو فنا فی اللہ کے بعد بھی ترقی مدارج کے آرزومند ہیں ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

دگر تو دانی میں مدارج کی انتہا نہیں۔ علم قدیم غیر متناہی ہے۔ علیٰ ہذا سوال کی بھی انتہا نہیں۔ جہاں تک رسائی فہم تھی، مدعا ظاہر کیا اور خوب ظاہر کیا۔ آگے حضرتِ کریم کے علمِ قدیم کے حوالہ کر دیا۔ افوضُ امریؔ الیٰ اللہ۔ مولنا نظامی کے یہاں نور، سایہ اور چراغ کا تلازم بہت خوب ہے۔ امیر خسرو نے صاف صاف الفاظ میں مدعا عرض کر دیا ہے۔ اوّل حُجلۂ قدس میں مقام چاہتے ہیں پھر وہاں سے رفیق اعلیٰ کی رفاقت میں قدم آگے بڑھتا ہے ع

تا با تو بہ جانبِ تو آیم

انتہائے سیر ع

کاندر تو رسم دگر تو دانی

نہیں نہیں کچھ انتہا ہی نہیں۔ لفظ نہانی کس قدر بلیغ وحسب حال ہے۔ امیر خسرو نور ظلمت کے مضمون کو دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں:

عفوِ تو کہ مشعلیست پُر نور　　　　از ظلمتِ راہِ من مکن دُور

روشن کن ازاں نمط رہم را　　　　کاری بہ سحر شبانگہم را

ظلمتِ شب کو نور سحر سے بدل دینا کمال تنویر ہے۔ ان دو شعروں کا مقابلہ کرو۔

مولنا نظامی　　　　(۲)　　　　امیر خسرو

وانگہ کہ نفس بآخر آید　　　　کاندم کہ دمم ز تن بر آید

ہم خطبۂ نام تو سر آید　　　　با نامِ تو جانِ من بر آید

ظاہر ہے کہ مضمون دونوں شعروں کا ایک ہے یعنی خاتمہ تیرے نام پر ہو۔ خطبہ کے لفظ سے مولنا نظامی کے مصرع میں خاص شانِ بلاغت پیدا ہوگئی ہے۔ بیان امیر خسرو کا زیادہ موثر ہے جو موقع کے بالکل مناسب ہے۔ مولنا نظامی فرماتے ہیں جب نَفَس آخر ہو (زندگی ختم ہو) تو تیرے نام کا خطبہ پڑھ رہا ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں جب دم نکلے تو جان تیرا نام لیتی ہوئی نکلے۔ جان اور نَفَس میں جس قدر فرق ہے اُسی قدر نام کی محبوبیت میں فرق اسلوبِ بیان سے مفہوم ہوگا۔ امیر خسرو کے کلام میں "با نامِ تو" میں لفظ "با" نے خاص لطف پیدا کیا ہے جو رفاقت پر دلالت کرتا ہے۔ مولنا کے شعر میں نَفَس نام پاک لیتا ہوا ختم (آخر) ہو رہا ہے۔ امیر خسرو کے کلام میں جان نامِ پاک

کے ساتھ جا رہی ہے۔ برآید پر غور کرکے دیکھو کہ کہاں۔ کچھ شبہ نہیں کہ یہ خوبی مضامین
حضرت نظام المشایخ کی صحبت کا فیض ہے۔ رضی اللہ عنہ۔
مولنٰا نظامی کے اشعار ذیل نہایت بلیغ اور اثر عجز و نیاز میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

من بیکس و رخنہا نہانی | ہاں اے کس بیکساں تو دانی
پیش تو نہ دیں نہ طاعت آرم | افلاس تہی شفاعت آرم
گرتن جنبے مرشتۂ تست | ورخط خفتی نبشتۂ تست

ہاں اے کس بیکساں سبحان اللہ۔ اخیر شعر کا مضمون اور تقابل الفاظ کمال استادی ہے۔

نعت

مولنٰا نظامی | امیر خسرو

اے ختم پیمبران مرسل | شاہ رسل و شفیع مرسل
حلوائے پسین و ملح اول | خورشید پسین و نور اول
اے حاکم کشور کفایت | سلطان ممالک رسالت
فرماں دہ جملۂ ولایت | طغرائے صحیفۂ جلالت
اے خاک تو توتیائے بینش | ہم نور دہ چراغ بینش
روشن بہ تو چشم آفرینش | ہم چشم و چراغ آفرینش
خاک تو ادیم روئے آدم | گنجینۂ کیمیائے عالم
نور تو چراغ ہر دو عالم | پیش از ہمہ پیشوائے عالم

مولانا نظامی

ہر کہ آرد با تو خود پرستی
شمشیر ادب خورد دو دستی
اے شاہ سوار ملک ہستی
سلطان خرد بہ چیرہ دستی
اے بر سر سدرہ شاہراہت
وے بر سر عرش تکیہ گاہت
رفتہ ز ورائے عرش والا
ہفتاد ہزار پردہ بالا
اے صدر نشین ہر دو عالم
محراب زمین و آسماں ہم
گشتہ زمیں آسمان ز دینت
نے نے شدہ آسماں زمینت
ہر عقل کہ بے تو۔ پے نبردہ
ہر جاں کہ نہ زندۂ تو۔ مُردہ
عقل ارچہ خلیفۂ شگرفست
بر لوح سخن تمام حرفست
ق

امیر خسرو

سرکوب مخالفان ابتر
تن پوش برہنگان محشر
شاہنشہ تخت آسمانی
خوانندۂ تختۂ نہانی
محجوبہ کشائے پردۂ غیب
گنجور خزینہائے لاریب
پروانہ رسان ظلمت و نور
وز نور و دخان نوشتہ منشور
یٰسیں ز دہانش دُر فشاندہ
طاہاش وان یکاد خواندہ
نامش بہ سریر بادشاہی
توقیع سپیدی و سیاہی
جاروب زنان بارگاہش
از پرّ فرشتہ رُفتہ راہش
شمشیر سیاستش سر انداز
شمشیر زبانش گوہر انداز

امیر خسرو		مولنا نظامی	
ذیلِ کنفش زفتنہا دور		ق ہم مہر مؤیدی ندارد	
خاکِ قدمش بدیدہا نور		تا دینِ محمدی ندارد	
در کتبِ کاف و نون شب و روز		اے شاہِ مقرّبانِ درگاہ	
زو جملہ رسل دو حرف آموز		نامِ تو ورائے ہفت خرگاہ	
کلک از صفتش زباں بریدہ		صاحب طرفِ ولایتِ جود	
نہ بحر ز کلکِ او چکیدہ		مقصودِ جہان جہانِ مقصود	
لشکر کشِ آسماں غلامش		سرجوشِ خلاصۂ معانی	
تعویذِ کلاہ کردہ نامش		سرچشمۂ آبِ زندگانی	
خورشید بہ نیلگوں عماری		سرخیل توئی و جملہ خیل اند	
دربانِ درش بہ پردہ داری		مقصود توئی ہمہ طفیل اند	
		سلطانِ سریرِ کائناتی	
		شاہنشہ کشورِ حیاتی	

مولنا نظامی کے مطلع کے مصرع اوّل میں صرف ایک صفت ختم رسالت کا ذکر ہے۔ دوسرا مصرع بہت مشہور ہے اور اُس میں حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّل و آخر شرف کو نہایت لطیف و مرغوب پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ملح اوّل و حلوا پسین خوانِ کریم پر دستورِ قدیم کے مطابق آغاز نمک سے ہوتا ہے۔ خاتمہ حلوہ یا شیرینی پر

جب کائنات کا خوان کرم بچھا تو اُس پر صلائے عام کا آغاز و انجام ذات اقدس سے ہوا۔ روحی فداہ۔ نہ صرف یہ بلکہ جس طرح نمک قوام بدن کا باعث اور غذا میں لطفِ ذوق پیدا کرنے والا ہے اسی طرح ذات ہمایوں قوام و صلاح عالم کا اصلی سبب اور جمالِ مبارک تمام کائنات کا نمک اور حُسن تھا۔ خاتمہ دسترخوان کا حلوہ پر ہوتا ہے جو علاوہ خوش ذائقہ ہونے کے ہاضم طعام ہونے کی حیثیت سے غذا کے اصل مفاد کے حصول کا ذریعہ ہوتا ہے۔ شیرینی ذوق کی اعلیٰ ضیافت ہے۔ اسی طرح ذات مبارک پر رسالت کا خاتمہ تمام اگلی رسالتوں کی تعلیم کی کامیابی اور مرغوب ترین انجام تھا۔ امیر خسرو کے مطلع کے اوّل مصرع میں دو صفتیں مذکور ہیں ایک سروری انبیا دوسری شفاعتِ مذنبین۔ دوسرا مصرع بہت بلند پایہ ہے۔ ع

حلوائے پسین و ملحِ اوّل

امیر خسرو فرماتے ہیں: ع "خورشید پسین و نورِ اوّل"۔ اس مضمون میں قابل غور یہ ہے کہ خورشید کے طلوع ہوتے ہی سارے ستارے نظروں سے غائب ہو جاتے ہیں اور خورشید سب کا تنہا قایم مقام بن جاتا ہے۔ آفتاب رسالت کے طلوع ہونے سے تمام ادیان سابقہ کے انوار محو ہو گئے اور نورِ حق کی روشنی سے عالم رشکِ روزِ روشن بن گیا۔ دیکھو ایک لطیف مضمون۔ سورج کا نکلنا ستاروں کے فنا کا باعث نہیں ہوتا بلکہ اُن کے انوار نورِ آفتاب میں محو و جذب ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح شرع محمدی نے تمام ادیان کی خوبیوں کو احاطہ کر لیا ہے۔ ملح اوّل کے مقابل نورِ اوّل حدیث کا مضمون ہے۔

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ اور شان و جلالت کے عین مطابق۔ مُلّا کبتی شیرازی کا مصرع ہے
خورشید پسین و صبح اوّل
صبح اوّل میں وہ عالم نہیں جو نور اوّل میں ہے۔

امیر خسرو		مولانا نظامی
سلطانِ ممالکِ رسالت	(۲)	اے حاکمِ کشورِ کفایت
طغرائے صحیفۂ جلالت		فرماں دہِ جملۂ ولایت

امیر خسرو کے شعر کا ترفع کسی شرح کا محتاج نہیں۔ حاکم کشور کفایت کے مقابل سلطان ممالک رسالت ہر لفظ زور و شکوہ میں بڑھکر ہے۔ ع فرماں دہِ جملۂ ولایت ع طغرائے صحیفۂ جلالت۔ مضمون اگرچہ جدا ہے تاہم شکوہِ الفاظ محتاج بیان نہیں۔

امیر خسرو		مولانا نظامی
ہم نور دہِ چراغِ بینش	(۳)	اے خاکِ تو توتیائے بینش
ہم چشم و چراغِ آفرینش		روشن بہ تو چشمِ آفرینش

توتیا آنکھ کو قوت دیتا ہے جس سے ایک شخص دیکھ سکتا ہے بشرطیکہ عالم روشن ہو۔ امیر خسرو فرماتے ہیں کہ چراغ بینش کا نور تیز کر دیا جس سے ہزاروں آنکھوں کے سامنے منظر حقیقت روشن و عیاں ہو گیا۔ دوسرے مصرع میں روشن کا مقابلہ چشم و چراغ سے کرو علاوہ شوکت الفاظ کی قوت ہدایت صاف دیدہ افروز ہو گی۔ نہ صرف آنکھیں کھولیں

بلکہ شاہ راہِ معرفت پر چراغ بھی رکھدیا۔ امیر خسرو کا دوسرا مصرع ہی ع

خاکِ قدمت بدیدہا نور

مقابلہ کرو۔ ع

اے خاکِ تو توتیائے بینش

فرق صاف روشن ہی۔

مولنا نظامی		امیر خسرو
خاکِ تو ادیم روئے آدم	(۴)	گنجینۂ کیمیائے عالم
نورِ تو چراغِ ہر دو عالم		پیش از ہمہ پیشوائے عالم

مولنا نظامی کے اوّل مصرع میں خاکِ پاک روئے آدم کی رونق کا باعث ہی۔ ادیم و آدم کا تناسب ظاہر ہی۔ امیر خسرو نے کیمیائے عالم سے اُس صفت کو بیان کیا جس نے قلب کی ماہیت بدل کر مس سے کندن بنا دیا۔ ظاہر کی رونق سے اندرونی صفائی پیدا کرنے میں زیادہ کمال ہی۔ دوسرے مصرعوں کا مضمون جُدا جُدا ہے۔ بندش دونوں کی قابل داد ہی۔

مولنا نظامی		امیر خسرو
ہر کہ آرد با تو خود پرستی	(۵)	سرکوبِ مخالفانِ ابتر
شمشیرِ ادب خورد و دو دستی		تن پوشِ برہنگانِ محشر

مولنا نظامی کے شعر میں صرف شانِ جلال کا ظہور ہی۔ امیر خسرو نے پہلے مصرع میں اس مضمون کو ختم کر کے دوسرے میں شانِ رحمت بھی دکھلا دی ہی اور کیسے دلگداز

الفاظ میں ؎

تن پوشِ برہنگانِ محشر

صلی اللہ علیٰ خیر خلقہ۔

ہم مضمون وہم قافیہ اشعار کا مقابلہ ختم ہوچکا۔ باقی اشعار دونوں اُستادوں کے اپنے اپنے رنگ میں فرد ہیں۔ مولٰنا نظامی کے حسب ذیل اشعار کس قدر بلیغ ہیں:

اے صدر نشینِ ہر دو عالم — محراب زمیں و آسماں ہم
گشتہ زمیں آسماں زدینت — نے نے شدہ آسماں زمینت
ہر عقل کہ بے تو ہے پَے بردہ — ہر جاں کہ نہ زندۂ تو۔ مردہ
سر جوشِ خلاصۂ معانی — سرچشمۂ آبِ زندگانی
صاحب طرفِ ولایتِ جود — مقصود جہاں جہانِ مقصود
سر خیل توئی و جملہ خیل اند — مقصود توئی ہمہ طفیل اند

امیر خسرو کے اشعار ذیل غالبًا زیادہ بلیغ اور شانِ رسالت کے مُظہر ہیں۔

مجوبہ کشائے پردۂ غیب — گنجور خزینہائے لاریب
پروانہ رسانِ ظلمت و نور — وز نوردِ خاں نوشتہ منشور
یٰسیں زدہانش دُر فشاندہ — طاہٰش وان یکاد خواندہ
جاروب زنانِ بارگاہش — از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش
در مکتب کاف ونون شب و روز — زو جملہ رسُل دو حرف آموز

معراج

معراج کے ذکر میں معرکہ کا مقام قربِ خاص کا بیان ہے، اور وہاں کمال شاعری معلوم ہوتا ہے۔ سب سے اوّل یہ دیکھنا ہے کہ دونوں اُستادوں نے اس موقع پر کیا پیرایہ اختیار فرمایا ہے۔

امیر خسرو	مولٰنا نظامی
دید آں چہ عبارتش نسنجد	ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی
در حوصلۂ خرد نگنجد	ہم سرِّ کلامِ حق شنیدی
دیدارِ خدائے دید بے غیب	از غایتِ فہم و نورِ ادراک
گفتار ز حق شنید بے ریب	ہم دیدن و ہم شنیدنت پاک
زاں گفت و شنید بے کم و کاست	در خواستی آں چہ بود کامت
ہم گفتن و ہم شنیدنت راست	درخواستہ خاص شد بنامت
کرد از کفِ غیب شربتے نوش	از قربتِ حضرتِ الٰہی
کز ہستیِ خویش شد فراموش	باز آمدی آں چنانکہ خواہی
ایزد ز کمالِ مہربانی	گلنار شگفتہ از جبینت
دادش بہ کمال ہر چہ دانی	توقیعِ کرم در آستینت
بنواخت بہ عزّتِ سلامش	آوردہ براتِ رستگاراں
بسپرد ودیعتِ کلامش	از بہرِ چو ما شکستہ کاراں

امیر خسرو

مقصودِ دو کون ہر تنش ریخت

گنج دو جہاں بدامنش ریخت

با بخششِ پاک بندۂ پاک

آمد سوئے بند خانۂ خاک

آورد ز حضرتِ خداوند

منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولنا نظامی نے تصریح فرمادی ہے

ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی ہم سِرّ کلامِ حق شنیدی

امیر خسرو نے جن الفاظ میں اس موقع کا ذکر کیا وہ بہت بلیغ و پر معنی ہیں

دید آں چہ عبارتش نسنجد در حوصلۂ خرد نگنجد

وہ نظارہ ضرور ایسا ہی تھا جو وسعتِ عبارت اور حوصلۂ خرد دونوں سے ماورا تھا

مولنا نظامی کے مطلب کو امیر خسرو نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے

دیدارِ خدائے دید بے غیب گفتار ز حق شنید بے ریب

"دیدارِ خدائے دید بے غیب" میں جو شانِ رویت ہے وہ غالباً "ہم حضرتِ ذوالجلال دیدی" میں نہیں ہے۔

مولنا نظامی | امیر خسرو

ازغایتِ فہم و نورِ ادراک
ہم دیدن وہم شنیدنت پاک

زاں گفت وشنید بے کم وکاست
ہم گفتن وہم شنیدنت راست

مولنا نظامی کا پہلا مصرع بہت بلیغ ہی اور رسالت کے فہم وادراک کی شان نہایت پر معنی الفاظ میں ظاہر فرمائی ہی۔ وہ موقع جس اہتمام واحتیاط کا تھا اُس کا اظہار امیر خسرو کے الفاظ "بے کم وکاست" اور "راست" میں لفظ "پاک" سے زیادہ مصرح ہی۔ عنایت سرمدی کا ذکر مولنا نظامی ان الفاظ میں فرماتے ہیں ؎

درخواستی آں چہ بود کامت
درخواستہ خاص شد بہ نامت

یعنی جو کچھ مقصود تھا آپ نے چاہا اور جو چاہا عنایت خاص سے عطا ہوا۔ امیر خسرو فرماتے ہیں ؎

ایزد بہ کمال مہربانی
دادش بہ کمال ہرچہ دانی

اوّل تو بے مانگے بخشا پھر کمال مہربانی کو کمال بخشش کے ساتھ ملا کر غور کرو تو ذہن عطیۂ الٰہی کی عظمت سے مالا مال ہو جائیگا۔ خداوند ذوالجلال کمالِ عنایت سے بخشش علیٰ وجہ الکمال فرمائے تو اُس کا اندازہ کون کرسکتا ہی۔ اسی لئے امیر خسرو زور کلام کو مزید ترقی دیتے ہیں اور فرماتے ہیں "ہرچہ دانی"۔ امیر خسرو کے ان اشعار کو پڑھو لطف سرمدی کا نقشہ آنکھوں میں پھر جائیگا ؎

کرد از کفِ غیب شربتے نوش
کز ہستیِ خویشتن شد فراموش

بنواخت بہ عزتِ سلامش ‏ ‏ ‏ ‏ بسپرد ودیعتِ کلامش

مقصودِ دوکون برتنش ریخت ‏ ‏ ‏ ‏ گنجِ دوجہاں بدامنش ریخت

مراجعت ملاحظہ ہو۔ مولٰنا نظامی ؎

از قربتِ حضرتِ الٰہی ‏ ‏ ‏ ‏ بازآمدی آں چنانکہ خواہی

گلنارِ شگفتہ از جبینت ‏ ‏ ‏ ‏ توقیعِ کرم در آستینت

آوردہ براتِ رستگاراں ‏ ‏ ‏ ‏ از بہرِ چو ماشکستہ کاراں

امیر خسرو ؎

بابخششِ پاک بندۂ پاک ‏ ‏ ‏ ‏ آمد سوئے بند خانۂ خاک

آورد زحضرتِ خداوند ‏ ‏ ‏ ‏ منشورِ نجاتِ عاصیِ چند

مولٰنا نظامی کا دوسرا شعر بہت بلند پایہ ہی۔ خصوصاً دوسرا مصرعؔ "توقیعِ کرم در آستینت" امیر خسرو نے ؎ بابخششِ پاک بندۂ پاک ٭ آمد سوئے بند خانۂ خاک ٭ میں کمال عبودیت کو جو کمال محمدی ہی عیاں فرمایا ہی۔ کیسا پاکیزہ مصرع ہی ع

بابخششِ پاک بندۂ پاک

اس شعر کو اُن اشعار کے ساتھ ملا کر پڑھو جو قرب خاص کے بیان میں گزرے، حفظِ مراتب اور پاسِ ادب کی داد دل سے نکلے گی۔

مولٰنا نظامی کے اخیر شعر کا امیر خسرو کے اخیر شعر سے مقابلہ کروگے تو امیر خسرو کا شعر زیادہ چست معلوم ہوگا۔

ایک اور موقع دیکھو۔ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کی آمد:

مولنا نظامی	امیر خسرو
جبریل رسید طوق در دست	از سدرہ رسید مرغِ والا
کز بہر تو آسماں کمر بست	خواندش بہ نوید حق تعالیٰ
ہر ہفت فلک کہ حلقہ بستند	آورد جنیبۂ فلک گام
نظارۂ تست ہر چہ ہستند	فردوس نورد و فرقد آشام
برخیز وہلا نہ وقت خواب ست	داد از نمط جنیبہ داری
مہ منتظر تو آفتاب ست	شہ را بہ جنیبہ شہسواری

آگے باقی سیّاروں کا ذکر کرکے فرماتے ہیں:

مولنا نظامی	امیر خسرو
امشب شب قدر تست دریاب	آں شاہ سوار آسماں گرد
قدر شب قدر خویش دریاب	آہنگ بہ گشت آسماں کرد
آرایش سرمدی ست امشب	
معراج محمدی ست امشب	

اشعار بالا کے مقابلہ سے واضح ہوگا کہ غالباً حفظ مراتب کلام خسروی میں زیادہ ہی
اور زور کلام مولنا نظامی کے یہاں۔

روانگی معراج کے موقع پر:

مولنا نظامی	امیر خسرو
سر بر زدہ زیں سرائے فانی	اوّل ز سرائے ام ہانی
بر اوج سرائے اُم ہانی	شد محرم کعبۂ یمانی

امیر خسرو

پس داد بار روئے مقوّس
محراب بہ قبلۂ مقدّس
در قبلہ شد و بہ قعدہ بنشست
تحریمہ بہ قبلۂ سمابست

علاوہ خوبیِ کلام امیر خسروؔ کے اشعار میں شان عبودیت کا پورا جلوہ ہے۔

امیر خسرو	مولنا نظامی
بازار جہت گزاشت برجائے	بازار جہت بہم شکستی
بنہاد بہ نطعِ بے جہت پائے	از زحمتِ فوق و تحت رستی
سرزاں سوئے کائنات برکرد	خرگاہ بروں زدی زکونین
ملکِ ازل و ابد نظر کرد	در حجلۂ قربِ قابَ قوسین

زور کلام امیر خسرو کے یہاں زیادہ ہے۔ دیکھو انسان جب کسی بلند مقام پر پہنچتا ہے تو شوق سے چاروں طرف کا منظر دیکھتا ہے۔ امیر خسروؔ نے کیسا نظارہ گاہ پیدا کیا۔ ع

ملکِ ازل و ابد نظر کرد

مولنا نظامی کا یہ شعر ؎

جبریل زہمرہیت ماندہ اللہ معک زدور خواندہ

لاجواب ہے۔ اللہ معک لاکھوں موقعوں پر استعمال ہوا ہوگا لیکن شاید ہی اس سے بہتر

مستقل ہوا ہو۔ عالم ملکوت میں اپنے مرتبہ پر حضرت جبریل کا رہ جانا اور دُوسرے "اللہ معک" زبان پر لانا کس دلآویز او بلیغ پیرایہ میں آپ کے علو مرتبہ اور تقرب الٰہی پر دلالت کرتا ہی۔ اللہ معک معمولاً کلمہ رخصت ہی لیکن اس موقع پر جو قرب ذاتِ باری کا پہلو اُس میں نکل رہا ہے وہ شانِ بلاغت بلکہ جانِ بلاغت ہی۔ حضرت جبریل بارگاہ جلال میں قدم آگے نہیں بڑھا سکتے اور دُوسرے کہتے ہیں اللہ آپ کے ساتھ ہی۔ یعنی اب خدا کی ذات اور آپکے سوا اور کوئی نہیں۔ اُردو میں اس موقع پر "اللہ کے سپرد" کہتے ہیں لیکن اُس میں یہ پہلو نہیں۔ مولٰنا نظامی کی عربی فقروں کی تضمین کندن میں نگینہ ہی بعض نمونے اوپر بھی دیکھ آئے ہو۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

مقابلہ کی کشمکش دیباچہ کے مضامین (خصوصاً مضامین مذکورۂ بالا) میں ختم ہو جاتی ہی۔ آگے (داستان لیلیٰ مجنوں کا میدان) اقلیم خسروی ہے ع

شرکت نبرد بہ ملک را ہی

صرف دونوں اُستادوں کا کلام بالمقابل پڑھنے سے فرق عظیم نمایاں ہو جاتا ہے۔ لہذا وجوہ مقابلہ کی تفصیل تحصیل حاصل ہی۔ معلوم ہوتا ہی کہ خود مولٰنا کو اس کا احساس تھا کہ یہ میدان اُن کے اشہب قلم کے واسطے تنگ ہی۔ چنانچہ سبب تالیف میں اُس موقع پر فرماتے ہیں جب فرمان شاہی داستان لیلیٰ مجنوں کے نظم کرنے کی بابتہ پہنچا ہی۔ مولٰنا کو تامل ہی۔ صاحبزادہ محمد نظامی کو اصرار کہ شاہی فرمایش کی تعمیل ضرور رہو۔

گفتم سخن تو ہست برجائے — اے آئینہ روئے وآہنیں رائے

لیکن چہ کنم ہوا دو رنگ ست	کاندیشہ فراخ و سینہ تنگ ست
دہلیز فسانہ چوں بود تنگ	گردد سخن از شد آمدن لنگ
میدانِ سخن فراخ باید	تا طبع سواریِ نماید
اسبابِ سخن نشاط و نازست	زیں ہر دو سخن بہانہ سازست
بر شیفتگی و بند و زنجیر	باشد سخنِ برہنہ دلگیر
ایں آیۃ اگرچہ ہست مشہور	تفسیرِ نشاط ہست ازو دور
در مرحلۂ کہ رہ ندانم	پیداست کہ نکتہ چند رانم
نے باغ نہ بزم شہریاری	نے رود نہ مے نہ کامگاری
بر خشکیِ ریگ و سختیِ کوہ	تا چند رود سخن بانبوہ

دیکھو، امیر خسرو کی روانی طبع نے اسی خشک ریگ اور سنگ لاخ پہاڑ پر فصاحت کے دریا بہا دیے اور رنگینیِ کلام سے اُن کو رشک گلستاں بنا دیا۔ فقد صدق افصح العرب والعجم صلّی اللہ علیہ وسلم اِنَّ مِنَ الْبَیَانِ لَسِحْراً۔

جمالِ لیلیٰ

مولانا نظامی	امیر خسرو
بود از صدفِ دگر قبیلہ	بود از صفِ آں بتان دلخواہ
ناسفتہ دُرے[1] ہم طویلہ	ماہی کہ زد آفتاب را راہ

[1] ضمیر شین راجع بہ جانب مجنون ۱۲ حسرت

مولانا نظامی

آفت نرسیدہ دخترے خوب
چوں عقل بہ نامِ نیک منسوب
آراستہ لعبتے چو ماہے
چوں سروِ سہی نظارہ گاہے
شوخے کہ بہ غمزۂ کمینہ
سفتے نہ یکے ہزار سینہ
آہو چشمے کہ ہر زمانے
کشتے بکرشمہ جہانے
ماہِ عربی بہ رُخ نمودن
ترکِ عجمی بہ دل ربودن
زلفش چو شبے رخش چراغے
یا مشعلۂ بہ چنگِ زاغے
محبوبۂ بیتِ زندگانی
شہ بیتِ قصیدۂ جوانی
تعویذِ بتانِ ہمنشیناں
در خوردِ کنارِ نازنیناں

امیر خسرو

لیلیٰ نامے کہ مہ غلامش
خالش نقطے ز نقشِ نامش
مشعل کشِ آفتاب و انجم
دیوانہ کنِ پری و مردم
تاراج گرِ متاعِ جانہا
بنیاد شگافِ خانمانہا
سلطانِ شکر لبانِ آفاق
لشکر شکنِ شکیبِ عشاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتا بہ قدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن و ہم سرافراز
نازے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش
آہو برہ بہ خواب خرگوش

مولانا نظامی

بر رشتۂ عقدِ زلف و خالش
آمودہ جواہرِ جمالش
گلگونہ ز روے خویش پرورد
سرمہ ز سوادِ مادر آورد
در ہر دلے از ہواش میلے
گیسوش چو لیل و نام لیلے
شکّر شکنی بہرچہ خواہی
شکّر شکن از شکر چہ خواہی

امیر خسرو

خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشمِ دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں
فرمودہ کلالہ را سواری
دادہ مژہ را سلاح داری
افگندہ بہ دوش زلف چوں شست
او بے خبر و نظارگی مست
معجونِ لبش بہ دُر فشانی
پروردہ بہ آبِ زندگانی
ہمخوابۂ لالہ گیسوانش
ہمشیرۂ انگبیں دہانش
خورشید غلام زادۂ او
مہ داغِ جبیں نہادۂ او

امیر خسرو

اندر صفتِ آں بتانِ شیریں

چوں زہرہ بہ نور و مہ بہ پرویں

ابتدائے عشق

امیر خسرو	مولنا نظامی
ہر دو بہ نظارہ روئے در روئے	عشق آمد و جام جام در داد
وارفتہ خیال موئے در موئے	جامے بدو خوئے خام در داد
لب ماند ز گفتن و زباں ہم	مستی بہ نخست بادہ سخت ست
دل گشتہ بہم یکے و جاں ہم	افتادن نا فتادہ سخت ست
بیہوشیِ شاں بہ گفتنِ راز	چوں از گلِ مہر بو گرفتند
خاموشیِ شاں بہ پردہ آواز	با خود ہمہ روز خو گرفتند
ہر دو بہ غم و گداز ماندہ	ایں جاں بہ جمالِ او سپردہ
لب بستہ و دیدہ باز ماندہ	دل بردہ و لیک جاں نبردہ
آں کردہ نظر بہ روئے ایں گرم	آں بر رخِ او نظر نہادہ
وافگندہ ز دیدہ برقعِ شرم	دل دادہ و کام دل ندادہ
ایں تن بہ ہلاک ساز دادہ	عشق آمد و خانہ کرد خالی
او سینہ بہ تیغِ ناز دادہ	برداشتہ تیغ لاابالی

مولنا نظامی

غم داد دل از کنارشاں برد
وز دل شدگی قرارِشاں برد
زاں دل کہ بیکدگر بدادند
در معرضِ گفتگو فتادند
ایں پردہ دریدہ شد بہر سوئے
واں راز شنیدہ شد بہر کوئے
ایں قصہ کہ محکم آیتے بود
در ہر دہنے حکایتے بود
کردند بسے بہم مدارا
تا راز نگردد آشکارا
بندِ سرِ نافہ گرچہ خشک ست
بوئے خوشِ او گواہِ مشک ست
بادے کہ ز عاشقی خبر داشت
برقع ز جمالِ عشق برداشت
کردند شکیب تا بکوشند
کاں عشقِ برہنہ را بپوشند

امیر خسرو

ایں گفتہ غمِ خود از رخِ زرد
او دادہ جوابش از دمِ سرد
ایں دیدہ درو بہ چشمِ پاکی
او نیز دلے بہ شرمناکی
ایں کامِ خود از فغانِ خود دوخت
او سینۂ خود ز آہِ خود سوخت
عشق آمد و خوں بہ خوں در آمیخت
خونابۂ دل ز دیدہ می ریخت
اندیشہ متاعِ صبر گم کرد
غم بر دل و دیدہ اشتلم کرد
سلطانِ خرد بروں شد از تخت
ہم خانہ بباد داد ہم رخت
طوفاں ز تنور سر برآورد
و آفاق بموجِ خوں درآورد
افتاد ز فرقِ عافیت تاج
خازن شدہ و خزینہ تاراج

امیر خسرو

دروادہ چو بادہ ساقیِ شوق
گم شد دو حریف دریکے ذوق
مستاں ز خراب خانہ جستند
خُم بر سرِ محتسب شکستند
در شہرِ وفا درآمد آں بوئے
ہم خانہ خراب گشتہ ہم کوئے
عاشق منگر کہ داغ پوشد
کومقنعہ بر چراغ پوشد
دستے کہ کند عبیر سائی
انگشت بر و دھد گوائی
بودند بہ زاری آں دو غمخوار
در چنبرِ یکدگر گرفتار
میکرد دو سینہ جوشِ برجوش
میرفت دو قصہ گوش در گوش
یاراں کہ بسر کنارہ بودند
دز دیدہ درآں نظارہ بودند

امیر خسرو

بیننده بنقش ہمی از دور
عاشق بہ حساب خویش مستور
رازیکہ ز سینہا بجو شد
آں باز کند گرایں ہو شد
باشد چو خریطہ پر ز سوزن
بندی دہنش چہ بد ز روزن
بر روے محیط پل تواں بست
نتواں لب خلق را زباں بست

مجنون کی آشفتگی لیلی کی پردہ نشینی کے بعد

مولنا نظامی

مجنوں چو ندید روئے لیلی
از ہر مژہ کشاد سیلی
میگشت بگرد کوئے و بازار
در دیدہ سرشک و در دل آزار
میگفت سرودہائے کاری
میخواند چو عاشقاں بہ زاری

امیر خسرو

چوں ماند پریوش حصاری
در حجرۂ غم بہ سوگواری
قیس از ہوس جمال دلبند
در درس ادب ندید یک چند
در گوشۂ صحن و کنج دیوار
می کرد سرود عشق تکرار

مولنا نظامی

هر صبحدمے شدی شتاباں
سرپائے برہنہ در بیاباں
او می شد و می زدند ہر کس
مجنوں مجنوں ز پیش و از پس
کوشید کہ رازِ دل بپوشد
با آتش دل کہ باز کوشد
خوں از جگرش بہ دل برآمد
وز دل بگذشت و بر سر آمد
او در غمِ یار و یار ازو دور
دل پر غم و غمگسار ازو دور
چوں شمع بہ ترکِ خواب گفتہ
ناسودہ بہ روز و شب نخفتہ
می کشت بہ درد خویشتن را
می جست دوائے جان و تن را
می کند بریں اُمید جانے
می کوفت سرے بر آستانے

امیر خسرو

آہی بہ جگر فرو دمی خورد
والماس بہ سینہ خورد می کرد
زاں ناوکِ غم کہ بے سپر بود
ہر دم خلہ ایش در جگر بود
زیں گونہ بہ چارۂ کہ دانست
می کرد شکیب تا توانست
چوں سیل غمش رسید بر فرق
از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک
وافگندہ بہ تارک از زمیں خاک
گریاں بہ زمیں فتاد از تاب
در خاک مراغہ کرد چوں آب
برداشت زخانہ راہِ صحرا
چوں خضر نمود میلِ خضرا
میرفت چو باد کوہ بر کوہ
خلقے ز پیش دواں بانبوہ

مولنا نظامی

او بندۂ یار و یار در بند
از یکدگراں بہ بوئے خرسند
ہر شب بہ فراق بیت خواناں
چوں باد شدے بکوئے جاناں
در بوسہ زدے و باز گشتے
باز آمدنش دراز گشتے
در وقت شدن ہزار پر داشت
چوں آمد خار بر گزر داشت

امیر خسرو

ہر کس زلطافتِ جوانیش
می خورد فسوس زندگانیش
اینش ز درونہ پند می داد
وانش بہ جفا گزند می داد
طفلاں بہ نظاں سنگ در دست
اینش زد و آں شکست و او خست
با آں شغبے کہ در گزر بود
دیوانہ ز خویش بے خبر بود
میراند ز آبِ دیدہ رودے
میگفت چو بلبلاں سرودے
می زد ز درونِ جاں دمِ سرد
زاں باد چو ریگ وجد می کرد

مجنوں کے نالہائے نارسا

مولنا نظامی

چوں ماندہ شد از عذاب اندوہ
سجادہ فزوں فگند زانبوہ
بنشست و بہ ہائے ہائے بگریست
کاوخ چہ کنم دوائے من چیست

امیر خسرو

ما ہیچکسانِ کوئے یاریم
ما سوختگانِ خام کاریم
جانے نہ و با خضر ہم آئیم
نورے نہ و یارِ آفتابیم

مولٰنا نظامی

آوارہ زخانماں چنانم
کز کوے بہ خانۂ ندانم
نے بر در دیر خود پناہے
نے بر سرِ کوے دوست راہے
قرابۂ نام و شیشۂ ننگ
اُفتاد و شکست بر سرِ سنگ
ویراں نہ چناں شدہ است کارم
کآبادیِ خویش چشم دارم
اے کاش کہ بر من اوفتادے
بادے کہ مرا بہ باد دادے
یا صاعقۂ برآمدے سخت
ہم خانہ بسوختے و ہم رخت
کس نیست کہ آتشے درآرد
دود از تن و جانِ من برآرد
اندازد در دمِ نہنگم
تا باز رہد جہاں ز ننگم

امیر خسرو

چوں گل بہ خوشی بہ خندہ کوشیم
ہر چند پلاس ژندہ پوشیم
گر از خز و پرنیاں گدائیم
در زیرِ گلیم بادشائیم
جامہ ز پلاس پارہ دوزیم
خانہ زپئے نظارہ سوزیم
بے منّتِ تاج سرفرازیم
بے منّتِ دیدہ عشق بازیم
با شیر و گوزن ہمعنانیم
با زاغ و زغن ہم آشیانیم
در سایۂ بوم جاے روبیم
بر نغمۂ چغد پاے کوبیم
گنجیست غم اندرونِ سینہ
مار است کلیدِ آں خزینہ
دل خستہ و گریہ خونِ ناب است
ہاں گر ہوسِ می و کباب است

مولنا نظامی

خونریز من خراب وخستہ
ہست از دیت و قصاص رستہ

اے ہمنفسانِ مجلسِ رود
پدرود شوید جملہ پدرود

کاں شیشۂ مے کہ بود در دست
اُفتادہ شد آبگینہ بشکست

اے بے خبران ز دودِ آہم
خیزید رہا کنید راہم

من سوختہ ام مرا مسوزید
بر سوختگاں نمک مریزید

از پائے فتادہ ام بہ تدبیر
اے دوست بیا و دستِ من گیر

ایں خستہ کہ دل سپردۂ تست
زندہ بہ تو بہ کہ مردۂ تست

بنواز بہ لطف یک سلامم
جاں تازہ کنم بہ یک پیامم

امیر خسرو

یارب چہ خوش ست نالۂ زار
خاصہ ز درون ہائے افگار

جانم ز فراق بر لب آمد
مے آی دیا بروں خرامد

جز نیم دلم نماند حالی
باز آے کہ خانہ گشت خالی

گفتی کہ صبور شو بہ دوری
دوری ز تو انگہے صبوری

بنمائے رُخ چو یاسمینم
بنواز بہ شربتِ پسینم

تیغم بزن آشناں بکن پاک
بگزار کہ بر درت شوم خاک

گنجینۂ عشق تست دو جو دم
بے عشق مباد تار و پودم

آسودہ مباد جانم آں روز
کز دودِ غمت نباشدم سوز

مولانا نظامی	امیر خسرو
زلفِ تو دریده هر چه دل دوخت	گیرم خوش و شادماں تواں زیست
ایں جامه دری وراکه آموخت	ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست
اے راحتِ جانِ من کجائی	فریاد کہ جاں ز غم زبوں شد
در بردنِ جانِ من چرائی	وز رخنۂ دیدہ دل بروں شد
جرمِ دلِ عذرخواهِ من چیست	آں تن کہ خمیدہ بود بشکست
جز دوستیت گناهِ من چیست	واں دل کہ نداشتم شد از دست
یک شب ز ہزار شب مرا باش	سیلابِ بلا برآمد از فرق
یک رائے صواب گو خطا باش	کشتیم چہ سود چوں شدم غرق
عشقِ تو ز دل نہادنی نیست	بر سوزِ دلم کہ رستخیز ست
ایں راز بکس کشادنی نیست	انگشت منہ کہ شعلہ تیز ست
با شیر بہ تن درآمد ایں راز	ہر قطرۂ خوں بریں رخِ زرد
با جاں بدر آید از تنم باز	پندار کہ چشمہ ایست از درد
آں راکہ خبر نہ ز آتشِ گرم	از دیدہ رود چو جوئے خونم
گو دست بروزند بآزرم	شیراں نکشند بوئے خونم
ایں گفت و فتاد بر سرِ خاک	از شعلۂ آہ در دہانم
نظارگیاں شدند غمناک	پر آبلہ بیں ہمہ زبانم

امیر خسرو

شادم بر خست کہ غم کند کم
پیش چو تو ئی دآ گہی غم
ور غم رسد از تو نیز شادم
ایں شادی و غم ہمیشہ بادم
مہر تو در استخوان من باد
دردِ تو دوائے جانِ من باد
مجنوں چو بدیں دمِ دل آئینہ
از سینہ بروں زد آتشِ تیز
کوہ از جگرش بہ خوں در آمد
فریاد ز وحشیاں برآمد

بہار

مولنا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا
شد خاک بروئے گل مطرّا
خندید شگوفہ بر درختاں
چوں سکّہ بروئے نیکبختاں

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز
بشگفت بہارِ عالم افروز
ابر از صدفِ سپہر گیر
در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر

مولٰنا نظامی

از لالہ لعل و از گلِ زرد
گیتی علمِ دو رنگ برکرد
سیرابیِ سبزہائے نوخیز
از لولوئے تر زمرد انگیز
لالہ زورق فشاند شنجرف
کافتاد سیاہیش براں حرف
زلفینِ بنفشہ از درازی
در پائے فتادہ وقت بازی
غنچہ کمر استوار می کرد
پیکاں کشی زخار می کرد
گل یافت ستبرقِ حریری
شد باد بگوشوارہ گیری
شمشاد بہ جعد شانہ کردن
گلنار بہ ناردانہ کردن
سنبل سرِ نافہ باز کردہ
گل دست بدو دراز کردہ

امیر خسرو

سرو از علمِ بلند پایہ
بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل
آراستہ گلوئے گل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں
پر شیر شدش زابر پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہردار
شد بر سرِ یاسمن گہربار
نازک تنِ لالۂ دل افروز
لرزندہ شد از نسیمِ نوروز
باشاہد و سے خجستہ ناماں
گشتند بسرِ چمن خراماں

مولانا نظامی

نرگس زدماغِ آتشیں تاب

چوں تب زدگان بجستہ از خواب

جوشیدنِ قطرہائے بادہ

خوں از رگِ ارغواں کشادہ

رنگینیِ کلام وزورِ مضموں آفرینی مولانا نظامی کے یہاں ہی، مصوّریِ فطرت امیر خسرو کے یہاں۔ اشعار ذیل مقابل پڑہو۔

مولانا نظامی

چوں پردہ کشید گل بہ صحرا — شد خاک بروئے گل مطرا

لالہ زورق فشاند شنجرف — کافتاد سیاہیش براں حرف

امیر خسرو

چوں نافہ کشاد بادِ نوروز — بشگفت بہارِ عالم افروز

نازک تنِ لالۂ دل افروز — لرزندہ شد از نسیم نوروز

خزاں

امیر خسرو	مولانا نظامی
آمد چو خزاں بہ غارتِ باغ	شرط ست بوقتِ برگ ریزاں
بنشست بجائے بلبلاں زاغ	خونابہ شود ز برگ ریزاں

مولنا نظامی

خونے کہ بود درونِ ہر شاخ
بیرون ومدا ز مشامِ سوراخ
قارورہ زآب سرد گردد
رُخسارۂ باغ زرد گردد
شاخ آبلۂ ہلاک یابد
زر جوید ولیک خاک یابد
نرگس بہ جنازہ برنہد رخت
شمشاد درافتد از سرِ تخت
سیمائے سمن شکست گیرد
گل نامۂ خوں بدست گیرد
برفرقِ چمن کلالۂ تاک
پیچیدہ شود چو مارِ ضحّاک
چوں بادِ مخالف آید از دور
اُفتادنِ برگ ہست معذور
کانانکہ زغمرقہ می گریزند
زاندیشۂ بادرخت ریزند

امیر خسرو

رُخسارۂ لالہ پرزچیں شد
آئینۂ آب آہنیں شد
ہر غنچہ کہ جلوہ کرد گستاخ
در ریختن آمد از سرِ شاخ
پربرگ شدہ زمینِ گلزار
چوں مجلسِ مکرماں زدینار
ریزاں گل و لالہ شست در شست
مالیدہ چنار دست بر دست
ہر سوئے برہنہ گلستانے
چوں راہ فتادہ کاروانے
زآسیبِ طپانچہائے صرصر
غلطاں بزمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ برسرِ گل
مقراض شدہ بہ پرِّ بلبل
خفتہ علمِ شگوفہ برخاک
عبّاس شدہ درختِ ضحّاک

مولنا نظامی

چوں سبزۂ چرخ لاجوردی
خیری شود از غبار زردی
نازک جگران باغ رنجور
شیریں نمکانِ تاک مخمور
انداختہ ہندوے کدیور
زنگی بچگانِ تاک را سر
سرہاے بہی ز طرّۂ کاخ
آویختہ ہم بطرّۂ شاخ
نار از جگر کفیدۂ خویش
خونابہ چکاند بر دلِ ریش
بر پستہ کہ شد دہن دریدہ
عنّاب ز دور لب گزیدہ
نارنج ز روے زرد روئی
بردہ ز ترنج مشکبوئی
دہقاں ز خُمِ مے مغانہ
سرمست شدہ ببوے خانہ

امیر خسرو

شیرازۂ گل گرہ کشادہ
ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہاے خوشبوے
از خندۂ شکّریں ترش روے
برگے کہ ز باد شد گریزاں
ہر گوشہ دواں فتاں و خیزاں
نرگس کہ بخواب چشم بستہ
از بانگِ زغن ز خواب جستہ
سوسن ز غبارِ سینہ پر خار
کآزادۂ و با خساں سروکار
رخسارۂ یاسمیں زمیں ساے
پیمانۂ لالہ باد پیماے
گیسوے بنفشہ خاک بوساں
چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
نسریں بہ لتِ زمانہ خوردن
وز شاخ بتازیانہ خوردن

امیر خسرو

درہم شدہ جعدِ سنبل از باد
شانہ طلب از درخت شمشاد

قاصد و پیام

مولانا نظامی

(مجنوں ایک درخت پر کوا بیٹھا ہوا دیکھتا ہی)

بر شاخ نشستہ دید زاغے
چشمے و چہ چشم چوں چراغے
چوں زلفِ بتاں سیاہ و دلبند
با دل چو جگر گرفتہ پیوند
صالح مرغے چو ناقہ خاموش
چوں صالحیاں شدہ سیہ پوش
بر شاخ نشستہ چست و بینا
ہمچوں شبہ میانِ مینا
مجنوں چو مسافرے چناں دید
با او دلِ خویش ہمعناں دید
گفت اے سیہ سپید نامہ
از دست کہ سیاہ جامہ

امیر خسرو

(مجنوں ایک بلبل دیکھتا ہے)

دید از سرِ شاخ بلبلِ مست
در جستن صوتِ خویش می جست
دل در غمِ گل بہ خار می سفت
بر یادِ دشمن سرود می گفت
مجنوں زنشاطِ آں فسانہ
چرخے بنمود عاشقانہ
مرغ از سرِ سوز در مقالت
مجنوں بہ بیانِ وجد و حالت
گفت اے زشرابِ عاشقی مست
با غمزدگاں بہ نالہ ہم دست
سازت کہ نوائے عشق بازیست
مجنوں بہ کشائے عشق بازیست

مولنا نظامی

شبرنگ چرائی اے شب افروز
روزت بچہ شد سیہ بدیں روز
برآتشِ غم منم تو جوشی
من سوگ زدہ سیہ تو پوشی
نہ سوختہ دل نہ خام رائی
چوں سوختگاں سیہ چرائی
زنگی بچۂ کدام سازی
ہندوئے کدام ترکتازی
روزے کہ روی بہ نزد یارم
گوئی کہ ز دست رفت کارم
دریاب کہ گر تو در نیابی
تا چیز شوم بدیں خرابی
گفتی کہ مترس دست گیرم
ترسم کہ دریں ہوس بمیرم
بینائیِ دیدہ چوں بریزد
از دادنِ توتیا چہ خیزد

امیر خسرو

در موسمِ گل کہ نو کنی ساز
بس عشق کہن کہ تو شود باز
من با تو بہ عشق ہم شرابم
زیرا کہ تو مست و من خرابم
بوئے کشم و کنم خرابی
فریاد ازیں تنک شرابی
چوں زمزمۂ وفا سگالی
بہر گلِ بیوفا چہ نالی
چندیں کہ بہ سر چمن گزشتی
در گردِ گل و شگوفہ گشتی
گر چوں گلِ من بہ بوستانے
دیدی سمنے و ارغوانے
گوتا بہ تبرکش ربایم
گہ بر دل و گہ بدیدہ سایم
چوں سرو من آید اندراں باغ
تا در دلِ لالہ نو کند داغ

مولنا نظامی	امیر خسرو
چون گرگ برہ زمیش بر بود	گوئی ز زبانِ من دُعایش
فریاد شبان کجا کند سود	بوسی بہزار عذر پایش
چون سیل خراب کرد بنیاد	وانگہ بہ عبارتے کہ دانی
دیوار چہ کاہ گل چہ پولاد	این قصہ بگوشِ او رسانی
چون کشتہ بماند خشک بے بر	کاے دعویِ مہر کردہ با من
خواہ ابر ببار خواہ بگذر	وانگہ زوفا کشیدہ دامن
او تیرِ سخن کشادہ گستاخ	دور از تو بہ من نماند جز پوست
وان زاغ پریدہ شاخ در شاخ	دوری ونعوذ باللہ از دوست
او تیرِ سخن دراز کردہ	بر بوئے گل آمدم درین گشت
پرّندہ رحیل ساز کردہ	ورنہ چہ کم ست خار در دشت
چون گفت بسے فسانہ با زاغ	گذار کہ بے رُخِ تو بینم
بشید (رفت ۱۲) زاغ بنہادہ بر دلش داغ	آن بہ کہ بہ کنجِ غم نشینم
مجنون چو شب چراغ مردہ	زینسان چمنے چو پرِ طاؤس
اُفتادہ دو دیدہ زاغ بردہ	افسوس کہ بے تو بینم افسوس
مے ریخت سرشکِ دیدہ تا روز	او در سخن از درونۂ خویش
مانندۂ شمعِ خویشتن سوز	بلبل بہ نشاطِ نعرۂ خویش

امیر خسرو

پیغام رساں بہ گریہ تر بود
پیغام پذیر بے خبر بود
مجنوں دل از آہ پارہ می کرد
بلبل بہ چمن نظارہ می کرد
مجنوں ز سرشک لالہ می ساخت
او باگل و لالہ عشق می باخت
چوں دید کہ گفتہ ناصواب ست
قاصد نہ میانجیِ جواب ست
نالید دمے زبختِ ناشاد
وز سایۂ سرو جست چوں باد

لیلی بسترِ مرگ پر

مولانا نظامی

در معرکۂ چنیں خزانے
شد زخم رسیدہ گلستانے
لیلی ز سریرِ سربلندی
اُفتاد بچاہِ دردمندی

امیر خسرو

ناگہ بہ چنیں شگوفہ ریزے
اُفتادگلے بہ رستخیزے
لیلی کہ بہارِ عالمے بود
ز و چشمۂ زندگی نمے بود

امیر خسرو	مولانا نظامی
آتش زدہ گشت نو بہارش	شد زخم زدہ بہار و باغش
وز آب برفتہ چشمہ سارش	ز باد طپانچہ بر چراغش
آں ریشِ کہن کہ در جگر داشت	آں سر کہ عصا بہائے زر بست
جاں بُرد کسے جاں گزر داشت	خود را بہ عصا بہ دگر بست
آں دل کہ شدش بہ عشق پامال	گشت از تب آں گلِ قصب پوش
جاں نیز رواں شدش بہ دُنبال	چوں تارِ قصب ضعیف و بیہوش
آمیخت بہ سروِ نوجوانش	شد بدرِ مہیش چوں ہلالے
بیماریِ جسمِ ناتوانش	شد سروِ سہیش چوں خلالے
شعلہ ز تنش چناں بر آمد	سودائے دلش بہ سر بر آمد
کش دود ز استخواں بر آمد	سرسامِ سرش بہ دل در آمد
پہلو بہ کنارِ بستر آورد	گرمائے تموز ژالہ را بُرد
سرپوشِ اجل بسر در آورد	باد آمد و برگ لالہ را برد
گشتش تنِ گوہریں سفالیں	زاں روز کہ یار ازو جدا شد
وز بسترِ رنج ساخت بالیں	سروش ز گُداختن گیا شد
چشمے کہ ہمے بہ خواب در گشت	زاں پیشتر ارچہ مہرباں بود
در بند غنودنِ دگر گشت	آں مہر یکے بہ صد بیفزود

مولٰنا نظامی

چون عاشق خویش را به صد بند
دلسوخته دید و آرزومند
بر خاطرِ او فراق ره کرد
سودای ورا یکی به ده کرد
تا کار بدان رسید کز کار
یکبار فتاد و گشت بیمار
لرزه بشکست پیکرش را
تبخاله گزید شکرش را
بالین طلبید زاد سروش
وز سرو فتاده شد تذروش
افتاد چنانکه دانه از کشت
سر بندِ قصب به رخ فروهشت
این گفت و بگریه دیده تر کرد
آهنگِ ولایتِ دگر کرد
چون رازِ نهفته بر زبان راند
جانان طلبید و رفت و جان داد

امیر خسرو

در آتشِ تب فتاده نعلش
یاقوتِ کبود گشته لعلش
گلگونش خوی تب روان به تعجیل
هم وسمه ز روی شسته هم نیل
گیسو ز شکنج ناز مانده ش
نرگس ز کرشمه باز مانده ش
شد تیره جمالِ صبح تابش
وافتاده به زردی آفتابش
تب لرزه بسوخت روی چون باغ
تبخاله نهاد بر لبش داغ
هم رنجِ تن و هم اندهِ یار
یک جان بدو غم شده گرفتار
گفت این سخن و ز حال در گشت
وز حالتِ خویش بیخبر گشت
جانش که میانِ موجِ خون رفت
مجنون گویان ز تن برون رفت

امیر خسرو، ملّا مکتبی شیرازی، ملّا ہاتفی ہروی

میں نے ملّا مکتبی شیرازی اور ملّا ہاتفی ہروی کی لیلیٰ مجنوں کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا۔ ملّا مکتبی شیرازی کی لیلیٰ مجنوں کی والۂ داغستانی نے اپنے تذکرہ میں خصوصیت سے تعریف کی ہے۔ ملّا ہاتفی ہروی مثنوی گویوں میں خاص مرتبہ رکھتے ہیں اور مولٰنا جامی کے بعد اُن کا شمار ہے۔ تاہم ان دونوں کی مثنوی لیلیٰ مجنوں امیر خسرو کی مجنوں لیلیٰ سے باعتبارِ خوبیِ مضامین اور لطفِ کلام کے پست ہے۔ دو ایک مقام کے کلام بالمقابل لکھتے ہیں، اہلِ ذوق خود اندازہ فرمالیں گے۔

حمد

ملا ہاتفی ہروی	ملا مکتبی شیرازی	امیر خسرو
این نامہ کہ خامہ کرد ایجاد	اے براحدیّت ز آغاز	اے دادہ بدل خزینۂ راز
توقیعِ قبول روزیش باد	خلقِ ازل و ابد ہم آواز	عقل از تو شدہ خزینہ پرداز
طغر اش بنام پادشاہے	اے سایہ مثال گاہِ بینش	اے دیدہ کشائے دُور بیناں
کوراست چو عرش بارگاہے	در حکمِ وجودت آفرینش	سرمایہ دہِ تہی نشیناں
بیناکنِ چشمِ اہلِ بینش	اے کالبد آفرینِ جانہا	اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار
فیّاضِ وجودِ آفرینش	گوہر کشِ رشتۂ زبانہا	نامِ تو گرہ کشائے ہر کار
نقّاشِ نگار خانۂ غیب	اے ظرفِ نُہ آسمانِ عالی	اے پیش زدانشِ خردمند
منشیِ صحیفہائے لاریب	در بحرِ تو چوں حباب خالی	فرمانِ تو نطق را زباں بند

امیر خسرو

ای بندہ نواز بندگی دوست
زان تو جہان نغز تا پوست
ای سر تو بستہ وہم را گوش
در معرفت تو عقل بیہوش
ای حکمت تو بامر مطلق
عالم ز دو حرف کردہ مشتق
ای جلوہ گر بہار خنداں
بینا کن چشم ہوشمنداں
ای کردہ ز گنج خانۂ راز
بر آدمیاں در سخن باز
ای قدرت تو بہ چیرہ دستی
از نیست پدید کردہ ہستی
ای بازکن در معانی
بربا بہ کلید آسمانی
ای جان بہ جسد فگندۂ تو
ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

ملا مکتبی شیرازی

ای طائر عقل عرش پرواز
بی یاد خوش تو ناخوش آواز
ای مبدع آفریدگاری
سرمایہ دہ بزرگواری
ای قطرۂ ابر و ذرۂ ریج
در حلقۂ طاعت تو تسبیح
ای برتر از آنکہ دیدہ جوید
یا نطق زبان بریدہ گوید
ای بحر تو پیش ازاں مقعر
کانجا بتواں فگند لنگر
در بحر تو گوہریست نایاب
زیرا کہ کسش ندیدہ پایاب
از بحر تو یک حباب بشکست
ایں دائرہ ہای آبگوں بست
یعنی فلک ارچہ دیرپاہست
با بود تو چوں خطی بر آبست

ملا ہاتفی ہروی

زینت گر آسماں بانجم
تشریف دہ زمیں بآدم
لطفش ز مہ خجستہ عید
خلخال بہ ساق عرش بخشید
برکوہۂ فیل چرخ خودرای
او دادہ بہ ہندوی زحل جای
داد از پی ضبط فیل مستش
از قوس قزح کجک بدستش
او دادہ زنارہای خورشید
ابریشم چنگ و عود ناہید
برچیں کہ دید دولت دیں
سبحہ دہدش ز عقد پرویں
شد قوس فلک کمان بہرام
لشکرکشیش چو کرد انعام
او دادہ بآفتاب شاہی
وز خیل کواکبش سپاہی

امیر خسرو

اے صانعِ جسم و خالقِ روح
مرہم نہِ سینہائے مجروح
اے چار بساط و ہفت پردہ
بر ہفت عروس عقد کردہ
اے نور دہِ چراغِ عالم
مردم کنِ آدمی و آدم

ملا کہتی شیرازی

عقل از کرمت بہ نکتہ دانی
دریائے گہر کفِ معانی
ہستیِ تو بحرِ بیکرانست
واں در ہمہ قطرہ عیانست
حرفے کہ زماہ تا بماہیست
بر ذاتِ تو محضرِ گواہیست

ملا ہاتفی ہروی

او کردہ بنا سراچۂ تن
بکشادہ درونِ دیدہ روزن
بستہ بہ کمالِ قدرت از موے
بر منظرِ دیدہ طاقِ ابروے
او ساختہ ایں ہمہ عجائب
او کردہ بنائے ایں غرائب

نعت

شاہِ رسل و شفیعِ مرسل
خورشیدِ یقین و نورِ اوّل
ہم نور دہِ چراغِ بینش
ہم چشم و چراغِ آفرینش
شاہنشہِ تختِ آسمانی
خوانندۂ تختۂ نہانی
سلطانِ ممالکِ رسالت
طغرائے صحیفۂ جلالت
مہر بہ کشائے پردۂ غیب
گنجورِ خزینہائے لاریب

شاہنشہِ انبیا محمدؐ
ماہ افسر آفتاب مسند
عنوانِ صحیفۂ الٰہی
سرخیلِ سپیدی و سیاہی
آں مجملِ آخریں مفصّل
خورشیدِ یقین و صبحِ اوّل
آں سایۂ رحمتِ الٰہی
فیروزہ نگینِ مہرِ شاہی
زاں از ہمہ سایہ اش نہاں بود
کش سایہ بروں از آں جہاں بود

آں درِّ یتیم بحرِ سرمد
سرخیلِ پیمبراں محمدؐ
ای خاتمِ انبیائے مرسل
شد فتوئے دیں ز تو مسجّل
اے قاضیِ شرع و فتوئ دیں
توقیعِ تو خاتم النبیّین
اے چشم و چراغِ اہلِ بینش
مقصود توئی ز آفرینش
قایم بہ طفیلِ تست عالم
وز نورِ تو شد مکرّم آدم

امیر خسرو

پروانہ رسانِ ظلمت و نور
وز نور و دخاں نوشتہ منشور
سرکوبِ مخالفانِ ابتر
تن پوشِ برہنگانِ محشر
گنجینۂ کیمیائے عالم
پیش از ہمہ پیشوائے عالم
در کتبِ کاف و نون شب و روز
زو جملہ رسل و حرف آموز
یٰسیں ز دہانش در فتادہ
طاہاش واں یکاد خواندہ
نون والقلمش ز حق تعالیٰ
چترے ز برِ ستونِ والا
مہ میم شود بہ چرخِ نون سا ہم
یعنی کہ ز بحرِ حسنِ او نم
کلک از صفتش زباں بریدہ
نُہ بحر ز کلکِ او چکیدہ

ملا مکتبی شیرازی

زاں مُہرِ ازل کہ بر نگین داشت
اقبالِ ابد در آستین داشت
عقل از کلماتِ اوست محفوظ
دل عرش و زبانش لوحِ محفوظ
او پیش قدم تر از جہاں بود
زاں پیشترِ جہانیاں بود
آدم کہ شدہ ست لوحِ تصویر
زاں صورتِ خوب شد جہانگیر
سجّادۂ شرعِ او کہ بکشود
در کشتیِ نوح بادباں بود
تا مسِّ خلیل ازو زر آمد
ز آتشکدہ سرخ رو بر آمد
ہر ریگ ز رہگذارِ آں نور
ہاروں و کلیم را شدہ طور
ہر ذرہ ز خاکِ راہِ آں تاج
ادریس و مسیح را ست معراج

ملا ہاتفی ہروی

چوں روزیِ آدمی نمک شد
شائستہ بہ سجدۂ ملک شد
شاہِ قرشی و ہاشمی خیل
زلفین تو شد و و لامِ واللیل
آمد حرمت حریمِ بطحا
فراش درت دمِ مسیحا
ہم خادمِ خوانِ تو خلیلے
ہر مرغِ مدینہ جبرئیلے
بر درگہت اے رسولِ یثرب
موسیٰ بہ عصائے خویش حاجب
خضر آمدہ نیز سوئے ایں در
کز خاکِ درت لبے کند تر
باغِ ارم از نسیمِ کویت
خوشبوئے بنفشہ را ز مویت
از بوئے خوشِ نسیمِ آں کوئے
روحِ قدس ست خاصیت جوئے

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
نامش بہ سریر پادشاہی	گر سدّ شر بعثش نہ بودے	خورشید زبہر دُرّہ تاج
توقیعِ سپیدی و سیاہی	طوفانِ بلا جہاں رُبودے	با مُہرۂ سبحۂ تو محتاج
جاروب زنانِ بارگاہش	در غنچۂ لب نہ بر کشادے	گردیدہ ستونِ دیں عصایت
از پرِّ فرشتہ رُفتہ راہش	از باغِ جناں کہ در کشادے	شد پردہ سرائے حق نوایت

دیکھو انبیا علیہم السلام کا ذکر جس پیرایۂ بیان میں مکتبی و ہاتفی کے کلام میں ہے اُس کا شائبہ بھی امیر خسرو کے کلام میں نہ پاؤ گے۔

لیلی

امیر خسرو	ملا مکتبی شیرازی	ملا ہاتفی ہروی
بود از صفِ آں بتانِ دلخواہ	زاں جملہ یکے عروس زیبا	بس نادرہ دخترے لطیفے
ماہی کہ زد آفتاب را راہ	چوں صورتِ چیں میانِ دیبا	خلوتگہِ اُنس را حریفے
لیلی نامے کہ مہ غلامش	از جلوۂ سروِ او برفتار	دریائے حیا و کانِ آزرم
خالش نقطے ز حرفِ نامش	صد خانۂ مرغِ دل گرفتار	گویا کہ سرشتہ اندش از شرم
مشعل کُشِ آفتاب و انجم	رویش کہ بہشت را لقا بود	خورشید ندید سایہ اش را
دیوانہ کُنِ پری و مردم	حورانِ بہشت را لقا بود	مہ نیز نیافت پایہ اش را
تاراج گرِ متاعِ جانہا	در تنگ ز انگبیں دہانش	دایم گلِ عارضش زِ پا کی
بنیاد شگافِ خانمانہا	درگرد ز سُرمہ آہوانش	در زیرِ عرق ز شرمنا کی

امیر خسرو

سلطانِ شکرلبانِ آفاق
لشکرشکنِ شکیبِ عشّاق
گردن زنِ عافیت فروشاں
تشویش دہِ صلاح کوشاں
سرتابقدم کرشمہ و ناز
ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز
تا زے و ہزار فتنہ در دہر
چشمے و ہزار کشتہ در شہر
چشمش زکرشمہ مست و بیہوش
آہو برہ بخوابِ خرگوش
خنداں چو سمن بہ تازہ روئی
شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی
از وسوسہ چشمِ دیو بستہ
تسبیحِ فرشتگاں گسستہ
نے بت کہ چراغِ بت پرستاں
طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں

ملا مکتبی شیرازی

چشمش بہ ستارہ راہ مے زد
مژگانش سناں بماہ مے زد
مژگاں بہ دلِ خراب کردہ
بر آتشِ رخ کباب کردہ
مہ غالیہ دانِ دایۂ او
خورشید ندیدہ سایۂ او
لعلش عسلِ نخوردِ کس داشت
کز مردمِ دیدہ ہا مگس داشت
وز مو چو فلک خمے فگندہ
بر گردنِ عالمے فگندہ
از نازکیِ کمر کہ او داشت
گفتی کہ بہ دل خیالِ مو داشت
زابرو و مژہ کمیں کشادہ
صد تیر بہ یک کماں نہادہ
باغے شگفتہ گل نہش نام
ماہے نشکستہ لیلیش نام

ملا ہاتفی ہروی

مینو ردہش زروئے خور آب
زو پنجۂ آفتاب در تاب
لیلی نامے سمن عذارے
غنچہ دہنے سخن گزارے
با روئے گل و چو موئے سنبل
خنداں چمنے ز سنبل و گل
شیریں حرکات عشوہ انگیز
در خندۂ شکّریں شکر ریز
چشمے و ہزار ناز با او
صد گونہ کرشمہ اش دراں رو
از شکّرِ لب شکر ستانے
وز سنبلِ زلف بوستانے
با دامِ دو چشمِ آں سمن بر
مے بود نہالِ تازہ را بر
آں ہر دو ہلالِ ابروان نام
از وسمہ دو برگِ سبزِ بادام

امیر خسرو	مُلّا ہاتفی ہروی
فرمودہ کُلالہ را سواری	ہر ناخنِ آں نگارِ رعنا
دادہ مژہ را سلاح داری	چوں برگ شقائقے بہ حنا
افگندہ بہ دوش زلف چوں شست	رُخسارۂ دلفریبش آبے
او بے خبر و نظارگی مست	گوئی زتنش ازاں حبابے
معجونِ لبش بہ دُرفشانی	زاں پائے کہ در نگار بستہ
پروردہ بہ آبِ زندگانی	سرویست زلالہ زار رُستہ

ختمِ کلام | اس مقدمہ کے دورانِ تحریر میں دو نسخے مجنوں لیلی کے اور ملے (ایک کلکتہ کا مطبوعہ ۱۸۳۲ء دوسرا قلمی) ان دونوں نسخوں سے بھی صحت کی گئی۔ اس طرح اب ہمارا یہ نسخہ ایک نسخے سے نقل اور دو نسخوں سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ مسودہ اور اس کی کاپیوں اور پروفوں کی تصحیح میں تا بحد امکان بشری پوری کوشش کی گئی ہے۔ باقی العلم عند اللہ و ما توفیقی الا بہ۔

محمد حبیب الرحمن خاں شروانی حسرت

حبیب گنج ضلع علیگڈھ:

۳ ر رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ

نوٹ: مقدمہ کے صفحہ ۱۲ پر چوتھے شعر کے پہلے مصرعہ میں بجائے "تاباں" کے "تاماں" اور متن کے صفحہ ۸۸ پر چودھویں شعر کے دوسرے مصرعہ میں بجائے "سوخت" کے "دوخت" پڑھنا چاہیئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این قصہ کہ از احسن القصص[51] نمونہ ایست بنام[52] مجنون و لیلیٰ د اغ[53] کردہ شد

و ثنای باری تعویذ صحتش ساختہ آمد تا بیماران دل را مدام از خواندن

آن صلاح قلب حاصل شود ان شاء اللہ تعالیٰ واہب الصحۃ

ای دادہ بدل خزینۂ[1] راز — عقل از تو شدہ خزینہ پرداز[3]

اے دیدہ کشائے دور بیناں — سرمایہ دہِ تہی[4] نشیناں

اے تو بہ ہمیں صفت سزاوار — نامِ تو گرہ کشائے ہر کار

اے بیش ز دانشِ خرد مند — فرمانِ تو نطق را زباں بند

اے بندہ نواز[2] بندگی دوست — زانِ تو جہاں ز مغز تا پوست

اے سِر تو بستہ وہم را گوش — در معرفتِ تو عقل بے ہوش

[51] اے قصۂ حضرت یوسف علیہ السلام ۱۲ حسرت [52] نام نہادہ شد ۱۲ حسرت [53] صرف کندہ و آرایند ۱۲۵
[54] تہی دستاں ۱۲ حسرت

اے حکمتِ تو با مرِ مطلق | عالم ز دو حرف[1] کردہ مشتق

اے جلوہ گرِ بہارِ خنداں | بینا کن چشم ہوشمنداں

اے کردہ ز گنج خانۂ راز | بر آدمیاں درِ سخن باز

اے قدرتِ تو بچیرہ دستی | از نیست پدید کردہ ہستی

اے باز کنِ درِ معانی | بر ما بکلیدِ آسمانی

اے جان بجسد فگندۂ تو | ہر کس کہ بجز تو بندۂ تو

اے صانعِ جسم خالقِ روح | مرہم نہ سینہائے مجروح

اے چار بساط[2] و ہفت پردہ | بر ہفت عروس عقد کردہ

اے نور دہِ چراغ عالم | ہر دم کنِ آدمی و آدم

عالم ز تو شد بحکمت آباد | حکمت ز تو یافت آدمی زاد

ہست از تو شدہ جہانِ فانی | و ز نیست کنیش ہم تو دانی

در کارِ تو آسماں زبونے | و ز کلکِ تو کون کاف و نونے

کونین کہ از صفت بروں ست | بالا و فرودش کاف و نون ست

تقدیرِ تو چرخ بر زمیں کرد | جز تو کہ تواند ایں چنیں کرد

بودی تو نہ چرخ و نے زمیں بود | جز تو کہ تواند ایں چنیں بود

دعوی گریِ سپہرِ پُر پیچ | در حکمت قضائے تو ہیچ

[1] کن فیکون ۱۲ حسرت [2] چار بساط اربعہ عناصر ہفت پردہ ہفت افلاک ہفت عروس سبعہ سیارہ ۱۲ حشم [3] با مروت ۱۲ حشم [4] مراد از کن ۱۲ حسرت

کرده قلم تو حرف رانی ... بر تختهٔ مرگ و زندگانی
حرف تو بنامهٔ الٰهی ... بیرون ز سپیدی و سیاهی
اندیشه بهر بلندی و پست ... بگذشت و بدامنت نزد دست
گر دست منت رسد بدامن ... پس فرق چه باشد از تو تا من
هرچه از تو گمان برم بچونی ... آن من بود و تو زان برونی
با حکم تو گاهِ کارسازی ... منصوبهٔ عقل جمله بازی
زین عقل ترا شناخت نتوان ... زان بیش جنیبه[1] تافت نتوان
زینسان که کمند ماست کوتاه ... بر کنگرِ تو کرا بود راه
پس در رهِ تو به تیزهوشی ... بیهوده بود سخن فروشی
آن به که زنیم سر خرد را ... اقرار کنیم عجزِ خود را
با تو نه سخن رفیع سازیم ... نادانیِ خود شفیع سازیم
داننده توئی بهر که رازیست ... سازنده توئی بهر چه سازیست
از بودنی آنچه بود دارد ... از تو رقمِ وجود دارد
وانچه عدمست نامش آن نیز ... از حکمتِ تست مانده ناچیز
بودِ همه گشته از تو موجود ... حکمِ تو روان به بود و نابود
چون حکمِ تو گرد آشکارا ... کس را بچرا و چون چه یارا

[1] جنیبه اسپ ۱۲ ش

باریکیِ حکمت کہ داند | کز کُن مکُنِ تو نکتہ راند
ہر ذرّہ کہ از ہواش تابیست | از صنع تو در روے آفتابیست
از امرِ تو شد کفایت اندوز | منشورِ شب و جریدۂ روز
وز تربیت تو یافت ایام | پیرایۂ صبح و زیورِ شام
از صنع تو گشت گوہریں چہر | یاقوتِ مہ و زبرجدِ مہر
کردی بازل تمام کاری | کز ہیچ کست نہ بود یاری
عاجز نہ از اساس ہر ساز | تا یار طلب کنی و انباز
شرکت نبرد بہ ملک را ہے | خاصہ کہ بہ ملک چوں تو شاہے
قادر توئی آں دگر کہ باشد | منعم توئی آں دگر چہ باشد
جز تو کہ نہد بہ جیب اُمید | دریوزۂ[له] مفلسانِ جاوید
کارے کہ خرد صلاحِ آں جست | موقوف بکارسازیِ تست
قفلِ ہمہ را کلید بر تو | پنہانِ ہمہ پدید بر تو
لطف تو انیسِ مستمنداں | قہرِ تو ہلاکِ زورمنداں
گر لطف کنی وگر کنی قہر | در ہر دو بود ز رحمت بہر
اے خاک بر آں سرے کز اخلاص | بر خاکِ عبادتت نشد خاص
ہموارہ درِ تو جاے من باد | توفیق تو رہنماے من باد

له دریوزہ بھیک ۱۲ حسرت

مناجات بدرگاہِ الٰہی

اے عذر پذیرِ عذر خواہاں | عفوِ تو شفیع بر گناہاں
خسرو کہ کمینہ بندۂ تست | در ہر چہ فتد فگندۂ تست
آں را کہ تو افگنی بہ زیست | بر داشتنش بہ بازوئے کیست
ہم رحمتِ تو بود کہ پیوست | افگندۂ خویش را دہد دست
دستے[1] کہ فتاد نفسِ خود رائے | در مطرحِ سیل بے سر و پائے
بردار ز خاکِ رہ کہ پستم | از دست رہا مکن کہ مستم
ہر چند تنِ گناہ پرورد | ق | در حضرتِ قرب نیست درخورد
با ایں ہمہ گر پذیری ایں خاک | نقصاں چہ بود بہ عالمِ پاک
نزدیکِ خودم بخواں بداں نور | کز خود ابدالآباد شوم دور
از یادِ خودم کن آں چناں شاد | کز ہستیِ خود نیایدم یاد
جائیم رساں کز اوجِ اخلاص | دیوم[2] بفرشتگی شود خاص
در گلشنِ قدس کن نہالم | مگذار بہ گلخنِ وبالم
گنجم کہ تو کردۂ نثارش | ہم تو بہ کرم نگاہدارش
در گرچہ دریں خزانہ کم نیست | چوں بدرقۂ عونِ تست غم نیست

[1] یعنی مددے ۱۲ حسرت
[2] یعنی نفسِ امّارۂ من فرشتہ گردد ۱۲ حسرت

اینکه[1] دادہ نگاہدار با من — تا دادہ نثار کن بدامن

آن بخشش کہ از توام دہد یاد — آن دہ کہ براہِ تو توان داد

گر تر کنی از نمے دہانم — بکشائے بشکرِ آن زبانم

شکرِ تو بہر کہ کام[2] توزیست[3] — مفتاحِ خزینہائے روزیست

تا جان بودم امید وارم — کز شکرِ تو دل تہی ندارم

خواہم بستایشِ تو بودن — من خود چہ توانمت ستودن

ہم تو دلِ پاک دہ زبان ہم — در مدحتِ خویش بلکہ جان ہم

تا گوید ذکرِ تو بہ تمییز — تنہا نہ زبان کہ جان و دل نیز

بہ گر ندہی بہیچ سانم — آن جان کہ بخویش زندہ مانم

جانیم دہ از خزینۂ خویش — کم زندہ بتو کنند نہ از خویش

آن چشم[4] دہم کہ بیش بیند — عفو تو و جرمِ خویش بیند

آن پردہ کشا کہ باریابم — در پردہ صلاحِ کار یابم

توفیق دہم ولے بکارے — کز فضلِ تو باشدش شمارے

دلشاد کن از امیدِ خویشم — نومید بروں مران ز پیشم

پیداست کہ نیست از ہمہ ہست — نقدیم بجز امید بر دست

افلاس ببین و از سرِ جود — بکشائے خزینہائے مقصود

[1] ہرچہ مرا دادہ حفاظت آں کن و آنچہ ندادہ مرا عطا کن ۱۲ ش [2] تفسیر آیہ لئن شکرتم لازیدنکم است ۱۲ ش [3] توزیدن اندوختن و جمع کردن (برہان) ۱۲ حسرت [4] آں چشم دہ مرا ۱۲ حسرت

گیرم که نیم بلطف درخور | آخر نه که بنده ام برین در

گر رحمت تست بر نکو نیست[1] | رحمت کن بندگان بد کیست

چون زان تو ئیم پاک و ناپاک | هم تو بکرم نگر درین خاک

آخر نه گلم سرشتهٔ تست | نیک و بد من نوشتهٔ تست

چون من رقم از تو می پذیرم | گر نامه سیه بود نگیرم[2]

جرمم منگر که چاره سازی | طاعت مطلب که بے نیازی

گر فضل تو رحمتے نه ریزد | از طاعت چون منے چه خیزد

فردا که ز بنده راز پرسی | ناکرده و کرده باز پرسی

چون میدانی بکار ستم | شرمنده مکن بباز جستم

از رحمت خویش کن رهم باز | بے آنکه ز کرده پرسیم باز

در صدر نعیم ده نشستم | منشور نجات نه بدستم

عفو تو که مشعلیست پر نور | از ظلمت راه من کن دور

روشن کن ازاں نمط رهم را | کاری بسحر شبانگهم را

خاک تن من درین شب داج[3] | از طاعت خود رساں بمعراج

زانگونه بخویش ده پناهم | کز فضل تو خواهم انچه خواهم

زینساں که امیدوارم از تو | خواهش بجز این ندارم از تو

---

[1] نکو نیست آنکه زندگی او نیک ست ١٢ حسرت [2] اے مواخذه مفرما ١٢ حسرت
[3] یعنی تاریک ١٢ منه

کاندم که دمم زتن برآید　　با نامِ توجانِ من برآید
در حجلهٔ قدس بخش جایم　　تا با تو بجانبِ تو آیم
آں راه نما بمن نهانی　　کاندر[1] تو رسم دگر تو دانی
در قربتِ حضرتِ مقدس　　پیغمبرِ پاک رهبرم بس

نعت خاتم انبیا که لوح محفوظ نگین رستین[2] اوست وکلام الله نقش مبین او زین الله خواتم امورنا بابائه

شاهِ رسل و شفیعِ مرسل　　خورشید یسین و نورِ اوّل
هم نور دهِ چراغ بینش　　هم چشم و چراغ آفرینش
شاهنشهِ تختِ آسمانی　　خوانندهٔ تختهٔ نهانی[3]
سلطانِ ممالکِ رسالت　　طغرائے صحیفهٔ جلالت
مجموعه کشائے پردهٔ غیب　　گنجور خزینه هائے لاریب
پروانه رسانِ ظلمت و نور　　وز نور و دخان[4] نوشته منشور
سرکوبِ مخالفانِ ابتر　　تن پوشِ برهنگانِ محشر
گنجینهٔ کیمیائے عالم　　پیش از همه پیشوائے عالم
در مکتبِ کاف و نون شب و روز　　زو جمله رسل و حرف آموز

[1] فنائی الله ۱۲ حسرت [2] نقش بست ضد نقش واژگون۔ چراکه نقش نگین منقلب می باشد واین عجیب است ۱۲ شم
[3] تختهٔ نهانی لوح محفوظ ۱۲ اشش [4] نور و دخان نام سورتهائے قرآن ۱۲ ش

یٰسش[1] ز دهانش دُر فشانده — طٰهٰ اش وان یکاد[2] خوانده

نون و القلمش ز حق تعالیٰ — چتری ز بر ستون والا

مه میم شود بچرخ نون هم — یعنی که ز جرم حسن او کم

کلک از صفتش زبان بریده — نه سحر ز کلک او چکیده

نامش بسریر پادشاهی — توقیع سپیدی و سیاهی

جاروب زنان بارگاهش — از پر فرشته رفته راهش

شمشیر سیاستش سرانداز — شمشیر زبانش گوهر انداز

شرعش بدو کون باز خورده — هر دو بدو تیغ ضبط کرده

لشکر کش[3] آسمان غلامش — تعویذ کلاه کرد نامش

خورشید به نیلگون عماری — دربان درش به پرده داری

ذیل کنفش زفت نهاد در — خاک قدمش بدیده ها نور

بسته کمر آسمان بکارش — انجم همه چاوشان[4] بارش

بر کنگره کشیده فتراک — کانجا نرسد کمند ادراک

ف۱ اتباع رسم قرآنی کرده شد تلفظ یاسین و طاها باشد ۱۲ حسرت ف۲ مراد از آیه وان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارهم لما سمعوا الذکر و یقولون انه لمجنون (سوره قلم) که برای دفع نظر بد می خوانند ۱۲ حسرت

ف۳ مراد از ستاره مریخ که جلاد فلک است ۱۲ حسرت

ف۴ چاوشان بار نقیبان دربار ۱۲ حسرت

در طیرانِ سیمرغِ قاف قران سوی سوادِ ما زاغ با طاؤسِ[1] سدره مدّ ظلها الینا

فرخنده شبی که آن جهانگیر / از نطعِ[2] زمین شد آسمان گیر

طیّاره[3] ز حجره بر قمر تاخت / زین نه سوی[4] آن نُه دگر تاخت

برخاست ز خوابگاهِ این دیر / در مرقدِ چرخ شد سبک سیر

از سدره رسید مرغ والا / خواندش به نویدِ حق تعالیٰ

آورد جنیبهٔ فلک گام / فردوس نورد و فرقد آشام

داد از نمطِ جنیبه[5] داری / شد زان جنیبه شهسواری

آن شاه سوارِ آسمان گرد / آهنگ بگشتِ آسمان کرد

اوّل ز سرای اُمِّ هانی / شد محرمِ کعبهٔ یمانی

پس رو ز ابروی مقوّس / محراب بقبلهٔ مقدّس

در قبله شد و بقعده بنشست / تحریمه بقبله[6] سما بست

برداشت ازین خرابه محمل / در منزلِ ماه کرده منزل

زانجا بطریقِ تاجداری / بنشست به دومین عماری

زانجا بسرِ بلندیِ بخت / شد تخت نشینِ سومین تخت

---

۱ طاؤسِ سدره جبرئیل علیه السلام ۱۲ ش ۲ نطع بستر ۱۲ حسرت ۳ کنایه از اسپ تیز رو (غیاث) ۱۲ حسرت
۴ یعنی جهاتِ شش گانه و موالید ثلاثه، نُه دگر نه افلاک ۱۲ حسرت ۵ جنیبه داری سائیسی ۱۲ حسرت
۶ بیت معمور ۱۲ حسرت

زانجا کہ رسید بر چہارم ... شد خواجۂ آں خجستہ طارم

زانجا چو زبر کشید رایت ... شد والی پنجمیں ولایت

زانجا چو بلند بارگہ گشت ... شہباز ششم شکارگہ گشت

زانجا چو نمود بیشتر جہد ... شد مہدی خاصِ ہفتمیں مہد

زانجا چو شد آں طرف روانہ ... شد خازنِ ہشتمیں خزانہ

زانجا چو پرید بر نہم بام ... آزاد شد از شکنج نہ دام

بازارِ جہت گذاشت بر جائے ... بنہاد بقطعِ[1] بے جہت پائے

سر زاں سوئے کائنات بر کرد ... ملکِ ازل و ابد نظر کرد

بست از دو دوال بند نعلیں ... شہباز غرض[2] نقاب قوسیں

دید آنچہ[3] عبارتش نسنجد ... در حوصلۂ خرد نگنجد

دیدار خدائے دید بے[4] غیب ... گفتار ز حق شنید بے ریب

زاں گفت و شنید بے کم و کاست ... ہم گفتن و ہم شنیدنش راست[5]

کرد از کفِ غیب شربتے نوش ... کز ہستی خود شدش فراموش

ایزد بکمالِ مہربانی ... دادش بکمال ہر چہ دانی

بنواخت بعزت سلامش ... بسپرد ودیعت کلامش[6]

(بیت ۱۰)

---

[1] قطع بے جہت یعنی ملا اعلیٰ ۱۲ حسرت [2] یعنی از دو تسمہائے پاپوش خود شہباز غرض را در نقاب قوسین بست ۱۲ ش

[3] آنچہ معائنہ کرد او را عبارت نتواں سنجید ۱۲ ش [4] عیاں ۱۲ حسرت [5] یعنی صحیح و درست ۱۲ ش

[6] کلام کتاب اللہ و سلام السلام علیک ایہا النبی کہ در تشہد میخوانند ۱۲ ش

مقصود دو کون تربتش بخت — گنج دو جهان بدانشش رخت
با بخشش پاک بندهٔ پاک — آمد سوے بند خانهٔ خاک
آورد ز حضرت خداوند — منشور نجات عاصی چند
پس او بہر خجستہ یاری[1] — ز آوردهٔ خویش یادگارے
یاران که ستوده حال بودند — منعم همه زان نوال بودند
بودند همه ز سینه پُر — جوئے ہم ازان محیط پُر دُر
بوبکر بغار ہم قدم بود — فاروق بعدل محتشم بود
وان حرف کشِ[2] جریده پرداز[3] — با خازنِ علم بود همراز
هر چار چو هشت باغ بودند — پروانهٔ یک چراغ بودند
زین چار ستون فرخ آرام — چون دینِ هدا بلند شد نام
امید که این خجسته بنیاد — تا روز ابد بماند آباد
جانم که چنین حصار دارد — بیگانه درو چه کار دارد
یارب که سرش بر آسمان باد — وز رخنهٔ دیو در امان باد
خسرو ز چنین اساسِ محکم — چون معتکفانِ کعبه بی غم

[1] صحابی ۱۲ حسرت [2] حرف کش محرر و نویسنده (بهار عجم) ۱۲ حسرت
[3] آراینده و جامع قرآن یعنی حضرت عثمان ابن عفان. خازن علم باب العلم حضرت علی یعنی عثمان و علی باہم موافق و ہمراز بودند ۱۲ ش

مدحِ شیخ الطریقہ نظام الحق والحقیقہ محمّدی کہ عیسیٔ آخرالزمانش فرستادند تا دمِ جان بخشِ اسلامِ محمّدی را ازسرزندہ گردانید و عمرِ جاوید بخشید متّع اللّٰہ المسلمین بطولِ بقائہ

چوں گوہرِ مدح خواستم سفتم — از غیب شنیدم آنچہ گفتم

اکنوں قدرے دُرِ معانی — ریزم بسرِ جنیدِ ثانی

قطبِ زمن و پناہِ ایماں — سرحلقۂ حلقۂ کریماں

در شرع نظامِ دینِ احمد — یعنی کہ نظامِ دینِ محمّد

در حجرۂ فقر بادشاہے — در عالمِ دل جہاں پناہے

بر خاک ز رحمت آسمانے — بر چرخ ز دولت آستانے

برمہ ز گلیم بردہ رایت — سلطانِ ممالکِ ولایت

شاہنشہِ بے سریر و بے تاج — شاہانش بخاکِ پائے محتاج

در پردۂ غیب محرمِ راز — وز را ز سپہر کیسہ پرداز

در عالمِ وحدت ایستادہ — بر ہر دو جہاں قدم نہادہ

از خواجگی آستیں کشیدہ — در پایۂ بندگی رسیدہ

سلہ حضرت نظام الدین معروف باولیاؑ قدس اللہ سرہ ۱۲ اشش

(رباعی)

بیناترِ جملهٔ پاک بینان — بیدارترینِ شب نشینان
هر شب که رود برین کهن بام — بر فرشِ فرشتگان زند گام
در پیش دوند جمله مشتاق — گویند بعرشش قم علی الساق
مسند ز سپهر برترش باد — خسرو چو ستاره چاکرش باد

فی المحمدة المحمدیة هو ختم خلفاء العرب والعجم وارثِ خلافت بنی آدم علاء الدنیا والدین ناصر امیر المومنین المستنصر برب العلمین المعتصم بحبل الله المتین رفع الله فی الخلافة درجاته وجعل اخلافه خلفاء الاقالیم فی حیاته

ای بخت زپیش پرده بردار — ما را رخِ خویش در نظر دار
بنمای بما که تو چه چیزی — کاندر همه جا چنین عزیزی
نی مردم و نی فرشته نامی — دیوی که فرشته‌ای؟ کدامی؟
دولت که چنین بزرگوار است — پیشِ تو کمینه پیشکار است
هر پایه که در جهان توان جست — موقوف بکارسازیِ تست
بین تا تو چه بنده‌ای درین خاک — کین مرتبه دادت ایزد پاک
با آنکه بچابکی زبانها — بود از تو صلاحِ خاندانها
لیک آمدنِ تو زیر نه مهد — مخصوص شد از برای این عهد

تابندہ بوی بجہد و تسلیم — درخدمتِ شاہِ ہفت اقلیم

شاہے کہ بنصرتِ خدائی — ختمست برو جہاں کشائی

سلطان جہاں علائے دنیا — سرمایہ دہ سرائے دنیا

چوں سعد[1] فلک سعادت اندود — یعنی کہ محمد ابن مسعود

ختم خلف دریں کہن طاس — زآدم شدہ نے ز آلِ عباس

سینہ اش صدفِ دُرِ الٰہی — سنگش[2] محک عیارِ شاہی

ملکش بچہار حد شد آباد — با سبع[3] شداد بستہ بنیاد

دولت خبرے زد استانش — گردوں صفتے ز آستانش

رمحش ز سپہر سرفرازی — قادر کُشی و زبوں نوازی

فرمانش زمانہ را زبوں گیر — سہمش بدل زبوں کشاں تیر

خلقے بحمایتش زن و مرد — از ظلِ خدائے سایہ پرورد

برتر ز جہتِ[4] جہاں مقامش — وز حدِ جہت گذشتہ نامش

مصباح کواکب اختر او — معراجِ ستارہ بردرِ او

شیرانِ سپاہ بارگاہش — بربام فلک کشادہ راہش

اندیشہ گم اندرونِ صدرش — ز اندیشہ بروں قیاسِ قدرش

---

[1] سعد فلک، سیارہ مشتری و زہرہ ۱۲ ش [2] سنگ تمکین و وقار ۱۲ حسرت [3] سبع شداد ہفت آسمان

[4] اے از جہت جہاں ۱۲ حسرت

در داشتن جهان همه گاه ‌‌‌ ‌‌ بازوش[1] و راز و دست کوتاه[2]

زانگه که قوی[3] کند نطعِ شاهان ‌‌ بنشسته نفیر داد خواهان[4]

گر دست بترش کند به تندی ‌‌ دندان فلک فتد بکندی

هر بیخ عدو که هست در دهر ‌‌ بر کنده همه بصرصرِ قهر

تا صرصر او خس از زمین رُفت ‌‌ هر فتنه که بود در جهان خُفت

آهو بر بانش بے تظلم ‌‌ پیشانی شیر خار و از سُم

پیلان بدرش به پیش بینی ‌‌ رفتہ رہ مورچہ بہ بینی

میزانِ عطا گرفت در چنگ ‌‌ زر داد بسنگ و چرخ را سنگ

هنگام عطا چو شہسواراں ‌‌ بخشندہ با حیا چو باراں

بذلش که درونِ خانہ گنجد ‌‌ در حوصلہ خرد نہ گنجد

زاں لطف که دست مایہ کردہ ‌‌ بر خلق ز دست سایہ کردہ

دستش همه جود غرب تا شرق ‌‌ ذاتش همه حلم پائے تا فرق

آفاق بجو ‌انچہ جلالش ‌‌ مہمان وظیفہ نوالش

پیمانہ دوست پُر ز دُر کرد ‌‌ پیمانہ خصم[5] نیز پُر کرد

چوں کوکبہ سپہ کند راست ‌‌ تکبیر[6] زند ستارہ بے خواست

---

[1] اے در حفاظت ملک ۱۲ حسرت [2] اے از ظلم ۱۲ حسرت [3] اے شاہان جہاں را سر انداخت یا آں کہ بر سریر شاہی جلوہ کرد ۱۲ حسرت [4] نفیر داد خواہاں فرو نشست یعنی کسے فریادی نیست ۱۲ [5] یعنی ہلاک کرد ۱۲ حسرت [6] تکبیر زند یعنی از حیرت اللہ اکبر گوید ۱۲ ش

با دلیت جنیبتش روانه — گرد سپرد ابلقِ زمانه

چترش سلبِ سیاه بر دوش — زو هفت خلیفه جاگی[1] پوش

شبگون علمش چو لیلة القدر — از چترِ سفید یافته بدر

خورشید جنیبهٔ شکارش — مرّیخ سلاح دار بارش[2]

مه کوست بر آسمان حشم را — در داخلِ دولتش[3] علم را

کوسش زده بانگ بر ثریا — لرزان شده آسمان چو دریا

دین را علمش عماری خواب — محرابی[4] او پناهِ محراب

آن را که کشد به تیغِ خونی — رحمت کندش گهِ زبونی

خصم ار همه در خورِ دو نیم است — شمشیرِ سیاستش رحیم است

از تیغ چو آبِ قطرهٔ پاک — بنشاند غبارِ عالمِ خاک

تیغش چو زمین ز خون رزیده — بس جان که بشستِ او خزیده

دریایے از کفِ چو میغش — دوزخ شررے ز تابِ تیغش

رمحش ز خطِ سما گذشته — تیرش ز حدِ[5] خطا گذشته

لوحیست حسامش آنگون سطح — حرفش رقمے ز سورهٔ فتح

آراسته هد[6] به سر بریش — نون و القلم کمان و تیرش

---

[1] جاگی پارچهٔ کهنه (غیاث) هفت خلیفه مراد از روح حیوانی و عقل و سامعه و باصره و ذائقه و شامه و لامسه باشند درین خادم و تربیت یافتهٔ ممدوح هستند ۱۲ حسرت
[2] بار، بارگاه ۱۲ حسرت
[3] ای حرمِ دولتش ۱۲ حسرت
[4] محرابی نوعی از شمشیر (غیاث) ۱۲ حسرت
[5] یعنی تیرش خطائی کند ۱۲ ش
[6] بالضم مسلسل پیادر (منتخب) اردو جهالر یعنی هد به سر بر ممدوح از تیر و کمانش آراسته است ۱۲ حسرت

بادا بہ نشاطِ جاودانہ — درسایۂ تیغِ او زمانہ

درخطابِ سکندرِ ثانی و سدِ عصمتِ مسلمانی ایداللہ ارکان سریرہٗ علیٰ قوائم التائید و ابد بنیان سدتہٗ علےٰ اساطین التابید

اے روئے تو آفتابِ جاوید — وے رائے تو شب چراغِ خورشید

بر فرقِ تو چترِ بادشاہی — ہمسایۂ سایۂ الٰہی

باز وئے تو تختِ جم گرفتہ — ملکِ عرب و عجم گرفتہ

خاکِ درِ تو بہ روشنائی — مصروف[1] بشغلِ توتیائی

عہدت بدلِ بزرگ حالاں — چوں عید بطبعِ خوردسالاں

نامِ تو کلیدِ تنگیِ حال — مدح تو فسونِ جذبۂ مال[2]

در مشتِ تو نقدِ جملہ ہستی — احسنت زہے فراخ دستی

ابرے کہ چنیں دہ دست ست — با مکرمتِ تو نیک پست ست

(بیت)

دستت بکرم ضمانِ روزی — عالم بہ تو میہمانِ روزی

ہر تعبیۂ[3] تو در زمانہ — منصوبہ کشائے جاودانہ

(بیت)

[1] خاکِ درِ تو برائے روشنیِ چشم بسرمہ دادن مصروف است ۱۲ آتش

[2] مداحِ تو مال و زر می کشد ۱۲ آتش

[3] تعبیہ، ساختن چیزے کہ قدرے غریب نماید (غیاث) مراد آئین ہا در سلطنت باشد ۱۲ حسرت

رمزے ز تو شد بہ بخششِ گنج — تضعیفِ محاسبانِ شطرنج

نزدِ خردِ نہایت اندیش — زان بیشتری کہ گویمت بیش

من مدحتِ تو کہ بیش خوانم — بے قیمتِ بیتِ خویش خوانم

آن نادرہ کش بہا نباشد — قیمت کنمش روا نباشد

پیدا است کہ قیمتِ معانی — دانستہ نشد بہ کاردانی

لیک از کرمِ تو گنج دیدن — مزدیست برائے رنج دیدن

این زر[۱] کہ بہ نظمِ زیورِ تست — احسانِ تو مزدِ زرگرِ تست

من صنعتِ سہل کار بندم — شہ تو دہ زر دہد بلندم

مزدش کہ چنیں بلند باشد — بنگر کہ بہاش چند باشد

چوں من بہ سخن ز رنج بردن — بدخو شدہ ام بہ گنج بردن

این گنج[۲] و چہار گنج دیگر — کار استہ[۳] شد بہ پنج دیگر

سختم[۴] ز درونِ حکمت آگاہ — از بہرِ خزینہ خانۂ شاہ

تا بو کہ مرا بدانش و داد — گہ گہ کہ ضمیرِ شہ دہد یاد

(بود ۱۲)

امید کہ این متاعِ اخلاص — گردد بقبولِ بندگی خاص

۱؎ این زر اے نقدِ سخن ۱۲ حسرت

۲؎ مراد پنج گنجِ خسروی ۱۲ حسرت

۳؎ مطابقِ خمسۂ نظامی آراستہ شد ۱۲ حسرت

۴؎ سختن بمعنی سنجیدن (غیاث) ۱۲ حسرت

ایزد بدلِ تو جا دہادش | مقبولیِ خود عطا دہادش

بادش بمقامِ ارجمندی | از سکۂ نامِ تو بلندی

از نامِ تو او خجستہ رو باد | وین بندہ خجستہ نام ازو باد

در سببِ نظمِ ایں جواہر رشتۂ خجستہ را در کشیدن و در نظرِ جوہریانِ مبصر داشتن و قیمتِ عدل خواستن

چوں ہشت بدو نامہ زیں ورق پیش[1] | راندم قلمے بہ نکتۂ خویش

از روحِ قدس شنیدم آواز | کای کردہ لبِ تو گوشِ من باز

نے ایں رقمِ خیال کردی | بل جادوئے حلال کردی

آں بہ کہ کنوں دریں تفکر | کاہل نہ شوی بہ سفتنِ دُر

آں کو بہنر نہ شد طلبگار | چوں بے ہنراں بود قفا خوار

اسپے کہ نہ خانہ خانہ گردد | مستوجبِ تازیانہ گردد

آں خواجہ کہ کاہلیست خویش | کاہل تر از دستِ آرزویش

جاں کن کہ غرض بچنگ یابی | کاں کن کہ گہر بسنگ یابی

[1] از یں بیت معلوم می شود کہ ایں سوم کتابِ پنج گنج ست ہنوز دو دیگر نہ نوشتہ شدہ پس ایں شعر کہ (ایں گنج الخ) چگونہ صحیح باشد۔ مگر آں کہ گویند کہ چوں قصدِ نوشتنِ خمسہ بنامِ ممدوح داشتند ایں چنیں فرمودند چنانکہ در دیباچۂ کتاب می گویند ایں کتاب بہ فنِ فلاں نوشتہ شد۔ حالانکہ وجودِ کتاب در ذہن می باشد۔ ہمہ کتبِ خمسۂ خسروی بنامِ سلطان علاء الدین نوشتہ شدہ ۱۲ حنیف

تا چند نکنند کسے دہ ہم؟   تا رہ نزوند کسے شود کم؟
لیکن مکن آں تفکرِ خام   گر نامۂ بد بوی نکو نام
بکشا طبقے بغیر تا وان   نُقل اندک و چاشنی فراوان
یک شیشہ کہ خوش فرو توان خورد   بہتر ز دو صد سبوئے پُر دُرد
نتوان خمے از شراب خوردن   نتوان دو سہ شراب بہ آب خوردن
خواہی کہ بہ از بہت کشاید   خورسند مشو بہر چہ آید
ز اندیشۂ دقیقۂ نغز خیزد   وز پختنِ آرد مغز خیزد
بالایش قند و تیرہ تابش[1]   رُخسارِ نبات را صفا بش
کانکس کہ گرفت تیشہ در چنگ   خشنود چگونہ گردد از سنگ
ہر گہ کہ علم شدی بکارے   در غایتِ آں بکوش بارے
از اندکِ خوب شو فسانہ   نے از حشواتِ[2] بیکرانہ
یک دانۂ نارِ پختہ در کام   بہتر ز ہزار آسبِ[3] خام
یک شاخ کہ میوہ دہد تر   بہتر ز ہزار باغِ بے بر
یک بلبل خوش نوا و دلکش   بہتر ز دو صد کلاغ ناخوش
یک صفحہ پُر از خلاصۂ شوق   بہتر ز دو صد کتابِ بے ذوق

---

[1] اے چوں قند با تابۂ سیاہ (کڑاھاؤ) بیامیزد و از ضرباتِ کفچۂ قناد (حلوائی) مالش نیک یابد صفائے دیگر پذیرد تابش مخفف تابہ اش۔ و تابہ ظرفے باشد کہ در آں خاگینہ و ماہی بریاں کنند (برہان) ۱۲ حسرت

[2] کارِ عبث و فضول ۱۲ اش [3] آلی میوہ بہی ۱۲ اش

در کامِ کساں کجا بود بہ   مغزے نہ بحرف و جلد فربہ

دفتر چہ کنی چو نظمِ تر نیست   در صد صدفت یکے گہر نیست

چوں مردمِ دیدہ چشم بد دور   یک خال سیہ نمائے پر نور

نے چوں حبشی کہ از تباہی   نورے نہ و عالمِ سیاہی

آں بہ کہ چو نکتۂ سگالی   حرفے نہ بود ز نکتہ خالی

یک رمز بدفترِ منقش   چوں خندۂ زنگی ست ناخوش

چوں صبحِ[1] نخست بے فروغ ست   آں خندہ کہ می زند دروغ ست

آں کش نمکِ سیاہ[2] باید   در سنگِ سیہ چہ دست ساید

آں کس کہ رقاقِ[3] میدہ یابد   از بہر سبوس کے شتابد

تا شربتِ صاف در قدح ہست   در سرکہ کسے چرا کند دست

بد گو کہ سیاہ گوئے باشد   ز و نامہ سیاہ روئے باشد

چوں گفتِ لطیف در خورِ[4] زہ   گویند کہ ہر چہ کم بود بہ

ناخوش سخنے کہ بیش گوید   مزد آں چہ دہیش بیش جوید

چیز کو بفغاں نمو نہ باشد   پس دیر کشد چگونہ باشد

بوقی[5] نہ بس آنکہ ساز گیرد   واں گاہ نوا دراز گیرد

---

[1] صبحِ کاذب ۱۲ اش [2] رقاق۔ نان تنک ۱۲ اش [3] ایے درخور تحسین ہست ۱۲ اش

[4] بوق چیزے باشد از مس مانند شہنائی کہ ازاں آواز مہیب و مکروہ خیزد (غیاث) ۱۲ حسرت

بے نکتہ قلم زدن پیاپے / کژ کردنِ باد باشد از نے

ہر کلک تہی کہ در صریرست / مضرابِ مغنیانِ پپیرست

پر مغز بود خدنگِ دلخواہ / ناشورہ[1] بود ہمہ تہی گاہ

نطقے کہ نہ در ہنر بلند ست / بگذر ز زنخ[2] کہ ریش خند ست

بے مایہ تجارت ایچ بارست / بے رشتہ تنیدن ایچ کارست

ور تو ہوس گزاف داری / مے لاف کہ جائے لاف داری

بے بہرہ کہ کار کردنش خوست / بیکار ترینِ مردماں اوست

سنجیدنِ سایہ در ترازو / بیکارِ ترا ز دست و بازو

کژ پایکِ راجو کج کنی پائے / گر کج خوردت گریزی از جائے

دریا چو بکوزہ[3] کم کند کس / در کوزہ کنش کہ بس کند بس

آں دیو بود کہ چار ناچار / کارے طلبد نہ بہرۂ کار (نفع ۱۲)

حکایت آں دو دیو کہ از خوی پیشانی دریا را و بیاباں ریختند و از بریدن زمین بیاباں و در دریا انداختند

گویند دو دیو با سلیماں / بستند ز بہر کار پیماں

[1] ناشورہ، پراگندہ ۱۲ ش [2] زنخ بیہودہ (غیاث) ۱۲ ش [3] لے بے خردے کہ آبِ دریا را بکوزہ پُرکردہ کم کردن خواہد علاجش آنکہ خود او را در کوزہ باید کرد تا فریاد بس بس آرد و فہمد کہ چوں دو در کوزہ نمے گنجد آبِ دریا چگونہ گنجد ۱۲ حسرت

بردند بر اوج بارگاہے — روزے کردند کارگاہے

چوں در عملِ دگر شد دست — کردند ہماں کشیدہ را پست

فرمانِ دہ کارکاروان بود — بر مردم و دیو کارزاں بود

چوں دید کہ دیو بست آزار — از بیکاری چو مردم از کار

فرمود کہ ہر دو تن مہیا — پویند سبک بدشت و دریا

ایں ریگ برود آب ریزد — او ناپژہ[1] در سراب ریزد

چنداں کہ بچند گاہِ موزوں[2] — ہاموں شود آب و آب ہاموں

دیواں بہ چناں گزاف کارے — ماندند دراز روزگارے

تا بود حیات سپے فشردند — و آخر ہماں شکنجہ مردند

بے رنج تنِ عقوبت الفنج[3] — رنجیدہ شود چو نازک از رنج

مقصودم ازیں حکایت آن ست — کاندیشۂ بے غرض زیان ست

ناگفتہ بہ آں چہ کس نہ گوید — ناکشتہ بہ آں چہ بر نروید

کوتہ سخنی ستودہ حالے ست — بسیار سخن زوے ملالے ست

لیک ار سخنے ست روح پرور — می گوئے کہ عمر بیش بہتر

زر کش از لی ست ہمتِ خویش — ہر چند کہ بیش عشرتش بیش

---

[1] بمعنی آب چکیدن چنانچہ گویند ناپژہ مے کند یعنی آب مے چکد (برہان) اینجا مراد آب باشد ۱۲ حسرت

[2] اے در چند سال ۱۲ حسرت

[3] الفنجیدن بمعنی جمع کردن و اندوختن (برہان) ۱۲ حسرت

آن تحفه که عزتش ز غیب ست ‖ بیشی و کمی در و چه عیب ست
خوبی سبب قبولِ عام ست ‖ پیرایهٔ نامه حرف نام ست
کاغذ که شود سپید چون گل ‖ بهتر ز سوادِ بے تامل
زینسان که ترا سخن بلند ست ‖ خاموشیِ تو نه دل پسند ست
کالا ز خزینه بر سبا زار ‖ تا تنگ شود ره از خریدار[1]
در گوش من از سپهر نیلی ‖ آمد چو ندائے جبرئیلی
خوش خوش بتوکلِ خداوند ‖ دریائے گہر کشادم از بند
هان اے شنوندهٔ خبردار ‖ کردم خبرت بیا و بردار
آن موج زنم کنون که از دُر ‖ گردد همه دامنِ جهان پُر
نقشے که بنامهٔ نخست[2] ست ‖ هرچند که یک بیک درست ست
من نیز چنان که خواندم آن حرف ‖ اینجا همه کرد خواهمش صرف
تا سر خوشِ جامِ اولیں دست[3] ‖ گردد بشرابِ دومیں مست
چون ساقی پیش صاف را بُرد ‖ تعلیم نکند کسے باین دُرد
یارب چو تمام گردد این ماه ‖ در وے ندهی کسوف را راه
بیزد چو دقیقه را هنر بیز ‖ از چاشنی خودش نمک ریز

[1] مراد ہجوم خریداراں ۱۲ ش
[2] مراد لیلیٰ مجنوں مولانا نظامیؒ ۱۲ حسرت [3] دوُر ۱۲ حسرت

زانگونه کشش بسینها خاص · کش در دل و جان نهند اخلاص

وان چه از رقمِ گناه بینی · ق · گر زے رقمِ سیاه بینی

اُمید که گاه نا اُمیدی · بخشی سیهِ مرا سپیدی

چون یافت دل این امیدواری · اے خامه بیار تا چه داری

راه نمودن فرزند قرة العین عین الدین خضر را که از ظلمات دنیا بسوی روشنائی دین گراید روّاه الله من عین الحیوة و زاد عمره کالخضر بصحبة اللذات

اے چار ده ماهه زندگانی · هم خضر و هم آب زندگانی

اکنون که نداری از خرد ساز · می پرورت زمانه در ناز

اُمید که چون شوی خردمند · خالی نکنی درونه زین پند

از چار ده بگذرد چو سالت · ق · گر دو مه چار ده جمالت

بر نکتهٔ عقل دست سائی · بر گنج هوس گره کشائی

ور چپ زدن خرد شوی راست · وانی چپ خود ز جانب راست

دانسته شوی بکار دانی · بر سترِ صحیفهٔ معانی

خواهی که دلت بتابد از نور · اندر زهر امکن ز دل دور

پیوند هنر طلب چو مردان · وز بے هنران عنان بگردان

خضر از پئے آں نہادمت نام — کت عمر ابد بود سرانجام

لیکن نہ بود حیات جاوید — تا سر نہ کشی بماہ و خورشید

واں راست باوجِ آسماں سر — کز جوہرِ علم یافت افسر

واں خواجہ برد کلیدِ ایں گنج — کو بر تنِ خویشتن نہد رنج

خواہی ظلمت بچرخ ساید — بے دود چراغ راست ناید

گر دل نہ کنی بسہل خرسند — نقدے بہ ازاں کشاید از بند

تاک از پئے غورہ[1] می دہد گل — شاخ از پس سبزہ میدہد گل

کانے کہ کنی ز بہر گوہر — سنگت دہد اوّل آں گہے زر

چوں باز کنی ز نیشکر بند — خس در دہن آید آں گہے قند

آں نیست نشانِ علم والا — کز خلق بری بحیلہ کالا

علم آں باشد کہ رہ کند پاک — نے زرقِ[2] مزوّرانِ چالاک

آں تختہ درست کن بتکرار — تا گہ شوی از نہایتِ کار

چوں من نشوی کہ ہر زمانے — سازم بدروغ داستانے

در گنجِ سخن دہد کلید ست — اندیشہ من شود پدید ست

آں بہ کہ بجہل کم بپیچی — ایں نامہ بپیچ تا نہ پیچی

---

[1] غورہ انگور خام ۱۲ ش

[2] زرق مکر۔ مزوران مکاران ۱۲ ش

من کین قسم از هنر گرفتم — زین کشته نگر چه[له] بر گرفتم

تا تو چو کنی مے زراندود — زان قلب زنی چه آیدت سود

ور دل کندت هنرفزائی — پیشه نکنی ثناسرائی

گر مدح تو در طمع کشد رائے — در صفت سران نباشدت جائے

چون زین فن بد شوی شکیبا — می گوئے سخن ولیک زیبا

از کار گہر حریر زن لاف — خس پاره مکن چو بوریا باف

حرفے که ازو دلے کشاید — از هر قلمے برون نیاید

زیبا۔ نه بهر زبان توان گفت — یاقوت بکارگے توان سفت

ازان

ور بر دهد این درخت قندت — وآوازه چو من شود بلندت

زان میوه که افتدت بدامان — تنها نخوری چو ناتمامان

چون آمده گریکے ست گر هفت — بدهی ندهی بخواهدت رفت

بارے کم ازان نه کز تو چندی — آسوده شود نیازمندی

چون مرد بکرد مردمی گرد — نے همچو بخیل ناجوانمرد

سرمایهٔ مردمی مکن گم — کز مردمی ست قدر مردم

گرچه زرت از عدد بود بیش — درویش نواز باش درویش

صد سر برد آسمان به شمشیر — تا یک شکم از علف کند سیر

له بر ثمره ۱۲ ش

موراں که بزیر پا دوانند ۔ یکجو بهزار جاں ستانند

نقدے که رہش بدیں گزندست ۔ بے رنج دہی نگر که چندست

خواہی که بمهتری زنی چنگ ۔ دریوزهٔ کهتراں مکن ننگ

سنجیدہ دهد چو ابر باراں ۔ رنجیده شوند دانه خواراں

ابله که دهد قُراضه[1] بے رنج ۔ بهتر ز محاسب درم سنج

مستی چو کرم بود جمال ست ۔ در باده نمک زنی حلال ست

گر بر تو زند فقیر حیاں باز ۔ در پیش خود از درم سپر ساز

کاں را که بکیسه نیست چیزے ۔ خود را کُشد از پئے پشیزے

در شعبده مرد خنجر آشام ۔ از پهلوئے خویش می خورد شام[2]

تا داشت که نیست با جُز[3] خویش ۔ باز و ز پئے شکم کند ریش

آں کز تن خود جدا کند پوست ۔ او باد گرے کجا شود دوست

تا پا نه نهی بدستیاری ۔ از دوست مخواه دوستداری

بیدار سئیے پاسبانِ بے مزد ۔ گنجینه[4] برد بشرکتِ دُزد

یارے که بجاں نیاز مانی ۔ در کار خودش مده روائی

صد بار بود بناں شکے نیست ۔ چوں کار بجاں فتد یکے نیست

---

[1] ریزهٔ سیم و زر ۱۲ ش [2] شام طعام ۱۲ ش

[3] اے خر بار بردار ذخویش دهمد روچاره ساز ندارد ۱۲ حسرت

کن برکفِ ہمگناں درم ریز — جز برکفِ کودکانِ نوخیز
کاموختہ شد چو خورد باسیم — کالائے بزرگ آبود بیم
کودک ز درم شود گرہ گیر — پیراز رقمِ سیاہ تحریر
درخود بغلط نعوذ باللہ — درسمت سیاقتا وفتد راہ
باآں کہ شوی وزیرِ کشور — وز دسے باشی کلاہ برسر
دانی ز قلم ہنرچہ جوئی — ازآب سیہ سپیدروئی
چوں برسرِ شغل کام باشی — می کوش کہ نیک نام باشی
درہرچہ ترا شمار باشد — آں کن کہ صلاح کار باشد
نیکی کن اگر بدی سگالی — ازحسنِ نیت مباش خالی
گر نبشانی درختے ازخار — آں خار نشاں کہ گل دہد بار
نشتر کہ بزخم خوں فشانست — ازبہرِ صلاح ناتوانست
آزار مجو چو سینہ سوزے — کازردہ شوی تو نیز روزے
ناخن کہ سرخراشش دارد — ببرند سرش چو سر برآرد
آتش کہ بظلم گشت خویشش — سیری نبود بہیچ رویشش
شمشیر کہ کار اوست آزار — باشد بہ نیام سرنگوں سار
آزار کسے طلب ہمیشہ — کازردنِ خلق کردپیشہ

ازاں

سلہ ناتواں بیمار ۱۲ آتش

از بخشش

ناکس که خراش چوں خساں کرد ‏ ‏ ‏ با او آں کن که با کساں کرد

گر دست رسد بہ بد فعالے ‏ ‏ ‏ رحمت نکنی بہیچ حالے

رندے که خورد و یار زد مشت ‏ ‏ ‏ در حال بہشت بایدت کشت

بر خویشتن آں که او نہ بخشود ‏ ‏ ‏ بخشودن او خرد نفرمود

ناداشت که تن کند بزر ریش ‏ ‏ ‏ داغے بنہش که تا کند بیش

ہستے که بہ چہرہ جہد ببازی ‏ ‏ ‏ آں بہ که رسن بہ دو نبازی

کورے که رود بگشتِ گلزار ‏ ‏ ‏ ہاں تا نہ کشی گرش خلد خار

آں سگ که سزائے تیغ باشد ‏ ‏ ‏ رحمت کنیش دریغ باشد

در جنبش فتنہ جا نگہدار ‏ ‏ ‏ بر خار چہ جرم؟ پا نگہدار

با آں که بود جہاں پر از دوست ‏ ‏ ‏ ایمن منشیں ز خصم در پوست

گر خود نتواں ز سر فرازی ‏ ‏ ‏ با تیہو و کبک جستہ بازی

بازے چو کلنگ را بر جائے ‏ ‏ ‏ پاس سر خویشتن بیک پائے

با پنجۂ دُراں بپائے خیزد ‏ ‏ ‏ وز شیر بپائے پس گریزد

شد چیرہ چو دشمنِ ستمگار ‏ ‏ ‏ از وے نرہی مگر بہنجار

مرغے که طپید بحلقۂ دام ‏ ‏ ‏ اندر خفہ[1] جاں دہد سر انجام

افتاد چو کار با گراناں ‏ ‏ ‏ با صرفہ[2] زیند کار داناں

۱؎ خفہ تنگ بودن گلو ۱۲ حسرت ۲؎ صرفہ حیلہ و تدبیر ۱۲ حسرت

مردم چو عناں دہد بفرہنگ ‏— از باد بگردد آسیا سنگ

بینائیِ عقل پیش مے دار ‏— بینا شو و پاس خویش مے دار

شب کور بود عسس چو در کوئے ‏— از دزد خورد طپانچہ بر روئے

منگر ز جہاں فریب ناکی ‏— کاندر پسِ او بود ہلاکی

چوں خندہ کند بہ پردہ برق ‏— شمشیر زند ز شعلہ بر فرق

ایمن منشیں بعالمِ خس ‏— کز چرخ نرست بے بلا کس

گندم کہ ز کام آسیا جست ‏— ہم در دہنِ جوال[۱] شد پست

مغرور مشو بملک و مالے ‏— کاں نیست مگر کہن سفالے

مال ارچہ کشادِ کار ازان ہست ‏— تشویشِ دل و ہلاکِ جان ہست

آں بہ کہ بحرص کم شتابی ‏— کز تنگِ طمع خلاص یابی

تا دل تگ و پو زند بسوئے ‏— راحت نبود بہیچ روئے

چوں قافلہ در گریز باشد ‏— خواہش ہمہ تیز خیز باشد

خواہی کہ نگردی آرزومند ‏— می باش بہر چہ ہست خورسند

پویان حریص روئے زرد ہست ‏— خورسندیِ دل صلاحِ مرد ہست

مردم چو ز رز عناں بتابد ‏— ہمت شرفِ کمال یابد

آں سرخ گلے کہ خوں فشان ست ‏— سرخیش ز خونِ سرکشان ست

---

[۱] جوال بالضم چیزے کہ دراں غلہ پر کردہ بر خر و یابو نہند (غیاث) ۱۲ حسرت

ایمن بود از شکنجه درویش / زر هرچه که بیشتر بلا بیش

گشتی چو بسروری کله دار / شو ساخته[1] خدنگ خونخوار

ور نیز شوی وزیر مقبل / از زخم زبان مباش غافل

ور زاهل قلم شوی گران گیر / بر نسبت جد شوی کمان گیر

ناوک زنی و گره کشائی / ترکانه ز مو گره کشائی

چون در صف پردلان کنی جای / سر پیش نه اول آن گهی پای

مردانه که کار مرد ورزد / آن به که ز بیم جان نه لرزد

گیرم ز عدو عنان بتابی / از مرگ کجا خلاص یابی

از پیش بلا که گرم خیزی / مردن بقفاست چون گریزی

کار نظر است پیش دیدن / نتوان بقفای خویش دیدن

بیرون ز اجل چو نیست کاری / تا نیست اجل بکوش باری

خون از دگری کسی که خواست / کو از سر خون خویش برخاست

مردانه که جان خود سپارد / بر جان کسان چه رحمت آرد

تا دل بقرار خویش باشد / شمشیر بکار خویش باشد

دل را چو شود خزینه تاراج / دشمن بسلاح نیست محتاج

بی دهشت اگر سمند رانی / هم باز رهی و هم رهانی

---

[1] ساخته، موافقت کرده شده ۱۲ش

دربازوی دل نباشدت سخت
هم سر نفدا کنی و هم رخت

آن کش مدد ضمیر باشد
پیلش به نظر حقیر باشد

باز آنکه دلش هراس پیشه است
شیر نمدش چو شیر بیشه است

لیکن سبکی مکن چنان هم
کت دل برود ز دست و جان هم

در حمله مشو مبارز خام
هنجار ببین و پیش نه گام

پائے که کند فراخ گامے
از پائے چه ریزدش سلامے

ور تو نبرد آشوی سرآهنگ
با سهل[۱] خصومتان مکن جنگ

لشکر نه همه دلیر باشد
در دشت شغال و شیر باشد

گر خر بوحل فرو نماند
قدر تگ توسنان که داند

گر شب نبود سیاه و دیجور
در خانه چراغ کے دهد نور

در بر تو عدو عنان کند تیز
چون پایه کار هست مگریز

بر پر هنران ست جور و بیداد
کس را نبود ز بے هنر یاد

چون رخت کلال خاک باشد
از نقب زنش چه باک باشد

گر دیدهٔ باطنت شود باز
در عیب کسان نظر مبند از

دریابی بنیش یقینی
آن به که کنی خدای بینی

مپسند بهر چه رایت آسود
آن کن که بود خدای خوشنود

۱؎ همراه سهل خصومتان ۱۲ حسرت

دوزخ مطلب چو گندۂ زشت — کآتش بود اول آخر انگشت[1]

می باش چو شاخِ سبز دلکش — کآتش زنیش نہ گیرد آتش

بفروز چراغ پارسائی — کو راست سرے بروشنائی

خواہی کہ رسی بچرخ گردان — مگذار عنان نیک مردان

با دولتیان نشین کہ خارے — در صحبتِ گل شود بہارے

گیرم ندہند کندۂ عود — بوئے رسدت بیاری دود

عطار اگرچہ تند خویست — مشکش بہ نسیم تازہ رویست

با ہر کہ نہ دولتیست منشیں — کز ہر کہ نگشت کام شیریں

شمعے کہ بود ز روشنی دور — ندہد بہ چراغ دیگراں نور

دولت نہ ہماں بود کہ پیچند — فلسی دو سہ را شوی خداوند

مُردارِ جہاں چو در پذیری — مُردار کُشی بود نہ میری

دولت بود آں کہ دل فروزی — وز ترکِ اَل کلاہ دوزی

در دامن نیستی زنی دست — تا ہست شوی بعالمِ ہست

گر فقر باختیار یابی — در حجلۂ قدس بار یابی

ور مطلبی ازاں چہ دُوری — ہم فقر بود ولے ضروری

دانی کہ بخاطرِ ہوسناک — ہر کس نہ رسد بعالمِ پاک

[1] انگشت کوئلہ ۱۲ حسرت

گر داعیهٔ رسد الٰہی | تو خود بجز آں دگر چہ خواہی
ور غیب رہِ دگر گشاید | یا لطف ترا رہے نماید ق
با ایں ہمہ ہم ز جست و جوئے | کاہل نشوی بہیچ روئے
خواہی شرف و بزرگواری | می کوش بہ ہمتے کہ داری
کاں تن کہ بہ ہمتے نشستہ است | مردم نگری ولے فرشتہ است
مفلس کہ دلش بسرفرازی ست | سلطاں شدنش کمینہ بازی ست

حکایت شبانے کہ از غایت ہمت تیغ را آئینۂ وجاہت و قلم را عمدۂ دولت خود ساخت

گویند کہ در عرب جوانے | بودہ ست ز نسبتِ شبانے
بختش چو بہ اوج رہبری داشت | ہمت بفلک برابری داشت
زاں پیشہ کہ اصلِ کار بودش | اقبال رہے دگر نمودش
زاں شیر دلی کہ داشت با خویش | آلودہ نشد بچیری میش
رفتے پدرش چو مستمنداں | دنبالِ چرائے گوسپنداں
او سبقِ امید کردہ پرکار[1] | در درسِ ادب شدی بتکرار

[1] پرکار، مجازاً بمعنی طوق ہم آمدہ (غیاث) ۱۲ حسرت

چوں حرفِ قلم درست کردے — دامن بسلاح چست کردے

تا یافت ازاں ہنر پرستی — در ہر دو ہنر تمام دستی

روزے پدرش بہ پردہ در گفت — کاے جانِ تو گشتہ با خرد جفت

نو شد چو شگوفۂ جوانی — از جفت گریز نیست دانی

گر فرمائی ز ہمسرے چند — جوئیم ستے سزائے پیوند

گفتا کہ چو گردنیست کارے — جفت از نسبِ خلیفہ بارے

گفتش پدر اے سلیم خودرائے — زاندازۂ خود بروں منہ پائے

گیرم کہ دہندت آنچہ دلخواست — بے خواستہ کار چوں شود راست

نقدے بہ برو سواریت کو — واسبابِ عروس داریت کو

آورد جوانِ دولت اندیش — شمشیر و قلم نہاد در پیش

گفتا سببِ دگر ندارم — ایں ہر دو نہ بس کلید کارم

آں کیں دو ہنر بدست دارد — شک نیست کہ ہرچہ ہست دارد

افگند چو ہمتِ بلندم — برکنگرۂ ہنر کمندم

گر بازوئے ہمتم چنیں ست — ہرچیست آں طلسم در آستیں ست

گویند بہمت آں جواں مرد — شد برتر ازاں کہ آرزو کرد

دولت چو برو فگند سایہ — شد محتشمِ بلند پایہ

فی الجملہ بہرچہ دست سائی — ہمت چو قوی بود برآئی

اے آں کہ زمن بیادگاری — ایں پند زمن بیاد داری
جانِ پدر ار رسی بجائے — برجانِ پدر کنی دعائے

آغاز سلسلہ جنبانیدن از داستان عشق مجنون و لیلیٰ

وندانہ کشائے قفل ایں راز — زیں گونہ کند درِ سخن باز
کاں روز کہ زاد قیسِ فرخ — رخشندہ شد آں قبیلہ را رخ
زاں نورِ خجستہ شب افروز — برعامریان[۱] خجستہ شد روز
بنشست پدر بشادمانی — بکشاد درے بمیہمانی
بیگانہ و خویش را صلا داد — ہم نزل فشاند ہم عطا داد
واندر پسِ پردہ مادرش نیز — آراست زصفہ[۲] تا بہ دہلیز
خوبانِ قبیلہ را طلب کرد — وآفاق زنغمہ پرطرب کرد
می ریخت بجوب تر شمارے — اندازہ ہر یکے نثارے
جستند حکیم طالع اندیش — تا گہ کند از حکایت پیش
دانا بشمارِ خود نظر کرد — گفتہ چو سر از شمار بر کرد
کیں طفل مبارک اختر است خوب — یوسف صفتے شود چو یعقوب
باآں کہ زگردشِ زمانہ — در فضل و ہنر بود یگانہ

[۱] جمع عامری منسوب بہ بنی عامر قبیلۂ عرب ۱۲ ش [۲] صفہ صدر (چبوترہ) ۱۲ ش

لیکن فتدش گہِ جوانی — در سر ہوسے چناں کہ دانی

از عشقِ بتے نژند گردد — دیوانہ و مستمند گردد

اندیشہ چناں کند نوازش — کز دست دہد عنانِ کاوش

مادر پدر از چنیں شمارے — مانند ز غم بجاں نزارے

لیکن ز نشاطِ روئے فرزند — گشتند بہر چہ ہست خورسند

آں نکتہ بسہل بر گرفتند — و آئینِ طرب ز سر گرفتند

یکچند چو دورِ چرخ درگشت — آں گلبنِ تر شگفتہ تر گشت

سالش بہ شمارِ پنجم افتاد — زو نور بہ چرخ و انجم افتاد

شد تازہ چو نو نسیم رستہ سروے — یا بال دمیدہ نو تذروے

نزدِ ہمہ شد بہ ہوشمندی — چوں مردمِ دیدہ ارجمندی

زیرک دلیش چو باز خواندند — در پیشِ معلمش نشاندند

دانائے رقم ز بہرِ تعلیم — کردش بکنار تختۂ تسلیم

جہد ادبش چناں کہ دانست — می کرد چناں کہ مے توانست

آراستہ مکتبے چو باغے — ہر لالہ درو چو شب چراغے

زیں سوئے نشستہ کودکے چند — آزادہ و زیرک و خردمند

زاں سوئے ز دختراں چو حور — مسجد شدہ چوں بہشت پر نور

ہر تازہ رخے چو دستۂ گل — بر گل زدہ حلقہ ہائے سنبل

از مقنعه دارم ماه کرده — دلها ز زنخ بچاه کرده

بود از صفتِ آں بتانِ چوں ماه — ماہے کہ زد آفتاب را راه

لیلی نامے کہ مہ غلامش — خالش نقطے ز نقشِ نامش

مشعل کشِ آفتاب و انجم — دیوانہ کُنِ پری و مردم

تاراج گرِ متاعِ جانہا — بنیاد شگافِ خانمانہا

سلطانِ شکرلبانِ آفاق — لشکر شکنِ شکیبِ عشّاق

گردن زنِ عافیت فروشاں — تشویش دہِ صلاح کوشاں

سرتا بقدم کرشمہ و ناز — ہم سرکشِ حسن و ہم سرانداز

نازے و ہزار فتنہ در دہر — چشمے و ہزار کشتہ در شہر

چشمش ز کرشمہ مست و بیہوش — آہو برہ بخواب خرگوش

خنداں چو سمن بتازہ روئی — شیریں چو شکر بہ تلخ گوئی

از وسوسہ چشمِ دیو بستہ — تسبیحِ فرشتگاں گسستہ

نے بت کہ چراغِ بت پرستاں — طاؤسِ بہشت و کبکِ بستاں

فرمودہ کلالہ[۱] را سواری — دادہ مژہ را سلاح داری

افگندہ بدوش زلف چوں شست — خود بے خبر و نظارگی مست

معجونِ لبش بدر فشانی — پروردہ بآبِ زندگانی

[۱] کلالہ، گیسو ۱۲ حسرت

همخوابهٔ لاله گیسوانش — همشیرهٔ انگبین دهانش
قندش نمکے تبرزد[1] آلود — خوشخوار تر از گوارش[2] عود
خورشید غلام زادهٔ او — مه داغ جبین نهادهٔ او
اندر صفت آں تبانِ شیریں — چوں زهره به ثور و مه به پرویں
زانو زده قیس بر در سو — هم حرب زبان و هم سخن گو
نازک چو نهالِ نو دمیده — خوش طبع و لطیف و آرمیده
شیریں سخنے که هوش می برد — رونق ز شکر فروش می برد
بود از سخنِ چو شکر و شیر — مستِ سخنش معلّم پیر
از رخ بدو شاه بُرد می کرد — صد دل بدو خرده[3] خرد می کرد
نالنده به تخت در دبستاں — چوں بلبلِ مست در گلستاں
لحنش چو شدے برون گوش — از روزنِ جاں برون شدے هوش
زاں تن که نواۓ او شنیدے — جاں رقص کناں ز دل دویدے
از نامه بجاں نورد می داد — وز ناله صداۓ درد می داد
هر خوشش لیپرسے زلطف کارش — گشته به هوس ندیم و یارش
واں لاله رخانِ ارغواں ساق — نیز از دل و جانش گشته مشتاق
ایشاں همه را ببقیں میلے — واں سوخته در هواۓ لیلے

[1] تبرزد نبات (برهان) ۱۲ حسرت [2] گوارش بروزن گزارش معرب آں جوارش (برهان) ۱۲ حسرت
[3] خرده نکته (برهان) ۱۲ حسرت

لیلی خود از خراب جان تر | گشته نفس از نفس گران تر

هر دو بنظارهٔ روی در روی | وارفته خیال موی در موی

لب مانده زگفتن و زبان هم | دل گشته بهم یکے و جان هم

بے ہوشئ شان بگفتنِ راز | خاموشئ شان بہ پردہ آواز

هر دو بغم و گداز مانده | دل بسته و دیده باز مانده

آن کرده نظر بروئے این گرم | وافگنده ز دیده پردهٔ شرم

این تن بہ ہلاک سناز داده | او سینه به تیغ ناز داده

این گفته غمِ خود از رخ زرد | او داده جوابش از دمِ سرد

این دیده در و بچشم پاکی | وان نیز وسے بشرمناکی

این کرده بگریه خاک را گل | وان گریه فرو خورده در دل

این گشته بتابِ دیدگان مست | وان شسته زجان خویشتن دست

این کامِ خود از فغان خود دوخت | او سینهٔ خود ز آهِ خود سوخت

عشق آمد و خون بخون در آمیخت | خونابهٔ دل ز دیده میریخت

اندیشه متاع صبر گم کرد | غم بر دل و دیده اشتلم[۱۵] کرد

سلطان خرد برون شد از تخت | هم خانه بباد داد و هم رخت

طوفان ز تنور سر بر آورد | وافاق بموجِ خون در آورد

۱۵ اشتلم لغت ترکی بمعنی غلبه و زور و تعدی ۱۲ حسرت

اُفتاد ز فرقِ عافیت تاج — خازن شده و خزینہ تاراج

فریاد شباں بماندہ از کار — میش آبلہ پای و گرگ خونخوار

مستاں ز شراب خانہ جستند — خم بر سر محتسب شکستند

در داده چو باده ساقی شوق — گم شد و حریف در پئے ذوق

در شہرِ وفا در آمد آں بوئے — ہم خانہ خراب گشتہ ہم کوئے

مجنوں ز نسیم آں خرابی — شد بے خبر از تنک شرابی

از خونِ جگر شراب می خورد — وز پہلوئے دل کباب می خورد

وز دیده درِ نگاه مے کرد — میدید ز دور و آه مے کرد

مغزش ز تفِ درونہ در جوش — چوں مایۂ دیگ زیرِ سرپوش

می بود ز نیک و بد ہراسش — می داشت خرد ہنوز پاسش

میدید مکین ز نقش[1] بنیاں — میکرد کراں ز ہم نشیناں

اندیشہ ہنوز خام بودش — دل در غم ننگ و نام بودش

پوشیده بسانِ برق در میغ — کہ حربہ فرود خورد کہ تیغ

از دشنۂ غم خراش خورده — صد دشنۂ دور باش خورده

صد رخنہ دلش ز خنجرِ غم — ہر سو خسلۂ[2] مخالفاں ہم

آں تن کہ شود ز تیغ رد زن — دوزند گر برخم سوزن

---

[1] نقش بیں قیافہ شناس ۱۲ حسرت [2] چیزے خلندہ مثلِ سوزن ۱۲ حسرت

چوں لالہ جبین شگفتہ می داشت — داغِ بجگر نہفتہ می داشت

می سوخت چو شمع با رُخِ زرد — در گریہ و سوز خندہ می کرد

دانا قلمش تختہ سے جست — او تختۂ آب دیدہ مے شست

اُستاد سخن ز علم می راند — او جملہ کتابِ عشق می خواند

واں لعبتِ دردمند و دل تنگ — دل دادہ بباد و ماندہ بے ننگ (بے رنگ)

باآں کہ نمش بزیر گل بود[1] — سیمائے رخش گواہِ دل بود

خونِ دلش از صفائے سینہ — پیدا چو مے اندر آبگینہ

بر چہرہ ز شرم پردہ می دوخت — و آتش بدلش گرفتہ می سوخت

ہر چند کہ غنچہ بود سربست — می کرد ز بوئے خلق را مست

می سوخت چو مجمر اندروں عود — می شد بدماغِ مردماں دود

بوئے کہ ز نافہ در تگاپوست — پوشیدہ چگونہ گردد از پوست

عاشق منگر کہ داغ پوشد — کو مقنعہ بر چراغ پوشد

دستے کہ کند عبیر سائی — انگشت برو دہد گوائی

بودند بزاری آں دو غمخوار — در چنبر یکدگر گرفتار

می کرد دو سینہ جوش بر جوش — می رفت و قصہ گوش در گوش

یاراں کہ بہر کنارہ بودند — دزدیدہ دراں نظارہ بودند

[1] نمش بزیر گل یعنی راز خود مخفی می داشت ۱۲ ش

بیننده بہ نقش بینی از دور ‖ عاشق بحجاب خویش مستور

ہر کس سخنے بہ پردہ می گفت ‖ ایں خاک بجوں فشاند و رفت

ایں گفت فسانہ در مدارا ‖ آں گفت حکایت آشکارا

رازے کہ ز سینہا بجوشد ‖ آں باز کند گر ایں بپوشد

باشد چو خریطہ پر ز سوزن ‖ بندی دہنش جہد ز روزن

آں لب کہ کلید شد زبانش ‖ چوں بستہ شود کشاید آتش

بر روے محیط پل تواں بست ‖ نتواں لب خلق راز باں بست

پردہ برداشتن مہاے سر از روے لیلی و دیدن با دریژمردگی آں گل شہرہ و ازآں دہ دریدگی جوش در دماغ پدرش دمیدن و دو دو روان کردن پدر از دو دیدہ و لیلی را چوں ریحانِ سفالی در گوشہ محنت پائے در گل کردن

چوں رفت بگوشِ ہر کس ایں راز ‖ وز ہر طرفے برآمد آواز

کازادہ جوانے از فلاں کوے ‖ شد شیفتۂ فلاں پری روے

در مکتب عشق شد غلامش ‖ خواند شب و روز لوح نامش

مقصود وے آں بتِ یگانہ ست ‖ واں درس و تعلمش بہانہ ست

زو ہر چہ شنیدہ یاد گیرد ‖ تعلیم دگر بیاد گیرد

آموختنش کجا بود ہوش ❋ کاموختہ می کند فراموش

زین قصہ بہر در و سرائے ❋ می رفت نہفتہ ماجرائے

تا گشت ز گفتگوئے اوباش ❋ بر مادرِ لیلی این سخن فاش

مادر ز نہیبِ شرمِ اغیار ❋ بنشست بگوشۂ دل افگار

زاں آتشِ دہ زبانہ ترسید ❋ وز سرزنشِ زمانہ ترسید

فرزندِ خجستہ را نہانی ❋ بنشاند ز راہِ مہربانی

گفت اے دل و دیدہ مرا نور ❋ از روئے تو بادِ چشمِ بد دور

دانی کہ جہاں فریبناک ست ❋ آسودگیش غم و ہلاک ست

ہر کاسہ کہ خوانِ دہر دارد ❋ پنہاں بنوالہ زہر دارد

ہر سرخ گلے کہ در بہار یست ❋ در دامن او نہفتہ خاریست

ہر نافۂ خوش کہ بوئے ہشتہ است ❋ پنہاں جگرے در و سرشتہ است

ایں پردہ کہ در ہوا کشیدہ است ❋ بس پردہ کہ در ہوا دریدہ است

خام ست امید نیک رایاں ❋ از عالم و عالم آشنایاں

تو سادہ مزاجی و تنک دل ❋ وز نیک و بدِ زمانہ غافل

چوں اہلِ زمانہ را وفا نیست ❋ زایشاں طلب وفا روا نیست

ہاں تا نہ کنی عنانِ دل سست ❋ کافتادہ خلاص چوں تواں جست

له اے بدام افتادہ ۱۲ حسرت

القصه شنیده ام که جایی
داری نظری بر آشنایی

ترسم که چو گردد این خبر فاش
بدنام شوی میانِ اوباش

تا خانه نکرده بر زمین میل
انباشته به دریچهٔ پیل

آتش که بشاخ ارزن افتد
زو دار نه کشتی بخرمن افتد

کم خور غمِ خویش تا توانی
الا غمِ عشق و ناتوانی

کین هر دو بلا چو سهل گیری
دیوانه شوی و یا بمیری

با این تنِ پاک و گوهر پاک
آلوده چرا شوی بهر خاک

جایی منشین که چون نهی پای
تهمت زده خیزی از چنان جای

صوفی که رود به مجلسِ می
البته چکد پیاله بر وی

چون شهره شود عروس معصوم
پاکی و پلیدیش چه معلوم

آنکس که مگس زکاسه اند
تا خوردن و خوردنش که داند

عشق ار چه بود بصدق و پاکی
خالی نبود ز شرمناکی

آوازه چو گشت در جهان عام
صرفه نه کند کسی بدشنام

گردم نه زنند کار دانان
چون باز رهی ز بدگمانان

نیک از دلِ نیک راز داند
بدراز گمان که باز دارد

مادر بحدیثِ نیک خواهی
لیلی بهلاک و سینه کاهی

بر زانوی درد سر نهاده
لب بسته و خونِ دل گشاده

زان غم که درونه ریش می‌شد / از دادن پند بیش می‌شد

با سوختگان حدیث پرهیز / روغن بود اندر آتش تیز

بیمار ز هر چه داریش باز / لب را به همان خورش کند ساز

مادر چو شناخت کو اسیرست / وان کن بکنش نه جایگیرست

تن زد ز نصیحتی که می‌گفت / گفت آن خبر نهفته با جفت

بشنید پدر چو حال فرزند / گم شد ز خجالت و سر افگند

فرمود که سرو نوبهاری / در پرده چو گل شود حصاری

از پرده سخن برون نراند / خواند پس پرده هر چه خواند

مه را ز سرای بند کردند / دیوار سرا بلند کردند

او ماند بکنج خانه دل تنگ / می داد ز گریه خاک را رنگ

هر ناله که عاشقانه میزد / آتش ز لبش زبانه میزد

شد خانه ز آه آتش آلود / چون تربت مجرمان پر از دود

می خورد ز آه خود بدل خار / می زد ز نفس بسینه مسمار

گه خاک برخ چو سایه می‌رفت / گاهی غم دل بسایه می‌گفت

صبری نه که دل براه دارد / و اندیشه بدل نگاه دارد

یارانه که سینه را بکاود / خونابه دل برون تراود

ن۵ این یارا نداشت که سینه را بکاود ۱۲ اوش

بازیستنے چناں کہ دانی　　می بود بمرگ و زندگانی

چوں پیر رمیدہ حال می زیست　　وز مردمِ خیال می زیست

ہرچند کہ مادر از سرِ سوز　　می بود بہ نزدِ او شب و روز

ز و مشعلہ چوں درخشش می کرد　　غم را بدو نیم[1] بخشش می کرد

لیک آں کہ در اہوائے یار است　　با مادر و با پدر چہ کار است

نے خویش[2] ز دست باشد افزوں　　کیں جانِ عزیز باشد آں خوں

خراب شدن مجنون با دلِ در عشق و از مستی در پائے کوہ افتادن و خبر یافتن پدر و سوئے آں بے خبر دویدن و از آبِ دیدہ با دسینہ سلسلہ در پائے کردن و زنجیر کشانش پیش مادر آوردن

چوں ماند بپرورش حصاری　　در حجرۂ غم بسوگواری

قیس از ہوسِ جمالِ دلبند　　در درسِ ادب دوید یکچند

در گوشۂ صحن و کنجِ دیوار　　می کرد سبقِ عشق تکرار

بے صرفہ ہمی شتافت چوں کور　　بے رشتہ ہمی تنید چوں مور

[1] ای از دلِ لیلی چوں مشعلۂ غم سے درخشید مادر نیز در ایں غم شریک می شد ۱۲ حسرت [2] اقربا ۱۲ حسرت

می بست بخامشی دہن را — می داشت بحیلہ خویشتن را
آہے بجگر فرو دمے خورد — والماس بسینہ خورد[1] مے کرد
زاں ناوکِ غم کہ بے سپر بود — ہر دم خلہ ایش در جگر بود
دُر دیدہ سرشکِ دیدہ می ریخت — وز دیدہ دُرِ نخشیدہ[2] می ریخت
بر حقّۂ لعلِ راستینش — خازن نہ کسے جز آستینش
زیں گونہ بچارہ کہ دانست — می کرد شکیب تا توانست
چوں سیلِ غمش رسید برفرق — از پردہ بروں فتاد چوں برق
بیروں شد و کرد پیرہن چاک — وافگند بتارک از زمیں خاک
گریاں بزمیں فتاد بے تاب — بر خاک مراغہ[3] کرد چوں آب
برداشت زخاک راہِ صحرا — چوں خضر نمود میلِ خضرا[4]
می رفت چو باد کوہ بر کوہ — خلقے زپسش دواں بانبوہ
ہر کس زلطافتِ جوانیش — می خورد فسوسِ زندگانیش
اینش ز درون نہ پند می داد — وانش بجفا گزند می داد
طفلاں بہ نظارہ سنگ در دست — اینش زد و آں شکست و او خست
باآں شغبے[5] کہ در گذر بود — دیوانہ زخویش بے خبر بود

[1] خورد ریزہ ریزہ ۱۲ حسرت [2] درکنوں ۱۲ حسرت [3] مراغہ کردن غلطیدن (دُربرہان) ۱۲ حسرت [4] سبزہ زار ۱۲ حسرت [5] شور ۱۲ حسرت

می راند ز آب دیده رودی　　می گفت چو بلبلان سرودی
می زد ز درون جان دم سرد　　زان باد چو ریگ رقص می کرد
چون گشت یقین که مرد دل ریش　　دارد سفری دراز در پیش
زین غم همه در گداز گشتند　　گریان بقبیله باز گشتند
رازش بزبان عام کردند　　مجنون زمانش نام کردند
بردند خبر ز روزگارش　　سوی پدر بزرگوارش
گفتند ز راه سوگواری　　کای پیر ضعیف در چه کاری
کان رشته که می فشاندیش گرد　　ز آسیب زمانه لطمه خورد
زحمت ز ولایتت بدر برد　　عشقش بولایت دگر برد
زیبا رخی از فلان قبیله　　بستش ز دو زلف در طویله
زین بند که در گلو فگندش　　مجنون کن قیس گشت بندش
گر در پی او شوی به پرواز　　باشد که هنوز یابیش باز
پیر از خبر چنان جگر دوز　　زد نعره از درون پر سوز
خون از جگر و دیده می ریخت　　نی نی که جگر ز دیده می ریخت
هر جا جگری تنی چشم تر بود　　کش دل سوی گوشهٔ جگر بود
آن دم همه چون شکر همی خورد　　از بی جگری جگر همی خورد
آنکش بجگر نمک نه کم داشت　　گویی نمک و جگر بهم داشت

وان مادرِ دردمندِ پُر جوش   کاں قصّہ شنید گشت بیہوش

غلطید بخاک تیرہ مویاں   وان گم شدہ را بخاک جویاں

موی از سرِ ناامید می کند   معجر[1] ز سرِ سپید می کند

بیچارہ پدر دو دیدہ بیروں   ہمراہ سرشک و ہمدمش خوں

می رفت زسوزِ دل شتاباں   فریاد کناں بہر بیاباں

چوں گشت بسے بدشت و کہسار   از کوہ شنید نالۂ زار

اندر پئے آں ترانہ زد گام   وافگند ز اشک بادہ در جام

دریافت حریف را چو مستاں   با زمزمۂ ہزار دستاں

می گفت درآں فراقِ خونریز   با خود غزلے جراحت انگیز

در کردہ سرے بسانِ غارے   در دامنِ کوہ دور ز غارے

دل را بستیزہ سنگ می داد   رُخ را ز طپانچہ رنگ می داد

چوں چشم پدر فتاد بر وے   شد سُست ز سختیٔ غمش پے

چوں سوختگاں دوید سویش   بنشست بگریہ پیشِ رویش

دیدش چو چراغ مُردہ بے نُور   دور از منِ تو ز خویشتن دُور

چوں روے پدر بدید فرزند   لختے دلِ پارہ یافت پیوند

خم کردہ تنِ ستم رسیدہ   مالید بہ پائے پیر دیدہ

[1] چادر ۱۲ حسرت

پیر از جگر کباب گشته
رُخ شُسته به خونِ آب گشته

بگریست بر وجستهٔ جانی
بوسید سرش به مهربانی

می سوخت بزاری از گزندش
می داد ز سوزِ سینه پندش

کای شمع دل و چراغ دیده
وی میوهٔ جان و باغ دیده

با آن خردی که داشت رایت
چون روح اوفتاد پایت [1]

دردی که نهاد بر تو این بار
سودای که کرد با تو این کار

باد که رسید و چه داغت
آه که بسینه کرد داغت

پیرانه سرم گذاشتی چه
بر پیریِ من نیایدت مهر

بودم بگمان که گاهِ پیری
مونس شویم بدست گیری

چون بشکند این تنِ سفالیں
غمخوار تو باشیم ببالیں

(پدر)

خود گشت درین سفال پُر دُرد
پیش از تنِ من سفال تو خورد

رو در که کنم؟ که درچنیں سوز
روز نے شب آرم اندریں روز [1]

دریاب که عمر با سر آمد
طوفانِ اجل ببر در آمد

زد سیل طپانچه بر گلِ جام
هم حجره خراب گشت و هم بام

جنبید درِ لے کار دانم
هودج طلبید سار بانم

بگسست زهِ کمانِ سختم
وز زلزله سست شد درختم

[1] اندریں روزگار ۱۲ حسرت

پیری ہوسِ جوانیم بُرد | مرگ آمد و زندگانیم بُرد
گر چوں خلفاں شوی جگرسوز | باشد خلف از برائے ایں روز!!
چندیں نہ بس است تلخیِ دہر | دیگر چہ کنی تو عیشِ من زہر
چوں کارِ جہاں ست غم فروشی | تو نیز سوئے جہاں[1] چہ کوشی
شیرے کہ خراشِ پنجہ ہستش | تو دشنہ چہ می دہی بہ دستش
آتش کہ بشعلہ خوئے دارد | روغن زنیش چہ سوئے دارد
گرمی گسلد زمانہ کاہے | مگسل تو باختیار بارے
من خود ز زمانہ پا براہم | تو رشتہ چہ می دہی بچاہم
تنگست دلم ہموئے[2] چندیں | دل تنگیِ من مجوئے چندیں
اے جانِ پدر بخانہ باز آئے | وے مرغ در آشیانہ باز آئے
شتاب کہ تا دریں غم آباد | پیش از اجلم رسی بفریاد
زیں پس کہ بجستنم شتابی | جوئیم[3] بسے و لے نہ یابی
واں ماہ دِرِ تو کہ در نقاب ست | او ہم ز غمت چو من خراب ست
زاں پیش کہ دیدہ را کند ریش | محروم مدارش از رخِ خویش
زاں پس چو پلک بہم نشیند | چنداں کہ نمائیش نہ بیند
تشنہ کہ بمرگ می نہد پے | شربت چہ دریغ داری از وے

۱ اے در غم فروشی مددگار جہاں شوی ۱۲ حسرت ۲ موئیدن گریستن ۱۲ حسرت ۳ اے مرا بجوئی ۱۲ ش

مستے کہ سرش بخواب گرد — پژمردہ دو سر تا خراب گرد

مائیم دو تیرہ روز بیکس — یک دیدہ بہ چشم ما توئی بس

مپسند کہ از جمال تو دور — بے دیدہ شویم بلکہ بے نور

دانی کہ بنائے خاک سست ست — پیمانِ حیات نا درست ست

آن دزد کہ در ہوا بخندہ ست — بنیادِ بسے خزینہ کندہ ست

تا کیسۂ تو نہ کردہ خالی — شو بر سرِ نقدِ خویش حالی

نقدِ تو ہمہ بود کہ خنداں — بینی بہ جمالِ ارجمنداں

با وقتِ عزیز و عیشِ دلکش — یارانِ عزیز را کنی خوش

چون بگسلدت فلک ز خویشاں — تو خود چہ کنی کنارہ زیشاں

ہر یک نفسے کہ می رود تیز — پیکی ست سوئے اجل سبک خیز

آن را کہ چنین شتاب خوانند — چون زند آیدش بخواب مانند

زنہار نفسے بجہل مشمر — عمر ست نہ باد سہل مشمر

آن تحفہ کہ قیمت ست جانش — ضایع چہ کنی بہ رائگانش

آخر پدرِ تو ام، نہ اغیار — بیگانہ چنین مشو بہ یک بار

بیمار اگرچہ دردناک ست — بیمار پرست در ہلاک ست

زان جا کہ یکے ست خون و پیوند — مرگِ پدر ست رنجِ فرزند

زازردنِ دست و پا توان زیست — زآزارِ جگر کجا توان زیست

چون تیشه کند بجارش آهنگ — رنجیده تر از کمر بود سنگ

زانست شتر ز بار نالان — کان بار شتر کشد نه پالان

زان غم که تو پستی از شمارش — نے بر تو که بر منست بارش

این جائے نه جائے تست برخیز — واین کار نه کار تست بگریز

گیرم که ز غم زبون توان بود — بے خانه و جائے چون توان بود

گر زان منی از آن من باش — ورنه به مراد خویشتن باش

هرچند که عشق جمله درد ست — نے رو شکن سلاح مرد ست

لیکن مشو آن چنان زبون نیز — کاتش چو درون زنی برون نیز

مرد ار چه بسوزدش همه تن — دودے نه دهد برون ز روزن

سستی ست بلطمه پست گشتن — وز جام نخست مست گشتن

گر واقعه چند سینه سوز ست — مردی ز پئے کدام روز ست

مسپار بدست دیو تن را — گه دار عنان خویشتن را

صبر از پئے روز درد و دوری ست — ورنه همه وقت خود صبوری ست

سرمایه بیافت سهل چیز ست — نایافته در جهان عزیز ست

زین غم همه گر مراد یار ست — غم هیچ مخور که در کنار ست

گر بر مه آسمان نهی هوش — کوشم که رسانمت در آغوش

آن مه که دلت ازو خراب ست — لیلی ست نه آخر آفتاب ست

نشینم تا بچاره دراے | با او بشماتت به یکجاے
لیکن نه کنی چو دیو را بند | دیوے را نه شوی سزاے پیوند
این دیو دلی[۱] رها کن از خوے | مردم شو و راهِ مردمی جوے
تا بو که ز عونِ بخت پر نور | همخوابه شود فرشته با حور
مجنون چو نوید کام بشنود | بنشست ز مغزش اندکے دود
با پیر به شرم گفت گریان | کاے ز آتشِ من دلِ تو بریان
از من به من ار چه یک گزندست | دانم که ترا هزار چندست
لیکن چه کنم که نفسِ خود کام | از حیلۂ و دم نمی شود رام
بر دل که به نازکی لطیف ست | اندیشه موکّلی عنیف[۲] ست
کوشم که به جهد گاه و بیگاه | در خود نه دهم خیال را راه
باز افگند آسمانِ نیلی | در چنبر این غمم به سیلی[۳]
خودگیر[۴] که از بلا گریزم | از بندِ قضا کجا گریزم
بیچاره وجودِ سست تدبیر | مرغیست بریسمانِ تقدیر
نامرده ز رشته جستن نتوان | وین رشته بخود گسستن نتوان
آن روز که بودم از غم آزاد | می بود براے خود دلم شاد

[۱] دیوانگی و وحشت ۱۲ حسرت [۲] عنیف سخت ۱۲ اش
[۳] سیلی بر وزنِ فیلی آنست که انگشتانِ دست را راست کنند و بهم چسپانیده تیغ دار بر گردنِ مجرم زنند و ایں که طپانچه را سیلی گویند غلط ست ۱۲ برهان، حسرت [۴] خودگیر۔ فرض کن ۱۲ اش

واکنون که نه برقرار خویشم — این هم نه باختیار خویشم

کس را به راه[1] ره نیفتد — هر دم بهوس بخیه نیفتد

رستے گل اگر بخندۂ خوش — چندان نگریستی در آتش

انگشت[2] سیاه را چه چاره — از سوختن هزار باره

چون عقدۂ شادی ست مشکل — هم بر غم خویشتن نهم دل

در بادیۂ تشنه جگر تاب — از دیدۂ خویشتن خورد آب

اشتر که ز خود تهی شدش کاز[3] — خورده ز گلوے خود خورد باز

گیرم همه خلق راحت الفنج — مجبور بود به بردن رنج

پروانۂ شمع را که فرمود — کو از تن خود برآورد دود

چون هر کسے از براے کاریست — ز اندیشۂ من دگر شماریست

آن سکافت آسمان نداند — داند چو در آن شکنجه ماند

توسن که نه گردد از دوش رام — هم رام شود ز زلت سرانجام

گر کار بدست خویش بودے — کار همه خلق بیش بودے

چون نیست به مردم آنچه باید — تسلیم شدم بهر چه آید

تا یاری جان نبست لبم هست — جان بد هم و یارند هم از دست

یا همسر او شوم چو افسر — یا در سر کار او کنم سر

[1] لے کسے راہ خود بالقصد غارت نمی کند ۱۲ حسرت [2] زغال کوئلہ ۱۲ حسرت
[3] کاز خانہ کہ از نے و علف سازند (غیاث و برہان) ہندی جھونپڑی ۱۲ حسرت

هاں اے پدرِ من و سرِ من | من گوہرِ تو تو افسرِ من
زیں گونہ کہ بہرِ من دویدی | آزردہ شدی و رنج دیدی
غمخوار گیم مکن از زیست | ور تو نہ خوری غمم دگر کیست
زیں غم چو مرا قرار بر تست | غم زانِ من ست و بار بر تست
بارے کہ نشست بر دلِ ریش | بر داشتنی ست لا بُد از پیش
دردِ دلِ خستہ را دوا کن | واں وعدہ کہ کردۂ وفا کن
پند رفت پدر کہ سخت کو شد | کالا خر دو درم فرد شد
پوید پدرِ طبیب چنداں | کز درد رہند دردمنداں
آں چارہ کند کہ تا تواند | دیوانہ بہ ماہِ نو رساند
مجنوں بو شیقتے چناں جُست | شد با پدر و رضائے او جُست
باہم دو ستمکشِ زمانہ | رفتند ز دشت سوئے خانہ

تقیہ کردن یا در دماغِ مجنوں را پدر او بے تلخِ نصیحت و از لفظ دربار و شیرینیِ زبان مفرّحِ سودائے او ساختن

گوئیدہ حکایت آں چناں کرد | کاں خستہ چو با پدر رواں کرد
آمد بسرائے خویش رنجور | نزدیک بمرگ و از خرد دور

مادر چو بدید حالِ فرزند بگسست ز درد بندش از بند

بوسید چو مادراں سرش را تر کرد بگریه پیکرش را

گه جامه درید بهرِ سامانش گه از مژه دوخت چاکِ دامانش

گریاں نفسے بر کشیدش پس جامهٔ پاره بر کشیدش

شست از نمِ دیدگاں نخستش وز مشک و گلاب باز شستش

وانگاه تنش چو نقشِ جامه آراست بجبّه و عمامه

زیں لابه گری چو باز پرداخت گرمے سوئے مطبخ و خورش تاخت

آورد ز راهِ مهربانی مادر بسخنے چناں که دانی

می راند مگس ز روئے خوانش می داد نواله در دهانش

مجنوں که درونه پر ز غم داشت ز اندیشه کجا سرِ شکم داشت

می خورد ز بہرِ روئے مادر نے لقمه که شعلهائے آذر[1]

چوں خورد بقدرِ رغبتش خورد[2] مادر سرِ سفره را بهم کرد

در پیش نشست و زار بگریست گفتا که به است مرگ ازیں زیست

تا زاده شد از عدم وجودم رنجے ز جهاں نیازمودم

دولت همه عمر آں چناں داشت کم ز اندهِ دهر بر کراں داشت

آزادم داشت بختِ فیروز ز آسیبِ زمانه تا به امروز

---

۱ آذر: آتش ۱۲ حسرت ۲ خورد یعنی طعام (غیاث) ۱۲ حسرت

واکنوں کہ دمید صبح پیری ۔۔۔ کافوری گشت زلف قیری[1]

بالائے چو تیر شد کمانم ۔۔۔ وآمد بتزلزل استخوانم

مپسند کہ درچنیں زمانے ۔۔۔ سوزد ز غمت گسستہ جانے

بارے کہ گہے نبردم آں بار ۔۔۔ خود گوئے کہ چوں برم بیکبار

رنداں کہ برند بر ہوا سنگ ۔۔۔ افزوں نہ کنند جز بپا سنگ[2]

گاوے کہ پرستدش دل آرام ۔۔۔ گوسالہ خرد برد بر بام

بہ گر نہ ہی اگر توانی ۔۔۔ برمن ستمے بدیں گرانی

زیں واقعہ اررہی بہ تمیز ۔۔۔ ایں بار در پیر وارہد نیز

داری بجز دو ورنہ برجائے ۔۔۔ بیروں نہ نہی زعافیت پائے

مردانہ برآر پائے از گل ۔۔۔ بندی بجد لائے خویشتن دل

تا بو کہ بصبر فرخ انجام ۔۔۔ از کام[3] روا برآیدت کام

کانجا کہ بود شکستگیہا ۔۔۔ صبر است کلید بستگیہا

درے کہ نشایدش نشاں یافت ۔۔۔ در درج صبوریش تواں یافت

کارے کہ بہ صبر برگشایند ۔۔۔ بار دگرش گرہ نہ وابند

ما ہم زیست چناں کہ دانیم ۔۔۔ جہدے بکنیم تا توانیم

---

[1] قیر، سیاہ ۱۲ حسرت
[2] اے اندک اندک ۱۲ حسرت
[3] اے از کام رواکنندہ ۱۲ حسرت

مجنون ز درونهٔ پر آذر ‌‌ — بگریست بدرد پیش مادر

گفت ای گهرِ مرا خزینه — پرورده مرا چو جان بسینه

ای کرده بلند پستیِ من — پیدا ز تو گشته هستیِ من

یا رب که ز بخت شادمان باش — وز غم همه عمر در امان باش

پندِ تو که عافیت پسندست — چون داروی تلخ سودمندست

لیکن چو ببرد دیوم از هوش — دیوانه به پند کی نهد گوش

یا نقد مرا بدامن آرید — یا دست ز دامنم بدارید

مادر چو شناخت سرِّ کارش — کز دست شده است اختیارش

غمخوارهٔ او شد از سر درد — می سوخت ز درد و غم همی خورد

روزی دو سه برگ[1] کارِ او ساخت — و اسبابِ عروسیش بپرداخت

پس گفت به پیرِ خانه تا زود — پیرانه دود ز بهرِ مقصود

رفتن پدرِ مجنون بخواستگاریِ لیلیٰ

پیر از دل دردمند برخاست — اشتر طلبید و محمل آراست

از اهلِ قبیله مهتری چند — گشتند بهم ز خویش و پیوند

رفتند ز بهرِ خواستگاری — در خانهٔ لعبتِ حصاری

آمد پدرش بمردمی پیش — زاندازه نمود مردمی بیش

[1] برگ قصد و عزم و التفات نیز ساز و سامان (برهان) یعنی دو سه روز سرانجام کار او کرد و اسباب عروسیش مهیا ساخت ۱۲ حسرت

(ذکر مجنون)

از راهِ کرم برسمِ تازی — بنشست به میهمان نوازی

خوانے بکشید مهترانه — پر نعمت و نزلِ بیکرانه

چون سفره ز پیش برگرفتند — عیشے به نشاط در گرفتند

با یک دگر از طریقِ کارے — می رفت سخن ز هر شمارے

هر جعبه[1] چو تیر خود بر انداخت — جویائے غرض غرض در انداخت

در جلوهٔ آن عروسِ نوخیز — می کرد عبارتے شکر ریز

کایزد چو بنائے دهر پرداخت — هر طائفه جفت جفت در ساخت

زین رو همه را بزندگانی — از جفت گریز نیست دانی

چون هست چنین امیدواریم — کامیدِ خود از درت برآریم

ناسفته درّے که در خزینه ست — مانند صفا در آبگینه ست

گوئی بزبانِ خود که بے[2] گفت — با گوهرِ پاکِ من شود جفت

قیسِ[3] هنری که در زمانه — هست از همه در هنر یگانه

گر سینهٔ مهرِ او کنی گرم — دامادیِ او نیاردت شرم

این قصه که کرد میزبان گوش — از بس خجلی بماند خاموش

بر خود قدرے چو مار پیچید — وانگه بجواب در سنجید

---

[1] جعبه = ترکش، غرض = نشانه و مطلوب و مقصود ۱۲ حسرت
[2] بے گفت = بے قال و قیل ۱۲ حسرت
[3] قیس هنری نام مجنون مولانا نظامی فرماید؎ چون شرطِ هنر تمام کردند + قیسِ هنریش نام کردند
جائے دیگر گوید؎ قیسِ هنری به علم خواندن ۱۲ حسرت

گفتا چه کنم که مسیهانی | ور نه کنم آن سزا که دانی
هر نکته کزان کسے برنجد | رنجیده شود کسے که سنجد
گفتے که نه آن ز داد باشد | پیمودن باد و باد[1] باشد
تیرے که نه بر هدف گراید | آن به که ز جعبه بر نیاید
شخصے که ز نفسِ ناسرانجام | بارالقبیله کرد بد نام
دیوانه و مست و لاابالی | وز مردمیِ زمانه خالی
از بے ننگی فتاده در ننگ | وز بے سنگی بخوردنِ سنگ
خلق از خبرش بخانه و در | انگشت بگوش و دست بر سر
زین گونه حریفِ ناخردمند | درخورد کجا بود به پیوند
حورے به ستنبه[2] داد نتوان | لولو بوحل نهاد نتوان
خود گیر که با دست پیشی | جستیم رضاے تو بخویشی
آشفته که حالِ خود نداند | تیمارِ عروس کے تواند
بر وے که کفافیش بسے نیست | نیروی تعهدِ کسے نیست
در دیودلان[3] توان نباشد | در دیوچه[4] استخوان نباشد
باشد چو زنے ستونِ خانه | ناخفته به اندرونِ خانه

[1] هیچ (برهان) ۱۲ حسرت [2] ستنبه بکسر اوّل بر وزن سکینه صورتے را نیز گفته‌اند که از غایت کراهت و زشتی طبع از دیدنش رم و هراسان باشد (برهان) ۱۲ حسرت [3] دیودل سیاه دل و بے رحم (برهان) ۱۲ حسرت [4] جونک (برهان) ۱۲ حسرت

آن زه که شد کمانش از کار — دیوک[۱] زندش به روئے دیوار

مرغے که شتر شده است نامش — بارست چو پائے نا تمامش

مردانه توانش نام کردن — کو بار کسے کشد بگردن

به گر ننهی به پرده اش روئے — کِش غم تو خوری و او بود شوئے

وان گه بجدائی خداوند — از صدقِ عقیده خورد سوگند

کین در نشود گشاده تا دیر — گر کارِ زبان رسد بشمشیر

جوینده لعبتے چو خورشید — شد باز بسوئے خانه نومید

آهسته بگوشِ پیرزن گفت — کین سوخته طاق ماند و بے جفت

کم خازنِ آن خزینهٔ سیم — از آهنِ تیز می کند بیم

گر کار فتد بزور بازو — زین سوئے سبک بود ترازو

آن چاره که نے ببازوی سست — زاقبالِ قوی ترے شود راست

نتوان ستدن ز پنجه درخت — الا که بزور بازوے سخت

آن دنبه که گرگ ازان کند توش[۲] — کے گنجد در دهانِ خرگوش

هدهد که سپر باشد را تاج — شاهین کشد از کفش نه دراج

گنجے که گرفت شحنه در چنگ — سالار ستاندش نه سرهنگ

---

۱ بروزن زیرک جانورے ست که چوب عمارت و پشمینه و آنچه در زمین افتد بخورد و ضائع کند (برهان) یعنی دیمک ۱۲ حسرت

۲ توانائی و قوت و خوراک بقدر حاجت (برهان) ۱۲ حسرت

شمشیر کشیدن نوفل بجہت مجنوں در سواد لیلیٰ کوکب آراستن و در قتالِ مردمانِ حی بسعی تمام کوشش نمودن

خوانندهٔ حرفِ آشنائی   زیں گونہ کند سخن سرائی
کاں پیر جگر کباب گشتہ   وز بادهٔ غم خراب گشتہ
چوں شد ز درِ عروس نومید   شد خستهٔ آں گزندِ جاوید
شد در پئے آں کہ تا چہ سازد   کاں عاشقِ خستہ را نوازد
کرد آں چہ ز جاں کردنی بود   نامد بکفش کلیدِ مقصود
چوں از طرفے نیافت یاری   بر میرِ قبیلہ شد بزاری
نوفل ملکے بُد آدمی خوئے   آزادہ و مہربان و دلجوے
از کشمکشِ دلِ ستمگار   در سلسلهٔ بُتے گرفتار
ہم زحمتِ عاشقی کشیدہ   ہم شربتِ عاشقی چشیدہ
افسانہ قیس کآتش افروخت   ہر لحظہ ہمی شنید و می سوخت
چوں حالتِ پیر دید حالی   کرد از بد و نیک خانہ خالی
بنواخت بلطف و راز پرسید   واں قصہ کہ داشت باز پرسید
پیر از جگر شکایت اندود   دم بر زد و کرد خانہ پُر دود
چوں کار فتادگاں بزاری   جست از پئے آں امیدِ یاری

او خود غمِ او ز پیش دانست | وان مصلحتِ آن خویش دانست

قاصد طلبید و داد پیغام | سوئے پدرِ بتِ گل اندام

کاندیشهٔ آں کند که بے گفت | دیوانه بماهِ نو شود جفت

گر گفتِ گر بود دریں زیر[۱] | گویم سخن از زبانِ شمشیر

شد پیک و پیام داد درحال | تا شد شنونده بر دگر حال

بگشاد زبان چو آتشِ تیز | پس گفت جوابِ آتش انگیز

کاندازه کرا بود دریں راز | کز پردهٔ ما بر آرد آواز

زهره بسلام کس نیاید | مه نیز بدامِ کس نیاید

باید چو عطارد سے که جاوید | پروانه شود بشمعِ خورشید

دیوے که بود ز حاضران در | کش[۲] جفت کند فرشته یا حور

کارے که ز نسبتش جدا نیست | کوشیدنِ آن نه نیک رائے است

کرپاسِ تو گرچه دلپذیر است | پیوند حریر با حریر است

لیلا که بسلکِ در کشی راست | از بهرِ صلاحِ چشمِ بد راست

گر همسرِ ماست نوفلِ گرد | همسر نه کند ستیزه با خرد

زاں گونه زبوں نه ایم ما نیز | کازرزدِ گلِ ما بنرخِ کشنیز

افتد چو درونِ پرده کارے | جاں کیست دراں میانه بارے

۱؎ مقابل ہم ۱۲ حسرت

۲؎ یعنی او را کدام کس که اش با فرشته یا حور جفت کند ۱۲ حسرت

چنداں غم جان و تن تواں خورد | کز پردہ سخن بروں تواں کرد
فرماندہ اگر بدیں بہانہ | ما را بہ بدی کند نشانہ
ما نیز بکوشش صوابش | معذور نبویم در جوابش
پیک آمدہ باز داد پاسخ | نوفل ز غضب شد آتشیں رخ
لشکر طلبیدہ بارگی خواست | بیروں ز قبیلہ شد صف آراست
خویشانِ صنم چو آں شنیدند | مجموع بکیں بروں دویدند
گشت از دو طرف روانہ شمشیر | آویخت بحملہ شیر با شیر
ہر تیغ زنے بہ خنجر و خشت[1] | سرہا ہمہ می دُرود و می کشت
می کرد سناں بچشم باریک | جاسوسیِ سینہائے تاریک
واں تیر کہ خوں حلال می کرد | نی را جگر نہال می کرد
ابروئے کماں کرشمہ انگیز | ناوک بکشش چو غمزۂ تیز
پیکاں کہ جگر شگاف می کرد | می داد[2] زبان و دل ہمی خورد
شمشیر کشیدہ ہر دلیرے | نوفل بمیاں چو تند شیرے
بر رسمِ عرب بجہد و ناورد[3] | می کرد ستیزہ مرد با مرد
مرگ آمد و جاں ز سینہ می رفت | بر نغمۂ تیر پائے می کوفت
ہر سو کہ فگند تیغِ فولاد | کرد از سرِ مرد گردن آزاد

۱؎ خشت نیزۂ کوچک (برہان) ۱۲ حسرت ۲؎ می خلید ۱۲ حسرت
۳؎ جنگ و پیکار (برہان) ۱۲ حسرت

زان کینه که بے دریغ میرفت ‖ یک هفته دو رویه تیغ میرفت
خلقے سوئے لعبتِ حصاری ‖ تنگ آمده زان ستیزه کاری

ق

گفتند باتفاق پیران ‖ درسوخته به که خانه ویران
چون فتنهٔ او برون ز داین تاب ‖ آن به که کنیم فتنه در خواب
خیزیم سبک ز خونِ لیلے ‖ در خاک رواں کنیم سیلے
آفت ز جهاں چو گشت گمنام ‖ غوغا ز دو سوئے گیرد آرام
هم رخنهٔ فتنه بسته گردد ‖ هم دل ز گزند رسته گردد
هم سگ[1] مجنوں اندریں راز ‖ بُدسوختهٔ درونه پرواز
آمد سوئے آں ستم رسیده ‖ نالید ز جانِ غم رسیده
رمزے که شنیده بود به نهفت ‖ بگریست نخست بعد ازاں گفت
مجنوں که ازاں خبر شد آگاه ‖ برزد ز درونِ دل یکے آه
بر میر سپه دوید جوشاں ‖ چوں سیل که در رسد خروشاں
بگرفت عنانِ مرکبش سخت ‖ می سوخت ز خامکاری بخت
گفت اے همه مرهم تو آزار ‖ باز آر دل از ستیزه باز آر
کاں دست که بر دو ستاں رنج ‖ مانده است ازیں شغب بلا سنج
گویند ز غصه مهتر انش ‖ کاهسته کنیم بر کرانش

[1] همسر رو دیم از ۱۲ حسرت

یعنی چو وے از جہاں بر افتد — این مشعله از میان بر افتد

ہاں تا نشوی کنون کمان گیر — تا در نه رسد بجان من تیر

تیرے چه زنی که بر من آید — بر جان ز دریچهٔ تن آید

بر خصم مکش بکینه جوئی — تیغے که بخونِ دوست شوئی

آن نیزه مزن به دشمنان بیش — کز وے دلِ دوستان کنی ریش

چون جامهٔ بختِ من کبود ست — از کوششِ مردمان چه سود ست

ادبار فروشده به کارم — اقبالِ ترا چه رنجه دارم

روزِ بدِ من مراست از پس — تو کردی از آنِ خویشتن بس

نوفل چو شنید گفتِ مجنون — بکشاد ز دیده چشمهٔ خون

لابد به نیام کرد شمشیر — در بیشهٔ خویش رفت چون شیر

در گوشهٔ غم نشست نالان — از حالتِ قیس دست مالان

از ہر که حدیثِ او شنیدے — آہے به دریغ بر کشیدے

آنکه آدمی ست و آدمی زیست — داند که گزند آدمی چیست

حیوانِ دگر که بے شمارند — از درد کسے خبر ندارند

مہمان خواندن مجنون زاغان را در خانهٔ چشم تا مردمان فتنه انگیز را بکاوکاو از خانه بیرون کنند

دانندهٔ این حکایت نغز — از پوست چنین برون دهد مغز

کاں روز کہ نوفلِ سپہدار — بر بست میاں بعزمِ پیکار

چنداں بہ زمیں فتاد مردم — کاندر تہِ کشتہ شد زمیں گم[1]

چوں کوکبۂ مصاف بشکست — ہر خستہ کہ رستہ بود می جست[2]

خلقے ز دو سوئے خستہ و ریش — رفتند بسوئے خانۂ خویش

ماندند بر آں بساطِ نادر — مجنون و یکے رفیق و ہمدرد

دیوانہ کہ جائے دید خالی — برجست چو دیو لا اُبالی

رخسارہ ز خونِ کشتگاں شست — ہم در صفِ کشتہ خوابگہ جست

اُفتاد چناں میانِ خوں غرق — گر کشتہ نہ بود تا بد و فرق

ق

چوں ماند فتادہ بر زمیں دیر — تشنہ جگرے ز جانِ خود سیر

مرغاں کہ باوج مے پریدند — گستاخ بسوئے او دویدند

زاغ بسرش نشستہ خونخوار — در دیدہ کشی کشیدہ منقار[3]

واں یاوراں اسیرِ بے صبر — می دید و ہمی گریست چوں ابر

چوں کرد نگاہ مردِ ہشیار — کاں چشم ز سرمہ بیند آزار

شد بر سرِ آں خرابِ خونی — تا واخردش ازاں زبونی

پرندہ ہوا گرفت چوں دود — واں سوختہ خاست آتش آلود

ے۱ زمیں زیر انبار کشتگاں بپوشید ۱۲ ش

ے۲ می جست می تپید ۱۲ ش

ے۳ مراد منقارِ زاغ بہ مناسبت سیاہی میلِ سرمہ ۱۲ حسرت

زد نعرہ کہ ایں چہ دست ادبیست — آزردنِ دوستاں نہ یاریست

چوں دیدہ بدشمنی دلم خست — از دشمنِ خانہ چوں تواں رست

چنداں بنظارہ کردہ شادم — کاندر غمِ کورئیش فتادم

امروز کہ اتفاقِ آں بود — کاں کینِ کہن بروں کشم زود

اے دست بہ من کجا فتادی — کیں دشمن را خلاص دادی

نے دیدہ کہ آفتیست در پوست — ایں آفتِ من ز دیدنِ اوست

زیں شرم کہ روئے یار دیدہ است — دستم ز گزندش آرمیدہ است

بے قصدِ من از غیب جائے — می شد ز سرم چنیں بلائے

گر نیست سیاستے دگرگوں — کم زاں کہ کنم ز خانہ بیروں

یارب کہ ترا چہ آرزو بود — گوشش بہ زبانِ من دریں سود

دیدہ چہ بدے اگر نبودے — چہ دید کہ کاش سر نبودے

جاں در سرِ ایں جریدہ کردم — سر در سرِ کارِ دیدہ کردم

کو دشمنِ دوست روئے بنگر — تا سر دہمش دو دیدہ بر سر

اے دشمن اگر بکشتن آئی — تا تیغ بجوئم آزمائی

چشمم بکن اوّل ار توانی — گر سر بری آں گہے تو دانی

کافتاد چو فرق برزمینم — رسوائی چشم خود نہ بینم

زینساں بہ عتاب تلخ لختے — می خورد جگر چو شور بختے

وآن مردِ سره[1] که بود یارش
حیران شده در طریقِ کارش

زان شیوه که حالتے عجب دید
بگریست گہے گہے بخندید

گفت اے گہرت ز مردمی پاک
وز بہرِ تو صد ہزار دل چاک

گر تو ز حیات سیر گشتی
در کشتنِ خود دلیر گشتی

آن زا که بود سرِ وفائے
چون بیند رنجِ آشنائے

آن دیو بود نه آدمی زاد
کز اندهِ دیگرے شود شاد

با آن که ز دیده رنج بودت
چشم آن چه نمود نی نمودت

گر دیده بصد جفا کنی ریش
معذور بوی ولے بیندیش

کان وز که روبرو نشینی
رویش به کدام دیده بینی

مجنون که شنید نامِ دیدار
گشتش بہزار جان خریدار

از وجد برقص شد چو مستان
زد زمزمه چون ہزار دستان

زان قصّه بدیہہ سر برانگیخت
می گفت و ز دیده اشک می ریخت

از گفتِ خودش چو وقت خوش گشت
برداشت ز بیخودی رہِ دشت

او رفت چو بادِ بے سر و پائے
ہمره بشگفت ماند بر جائے

آمد بسوئے قبیله نالان
زان مرغِ پریده دست مالان

گریان بہزار ولائے ویلے
شد تا بدرِ سرائے لیلے

[1] سره خالص ۱۲ش

لیلی که شنید نالهٔ زار — بر کرد چو ماه سر ز دیوار

گفتا که تو کیستی بدین روز — وین گریه چرا کنی بدین سوز

رنجیده منم درین جهان بس — وین کار منست چون کند کس

تو ناله مکن که خسته مائیم — تن زن[1] تو که دل شکسته مائیم

آن یار عزیز مهر پرور — چون دیده درآن نشانهٔ در

گفتا منم آشنائے یارت — دارم خبرے ز دوستدارت

لیلی که شنید دوست را نام — غلطان بدر آمد از سر بام

بوسید بصد نیاز پایش — پرسید به لطف جان فزایش

گفت اے سخت بریں نکوئی — از بهر خدا که راست گوئی

کان گم شده را چگونه دیدی — وز صحبت او چرا رمیدی

روز از تف آفتاب چون است — شبهاش نه دیده خواب چون است

دل را بغم که مے سپارد — غم را به رخ که مے گذارد

پایش ز رحیل در چه سنگست — رویش ز سرشک بر چه رنگست

اندیشه چیست در گمانش — افسانهٔ کیست بر زبانش

رنجه چه شوی برائے آن یار — گریه چه کنی برائے این کار

او یار منست یار تو نیست — وین کار منست کار تو نیست

[1] تن زن یعنی قرار گیر ۱۲ حسرت

مردِ گذری ز سوزِ آں گفت
از دیدہ دُر و زلب گہر سفت

گفتا کہ مریضِ سیلِ اندوہ
کاں لالہ خوش ست بر سرِ کوہ

امروز بر زمگاہِ نوفل
شد در صفِ کشتگاں مسلسل

چوں مُردہ او فتادہ بیہوش
با کشتہ و مُردہ شد ہم آغوش

چشمے کہ نہاد از غمش داغ
می کرد ز غصہ طعمۂ زاغ

(۱۰ آموز)

ایں سوختہ گر نیامدے زود
آں زاغ زبانِ چشمِ او بود

چوں کرد عروسِ نیاں نوش
آزارِ دو چشمِ یار در گوش

خائید بدر دلعل چوں قند
ناخن زد و روئی و موئی بر کند

پس باز کشاد چشم را پشت
تا دیدہ بروں کشد بہ انگشت

چوں دید عقوبتِ چناں را
طاقت برمید میہماں را

زد دست و گرفت آستینش
اُفتاد بہ پائے نازنینش

گفت اے پری ایں چہ کار دیوست
تن زن کہ فرشتہ در غمِ اوست

یارے کہ تو زو بدیں خطائی
دارد چو من و تو روشنائی

او را چو دو مردم ست پُر نُور
تو نیز مشو ز مردمی دُور

روزے کہ رسد نوید دیدار
با دوست دو دیدہ چوں کنی چار

بینندۂ دوست را مکن ریش
شرمے ہم ازاں دو دیدۂ خویش

واں گہ بدو دیدہ خورد سوگند
واں کس کہ بدیدہ دار پیوند

کاں گوہرِ پاک ناشکستہ است | وآں دیدہ ز چشمِ زخم رستہ است

لیلی چو شنید بیش و کم راز | آمد قدرے بہ خویشتن باز

جانش ز شکنجۂ بلا رست | شمعش ز طپانچۂ صبا رست

از شادیِ آں سخن کہ بگذشت | گردِ سرِ آں رفیق مے گشت

شرمندہ شد از حقِ وفایش | غلطید بعذر زیرِ پایش

از سوزِ دلش بسے دعا کرد | واں گہ زِ برِ خودش جدا کرد

در از شدن ظلم گیسوی لیلیٰ بر مجنون و زندہ داشتن مجنون شبہائے فراق را بخیال لیلیٰ و روشن شدن مہرِ نوفل در آفاق و تیرگیِ روزِ مجنون و لرزیدن پدرِ پیرِ مجنون از دمہائے سردِ پیرِ سوادی و سوئے گرم مہری نوفل گریختن و گرم روی کردن آں مہربان بنت خود را کہ در پردۂ حیا آفتابے بود سایہ پرورد با مجنونِ تاریک اختر قران دادن و محترق شدن ستارۂ مجنون و پیش از استقامت رجعت کردن

توقیعِ کششِ مثالِ ایں حرف | در نامہ سخن چنیں کند صرف

کاں سوختۂ خراب سینہ | او زنگ نشینِ بے خزینہ

از نوفلیاں چو بے غرض ماند / لختے ز فراق در مرض ماند

چوں پیکرش از نشانِ سُستی / آمد قدرے بہ تندرستی

باز از وطنِ خرد بروں جست / زنجیر بُرید و بند بشکست

می گشت بگرد کوہ و صحرا / چوں خضر بروضہاے خضرا

نے دل خوشش و نے خرد فراہم / دیوانہ دد یو ہمرہ و باہم

ہجرش زدہ تیر بر نشانہ / غم یافتہ مرگ را بہانہ

یاراں متأسف از چناں یار / خویشاں متحیّر از چنیں کار

او دشت گرفتہ زار و دلریش / دشمن بملامت از پس و پیش

روبہ کہ تنک نمونہ باشد / در پیشِ سگاں چگونہ باشد

گوئی کہ فتد بجا نگہ پیش / حالش بچہ ساں بود بیندیش

بومے کہ برو ز جنبد از باغ / کم مرغ شود ز سیلی زاغ

مسکیں بہ پرش بچارہ سازی / چوں شمع بخویشتن گدازی

در ہر طرفے بدرد پویاں / درمانِ غریب خویش جویاں

ہر جا کہ نشست زار بگریست / بے گریۂ زار در جہاں کیست

واں مادرِ خستۂ جگر سوز / شب رنگ شدہ ز بختِ بد روز

روزِ طربش بشب رسیدہ / خونِ جگرش بلب رسیدہ

ط ۵ جولاں گاہ ۱۲ حسرت

خستہ جگر و مژہ جگر بار ... وز بے جگری ہمہ جگر خوار

در دست کہ ز گوشہ جگر خاست ... از بے جگری ہمہ جگر کاست

روزے ز زبانِ رہست بازی ... در گوشِ پدر رسید رازی

کز مہر و وفائے آں یگانہ ... کاندر ہمہ دہر شد فسانہ

زاں گونہ شدہ ست نوفلش دوست ... کاں دل شدہ مغز گشت و او پوست

گوید کہ اگر دل آیدش باز ... من دختِ خودش دہم بصد ناز

پیر از خبر چناں دل انگیز ... برسوختہ شد[۱] چو آتشِ تیز

دیدش سر و تن ز سنگ خستہ ... چہرہ دژم[۲] و جبیں شکستہ

پیراہنِ پارہ پارہ چوں گل ... خونابہ چکاں ز دیدہ چوں مُل

از تفِ ہوا چو دود گشتہ ... پشتش ز زمیں کبود گشتہ

اوّل ز دو دیدہ سیلِ خوں ریخت ... وانگہ نمکے از جگر بروں ریخت

کاے چشم من و چراغِ دیدہ ... تو از من و من ز خود رمیدہ

دارم دلِ خستہ درد پرورد ... درمانِ دلم توئی دریں درد

در خانہ خلف چراغ باشد ... نے از پئے سینہ داغ باشد

دانستہ بُدم کہ روزِ پیری ... گرد آوریم بدستگیری

اینم نہ گماں کہ بختِ ناشاد ... خارِ خسکم دہد ز شمشاد

[۱] اے نزدِ مجنونِ سوختہ رفتہ ۱۲ حسرت، [۲] دژم، افسردہ، غمگیں (برہان) ۱۲ حسرت

تو دشت گرفته زار و بیحال | مسکین دلِ مادرت بدنبال
زین گونه که از تو در بلائیم | دیوانهٔ تو نیستی که مائیم
دریاب که عزم کوچ کردم | نزدیک شد آفتاب زردم
زان پیش که بارگی کنم چست | در بستنِ من عنان بکن سست
انگار گلِ ترا خزان بُرد | وان هم نفسے که داشتی مُرد
زین گونه مده بدیو خود را | بگذار زمام دیو و دد را
یارے که نیایدت در آغوش | آن به که کنی ز دل فراموش
شاخے که برش نه زود باشد | هیزم بود ار چه عود باشد
بیدار نه دهد ز میوه مایه | ق | بارے بودش فراخ سایه
تو شاخ رسیده گشتی و تر | نے سایه به ما دهی و نے بر
گر جفت شدے علاقهٔ[1] دُر | باشد که نبودے این تحیّر
چون عشق بدل بود صواب ست | مه در شب تیره آفتاب ست
نوفل که به مهتری ست منسوب | وارد پس پرده دخترے خوب
در گلشنِ حسن سرو چالاک | چون قطرهٔ آبِ آسمان پاک
خورشید رُخے خدیجه نامش | پرورده بعصمت تمامش
جوئنده و لیک از تکبّر | در رشته کس نه بندد آن دُر

[1] علاقه رشته سلک ۱۲ ش

زاں رسمِ وفا که در تو دیده است — پیوندِ ترا بجاں خریده است

در دل همه صحبتِ تو جوید — وز شرم برِ کسے نه گوید

پرسد خبرِ تو گاه و بیگاه — هم معتقد است و هم نکوخواه

گر سر به رضائے ما کنی راست — آں خواسته زانِ تست بیخواست

هم مادر امیدِ خاص یابد — هم جانِ پدر خلاص یابد

ور خود زنی از خلاف تیرے — بیجاں شده گیر زال و پیرے

گفتیم به تو غمِ نهانی — آما سخنِ دگر تو دانی

دیوانه که ایں حدیث بشنید — دیوانگیش ز سر[1] بجنبید

می‌خواست که از درونِ پرسوز — گردد بخلاف پاسخ اندوز

لیکن چو فسونِ پیر بد چیست — گرد از دمِ سخت و پور است

گویند که بود آں جفاکار — با مادر و با پدر وفادار

در خدمتِ هر دو کام ناکام — از خطِّ رضا بروں نزد گام

در پائے پدر فتاد فرزند — گفت اے دمِ تو مرا زباں بند

با آں که خرد ز من عناں تافت — از رائے تو روی چوں توان تافت

گر دل شد از آنِ یارِ چالاک — پرورده تست آخر ایں خاک

با ایں حقِ نعمتے که داری — واجب نه بود حرام خواری

[1] زسر از سرِ او - یعنی دیوانگیش زیاده شد ۱۲ ش

این ست چو خواهش الٰہی — تن در دادم بہرچہ خواہی
مادر پدر از چنان جوابی — بر آتشِ دل زدند آبی
رفتند ز خانہ بامدادان — سوئے پدرِ عروس شادان
بستند کمر بجست و جوئے — کردند بہ پردہ گفتگوئے
نوفل کہ بخاطر این ہوس داشت — پیش آمد و پاسِ آن نفس داشت
گشتند دو دل رمیدہ بہم — رفتند بسوئے خانہ خرّم
بردند طرائفِ[1] عروسی — بغدادی و مغربی و روسی
صدگونہ نوردِ مہترانہ — دروائے[2] عروس و زیب خانہ
اسبابِ نشاط و مایۂ سور[3] — شہد و شکر و گلاب و کافور
از گوہر و زر چنان کہ شاید — وز عود و قرنفل انچہ باید
نوفل کہ ازان خبر شد آگاہ — شد باہمہ نزل برسرِ راہ
آراست بر آن نمط کہ دانی — روزِ دو سہ برگِ میہمانی
اشرافِ قبیلہ را طلب کرد — عالم بہ نشاط پُرطرب کرد
دامادِ عزیز را درون خواند — در پیشگہِ بساط بنشاند
بنشست فقیہِ عیسوی دم — بنیادِ نکاح کرد محکم

[1] طرائف تحائف ۱۲ ش [2] دروا چیزے ضروری و مایحتاج (برہان) ۱۲ حسرت
[3] سور خوشی ۱۲ ش

هر محتشمی و نامداری
می کرد لعبت بخود نثاری

چون نافه کشاد گیسوی شام
مه جلوه کنان برآمد از بام

از طوق زر و علاقهٔ دُر
شد گردن و گوش آسمان پُر

از روی عروس پرده بر شد
داماد به پرده خاص تر شد

در حجلهٔ لعبتان آزر
بنشست فراز کرسی زر

آمد بنوای خوش آهنگ
بر چرخ رسید نالهٔ چنگ

شد جلوه نمای بت حصاری
چون گل به نسیم نوبهاری

نازک بدنی چو دُرّ مکنون
مجنون کن صد هزار مجنون

هر کس بهوس نگاه میکرد
مجنون میدید و آه میکرد

هر کس صفت جمال میگفت
مجنون سخن از خیال میگفت

هر کس گهر خریده می ریخت
مجنون ز سرشک دیده می ریخت

هر کس بطرب بکار خود بود
مجنون بهوای یار خود بود

هر کس شمعی به سوز برداشت
مجنون همه سوز در جگر داشت

هر کس بطریق دوستداری
می خواند دعای سازواری

او قصهٔ جان ریش می خواند
و افسون خلاص خویش میخواند

می کرد بسینه یاد دلخواه
می شست بگریه دست از آن ماه

بیرون خوش و از درونه دلتنگ
تن حاضر و دل هزار فرسنگ

چون حنظلِ تر ز ذوق بے بہر / بیرون تر و تازہ اندرون زہر
می خواند و اِن یکاد[1] ہر کس / او سورهٔ نوح و تبّت[2] و بس
مطرب ز طرب ترانہ می زد / او نالهٔ عاشقانہ می زد
از ہم نفسے کہ دل نفورست / عفریت نماید ار چہ حورست
لوزینہ کہ ساز وار جان ست / بر معدهٔ پرخوری زیان ست
سیراب کہ شہد تش چشانی / زہرش بود آب زندگانی
مفلس کہ بکشت خوشہ چین ست / خارِ خشکش گل انگبین ست
چون کرد عروس جلوهٔ حور / در پردهٔ مہد گشت مستور
بردند گہر فشان براہش / زانجا بہ طرب سرائے شاہش
در پردهٔ عصمتش نشاندند / صد ہدیہ بدامنش فشاندند
چون شد گہ آن کہ خرم و شاد / ہمخوابہ شوند سرو و شمشاد
مہ در پئے آنکہ کے شود جفت / دیوانہ زباهِ نو بر آشفت
از تختِ شہی سبک فرو جست / بر روئے زمین چو خاک شد پست
از بسکہ گریست سینہ پر تاب / شد نقشِ بساط شستہ زان آب
دیوانہ بدردِ خود گرفتار / حیران شده ماهِ نو در آن کار

[1] آیۂ قرآن کہ برائے دفع نظر بد خوانند ۱۲ حسرت
[2] سورهٔ نوح و تبت شان جلالی دارد ۱۲ اش

نے او ہمہ شب غنود از سوز　　نے لعبتِ تو ز بختِ بد روز
شب گیر[1] کہ ابرِ نو بہاری　　بگریست چو عاشقاں بزاری
از باغ نسیمِ صبح می جست　　کاں مرغِ رمیدہ دام بگسست
ہر شخص فسرو درید جامہ　　ہم کفش گذاشت ہم عمامہ
بر بوئے گلے کہ بود یارش　　دامن نہ گرفت ہیچ خارش
بر نجد شد طواف مے کرد　　با خاطرِ خود مصاف مے کرد
سوزاں غزلے کہ دل کند ریش　　می خواند بہ حسبِ حالتِ خویش
در پیشِ خیال نالہ میکرد　　وز خونِ جگر نوالہ میکرد
مادر کہ شنید قصۂ دوشش　　سوئے پدرش دوید بیہوش
ناخن زدہ چہرہ غرقِ خوں کرد　　دامن ز سرشک لالہ گوں کرد
بیچارہ پدر ز پا در افتاد　　ہم شیشہ شکست و ہم خر افتاد
آسیب زمانہ چوں در آید　　از شاخِ ہمن خشک بر آید
گشتند موافقان و خویشاں　　زیں واقعہ جملہ دل پریشاں
از ہر ستمے کہ در سرشت ست　　از نامۂ روزگار زشت ست
دوران بلا چو در رسد تنگ　　دیوانہ بگو دکاں زند سنگ
اندیشہ کہ گم کند ہوس را　　یارب کہ مباد ہیچ کس را

[1] شب گیر بر وزنِ تکبیر بمعنی صبح و سحرگاہ (برہان) ۱۲ حسرت

شنیدن لیلی آوازهاے وقت تزویج مجنون و از آن حرارت سوختن و به آب تدبیر فرستادن نامه فرو نشاندن آن آتش

گوینده این کهن فسانه / زان شعله چنین کشد زبانه

کان شمع نهان گداز شب خیز / پروانه صفت بر آتش تیز

چون یافت خبر که یار برگشت / و اندیشهٔ دل قفاے سر گشت

روزے دو سه در ز خلق در بست / و ز خون دلش زمین جگر بست

نزدیک برون از دم سرد / نے رغبت خواب و نے غم خورد

آن را که دل از شکیب فرد است / از شب تا روز یار درد است

غمناک به پیچ و تاب باشد / بے غم همه شب بخواب باشد

از تافتگیست رشته را پیچ / کس تاب نه دید پنبه را هیچ

او خود غم عشق داشت برکار / شد با غم عشق غیرتش یار

کبکے که شکسته بال باشد / شاهین زندش چه حال باشد

چون رخنه فتد به بام خانه / بر ابر سیه نهد بهانه

بیمار که تپ مدام دارد / طاعون زندش چه طاقت آرد

چون غمزده را دران تحیر / از خوردن غم درونه شد پر

بس کاندہِ سینہ شد فزونش / از دل بہ دہن رسید خونش
تیمارِ دلش بجان نگنجید / جان خود چہ کہ در جہان نگنجید
شد در پئے آن کہ دل بکاود / وز غم قدرے برون تراود
کاغذ طلبید و خامہ برداشت / ترتیبِ سوادِ نامہ برداشت
سودائے جگر بنامہ می ریخت / خونابہ ز نوکِ خامہ می ریخت
کاغذ چو تمام شد نوردش / از خونِ دو دیدہ مُہر کردش
وانگہ طلبید قاصدے چست / کز باد بہ تگ حریف سُست
دادش کہ رسان بہ آن خرابش / باز آر و بہ من رسان جوابش
قاصد شد و آن صحیفہ را بُرد / وآن جا کہ سپردنی است بسپرد
مجنون کہ شنید نامۂ دوست / می خواست برون فتادن از پوست
برجست و بہ پائے قاصد اُفتاد / چون شاخِ بنفشہ در رہِ باد
گرد از قدمش بدیدہ می رُفت / بر گریۂ خویش پائے می کوفت
زان ولولہ چون دمے بیاسود / بکشاد نوردِ نامہ را زود
دید از قلم جراحت انگیز / در دود دہ سرشتہ آتشِ تیز

نامہ نوشتن لیلی از دودِ دل سوئے مجنون و ماجرائے دل و دیدہ بر آن آشنا عرض کردن

آغاز صحیفۂ معانی / برنامِ خدائے آسمانی

خلاق جہاں بہ بے نیازی — فیاضِ کرم بکارسازی

بر پاے کُنِ بلند و پستی — پروانہ دہِ برات ہستی

بر دامنِ گُل نسیم گستر — در حملِ صدف یتیم پرور

دل گشتہ از و خزینہ را — ہم خازن و ہم خزینہ پرداز

آن را کہ حد ایتے رساند — حد کہ بود کہ واستاند

وان را کہ کند ز روشنی دُور — آن کیست کہ باز بخشدش نور

وانگہ ز خراش سینہ خویش — خون نابہ فشاند از دلِ ریش

کین نامہ کہ ہست چون نگارے — از دل شدہ بہ بیقرارے

یعنی زمنِ ستم رسیدہ — نزدیک تو اے زمن بُریدہ

اے عاشقِ دُور ماندہ چونی؟ — وے شمع ز نور ماندہ چونی؟

چونست سرت ببالشِ خاک؟ — خونی از رُخ تو کہ می کند پاک؟

از من بکہ مے بری حکایت؟ — با خود ز چہ مے کنی شکایت؟

روزت دانم کہ شب نشان ست — شبہاے فراق بر چسان ست؟

گریہ برہِ کہ مے کنی ساز؟ — دیدہ برُخ کہ مے کنی باز؟

درگوشِ کہ نالہ میرسانی؟ — دریاے کہ قطرہ میچکانی؟

بازارِ تو در کدام سو لیست؟ — سیلابِ تو در کدام جو لیست؟

ہمدردِ تو زین غمِ نہان کیست؟ — غمناک تر از تو در جہان کیست؟

جایت بکدام خاکدانست؟ — رویت بکدام آستانست؟

تکیه بدرِ که میکنی خواست؟ — بالین ترا که میکند راست؟

زنجیرِ[1] بر کدام کوئی — مجنونِ کدام خوب روئی؟

جانت که هزار داغ دارد — تسکین بکدام باغ دارد؟

جسمت که بروے خاک خفته است — از نوکِ کدام خار سفته است

پشتت تو به بسترِ ذلیلاں — چون ست بسایهٔ مغیلاں؟

غم را به چه شکل می شماری — شب را به چه روز می گذاری

تا ظن نه بری که من صبورم — نزدیکِ تو ام اگرچه دورم

غمناک مشو که از تو غم نیست — بر سنگ هنوز شیشه کم نیست

دردت ز من ست گرچه حالی — من نیز نیم ز درد خالی

شمعے که بر آتش ست تا روز — پروانه کُشش ست خویشتن سوز

آبے که بغرق می کند فرق — او هم بمغاک می شود غرق

چون عشق دلم ز دست بر بود — دل دادنِ[2] کس بجا کند سود

چون ز آتشِ تیز پرنیان سوخت — از سوزن و رشته کے توان دوخت

چون دژ حصار گشت خنداں — پیوند کنند با آب[3] دنداں

بگداخت ز سوزِ دل وجودم — وز اوجِ فلک گذشت دودم

---

[1] مراد اسیر و پابند ۱۲ حسرت [2] دل دادن تسلی دادن ۱۲ ش
[3] لعابِ لب ۱۲ ش

تو گرچه ز عشق تنگ و تاری — با رسی قدیم فراخ داری

گر پیش رَوان شوی و گر پس — دستی نزند بدامنت کس

مسکین منِ مستمندِ بندی — موقوفِ سرای دردمندی

خو کرده بگوشهٔ ندامت — زندانیِ درد تا قیامت

پروردهٔ غم شدست جانم — فرسودهٔ محنت استخوانم

تا بسترِ تو زمین شنیدم — من نیز همان زمین گزیدم

گر حلّه برآری از حریرم — بینی همه نسخهٔ حصیرم

چون سایه رود براه با من — فرقی نه کنی ز سایه تا من

گنجِ تو ز مایه گشت دریاب — خورشیدِ تو سایه گشت دریاب

گر هست ترا یقین مرا نیست — در هستیِ خود که هست یا نیست

گشتم به یگانگی چنان چُست — کین هستیِ من ز هستیِ تست

هر خار که پای تو کند ریش — من از دلِ خود برون کشم نیش

هر تاب که بر تو ز آفتابیست — سوزش همه بر منِ خرابست

هر آبله کافتدت برفتار — از دیدهٔ من تراود آزار

هر سنگ که پهلوی تو خستست — اینک تنِ من از آن شکستست

هر کوه که جای تست غارش — بر جان و دلِ منست بارش

هر باد که از رهِ تو خیزد — در دیدهٔ من غبار ریزد

من بے تو چنیں بغم نشستہ — از ہر کہ بجز تو دیدہ بستہ
تنہائی و گوشۂ و دردے — وز آبِ دو دیدہ آبخوردے
مشغول بدیں شکنجۂ درد — کاں گم شدہ را کجاست ناورد
واں سینۂ بے فراغ چون ست — زندانیِ بے چراغ چون ست
اے خار چو پہلوش کنی ریش — از آتشِ آہِ من بیندیش
اے گرد چو بر تنش نشینی — بارانِ سرشکِ ما ببینی
رو اے دمِ سردِ من برہنش — خاشاک بچیں ز تکیہ گاہش
اینم نہ گماں کہ یارِ دلسوز — شبہا بوصال می کند روز
در کوی دگر ہمی زند گام — با یار دگر ہمی کشد جام
گر یارِ نو آمدت در آغوش — از یارِ کہن مکن فراموش
بیگانہ مشو چنیں بیکبار — آخر حقِ صحبتے نگہدار
گر بادۂ و گر خمار بودیم — روزے من و تو نہ یار بودیم
گر لالۂ و سرو در شمار ست — آخر خس و خار ہم بکار ست
گیرم کہ تراست لعل و چنگ — مفگن بدکانِ شیشہ گر سنگ
گر تو خوشی از ہمائے دیدن — نتوان سرِ ماکیاں بریدن
کو آں نفسِ وفا شمردن — در کشمکشِ نیاز مردن
گفتی سخنے ز دوستدارے — پس وسے تبافتی ز یاری

دیدی که بمعرض هلاکم — چون باد برون شدی ز خاکم

بیگانه صفت خرام کردی — بیگانگی تمام کردی

بسیار مئی جفا چشیدی — بیخوابی و بیدلی کشیدی

اکنون که بوصل جفت شاد — همخوابهٔ تو مبارکت باد

بخت من اگر ز من شد آزاد — آن را که رسید یار او باد

با این همه دوستدار و یارم — با یار تو نیز دوستدارم

او گرچه که دشمنست زپو دست — از دوستیت گرفتمش دوست

ممکن نبود چو بر عدو زور — شوریده بجانم ار کنم شور

چشمے که کند ستیزه با خار — بندد رهِ روشنی به مسمار

آن یار که دوست داشت یارم — دشمن بوم ار نه دوستدارم

گر تو نکنی بمهر یادم — از تربیتِ غم تو شادم

آن کس که زند ز عاشقی دم — از خوردن غم کجا خورد غم

آتش زدهٔ هر انجمن من — ترسم که کنی گله هم از من

سیلے که زند طپانچه بر سنگ — خونناله زنان رود بفرسنگ

چون بازگشتی ز دست دامن — بازیچه شوی ز گفت دشمن

عشق از تو گر غبارِ خود رفت — کازرده همی شوی ز هر گفت

مرغے که بشاخ دل نه بندد — طیره شود ار گلے بخندد

نگشاید این دلِ زبون نم | کز گریه گره شده است خونم
بگذشت چو زهر من ز تریاک | تو دیر بزی که من شدم خاک
در دو تو رفیقِ جانِ من باد | همخوابهٔ خاکدانِ من باد
چون خوانده شد این ورق تمامی | دل سوخته پخته شد ز خامی
غلطید میان خاک لختے | چون باز زده کهن درختے
پس قاصدِ نامه را بفرمود | کاردے قلمے و کاغذے زود
قاصد بسوئے قبیله شد راست | وآورد و سپرد آنچه او خواست
دیوانه ز راز پرده برداشت | می ریخت غمے که در جگر داشت
اوّل بگه قلم گذاری | کرد از سرِ خستگی و زاری

جواب نوشتن مجنون مرفوع القلم از سیاهی آبناک دیده نامهٔ حسرت لیلی را و ریشهائے سربسته از نوکِ قلم خاریدن و خونِ سوخته بر ورق چکانیدن

آغازِ سخن بنامِ شاهے | کار است چو چرخ بارگاهے
خورشید فروز انجم آراے | بنیاکنِ عقلِ معرفت زاے
سازندهٔ گوهرِ شب افروز | روزی دهٔ جانورِ شب و روز

دیباچہ کشائے باغ وبستاں ‏ ‏ گویا کنِ بلبلاں بدستاں

برتر ز نشانہ گاہ فرہنگ ‏ ‏ نزدیک شکستگانِ دل تنگ

در کتب کنِ صحیفہ پیوند ‏ ‏ بر کن کنِ جہاں خداوند

صُنع[1] از کمِ قضاش طرفے ‏ ‏ حٰمٓ[2] ز حمدِ او دو حرفے

زاں صنع کہ کائنات چیزیست ‏ ‏ ملکِ ازل و ابد پشیزیست

زیں گونہ[3] ز نافہ پوست کندہ ‏ ‏ پس بوئے جگر بروں فگندہ

کیں قصہ محنت از غمینے ‏ ‏ بر سیمبرے و نازنینے

یعنی زمنِ خراب و رنجور ‏ ‏ نزدیکِ تو اے ز مردمی دُور

بگذر ز منِ عتابِ[4] روزی ‏ ‏ چندم بعتابِ تلخ سوزی

من خود ز زمانہ در ہلاکم ‏ ‏ تو نیز بکش بخون و خاکم

اکنوں کہ ز دست شد عنانم ‏ ‏ از طعنہ چہ میزنی سنانم

با تو بد لم دگر نگنجد ‏ ‏ حقا کہ خیال در نگنجد

با دار چہ گل آردم ز کو بیت ‏ ‏ گل نگرم از برائے رویت

خواہم شبِ تیرہ با تو شینم[5] ‏ ‏ تا سایہ برابرت نہ بینم

---

[1] یعنی عالم مصنوعات از قضائے ربانی کہ محیط ہمہ چیز ست جزو قلیل ست ۱۲ حسرت [2] حامیم مراد از حٰمٓ سورۂ قرآن ۱۲ حسرت [3] یعنی اول مشک حمد افشاند پس از حالِ دلِ پر خون نوشت ۱۲ حسرت [4] عتابِ روزی آنکہ عتاب را روزیِ او کردہ باشند پس معنی بیت این شد کہ از من کہ عتاب را بخش و نصیبم کردہ اند بگذر، مرا تا چند بعتابِ تلخ خواہی سوخت ۱۲ حمید [5] شینم مخفف نشینم و سایہ در شبِ تیرہ محسوس نمیشود ۱۲ ش

با غیر چه کار تا تو هستی / در قبله خطاست بت پرستی

عشق از دو صنم بود عنان تاب / چون دین ز توجه دو محراب

جان رفته ز سینه دیر شد دیر / نبود به یکی میان دو شمشیر

در سینهٔ من که می کند سیر / اندیشهٔ تست نے غم غیر

نیلوفر تر که تازه روی ست / از چشمهٔ خور نه ز آب جوی ست

یکدل ز تو شد غبار هر کو / بهر دگرے دل دگر کو

غیر تو و پس درین دل گم / یک دیده و آنگهے دو مردم

تا یکسر مو بود بجایت / موئے نه کشم سر از هوایت

تا در سر شمع نور باشد / پروانه کجا صبور باشد

نزدیک بمردنم ز دوری / دور از تو و آنگهے صبوری

اینجا من و دلستانم آنجاست / آنجاست دلم که جانم آنجاست

من تنگ دلم تو در دل تنگ / صحبت دو کمن بمنزل تنگ

آن را که دو یار در دل آید / تنگ نیست دل فراخ باید

گر گرد سپهر بے طریقم / تهمت زده دگر فریقم

نے خواهش دل مرا بدان داشت / کز قبله به بت نظر توان داشت

بنشاند مرا چنین بر آذر / حکم پدر و رضائے مادر

مهرے که بسینه داشت رویم / بر روئے پدر چگونه گویم

آں یار کہ جز تو در کنارست ۔۔۔ سرو ستمرا درخت خارست
گر گل[1] بودم بدیدہ یا خار ۔۔۔ اولیٰ ترا زاں کہ روئے آں یار
دعوائے وفا کنم کہ یارم ۔۔۔ پس از تو بجز تو چشم دارم
چشمت[2] چو کند بروئے من ناز ۔۔۔ در روئے تو دیدہ چوں کنم باز
بادام دو مغز در یکے پوست ۔۔۔ از غایت سخت چشمیِ[3] اوست
زاں مہ کہ چو شب رمیدم از نور ۔۔۔ جز یک نظرش ندیدم از دور
ہر چند بعقد بود جفتم ۔۔۔ نادیدہ رخش طلاق گفتم
گر بود نظر بدل فروزی ۔۔۔ دیدارِ تو ام مبا درو زی
در سر نکنم دوئی ہمہ گاہ ۔۔۔ گر سر دو کنی بہ تیغ کیں خواہ
مومن بوفا دورُوئے نبود ۔۔۔ ور ہست یگانہ گوئے[4] نبود
بر من چہ کشی بخشم شمشیر ۔۔۔ من خود شدہ ام ز جان خود سیر
بے قیمت و قدر و خوار و کاہاں ۔۔۔ چوں مرکبِ کورِ بادشاہاں
بیدار برائے آخریں خواب ۔۔۔ چوں اشترِ عید و گاو قصاب
امروز کہ من بدیں خراشم ۔۔۔ تو نیز مزن بدور باشم[5]
جاں گز تو رمید زخم غم خورد ۔۔۔ تن نیز دریں شکنجہ خم خورد

[1] گل بمعنی اخگر آتش ۱۲ حسرت [2] یعنی چوں دل بدیگرے دہم وقتیکہ تو رو برو شوم و چشم تو بروئے من ناز کند در روئے تو دیدہ چوں باز کنم ۱۲ حسرت [3] سخت چشم شوخ و بیحیا (بہار عجم) ۱۲ حسرت
[4] یگانہ گوئی موحد ۱۲ حسرت [5] بارے زائدہ ۱۲ حسرت

آں دل کہ کشند ز دستِ دشمن / ناچار خورد قفائے دشمن

یارے کہ بُرد ز صحبتِ یار / منظوم شود بسلکِ اغیار

در کوئے تو دل کہ بوئے جاں یافت / گم گشت چنانکہ کم تواں یافت

گر باز بیابم آں دلِ گم / ندہم بہمہ اسے گہے بردم

جانے ست بوئے تو گرفتار / خواہیش بہ بند خواہ بگذار

مرغے کہ قفس بریخت از تن / بیہودہ بود قفس شکستن

گر جاں زپئے رحیل شد چیست / غم نیست کہ جانِ من غمِ تست

جاں حیف بود بہائے ایں غم / آخر غمِ تُست چوں زنم[۱] کم

ہر جا کہ کنم نشست با تست / چوں درنگرم غمِ تو آنجاست

شبہا ز غمت بسوزِ من کیست / من دانم و شب کہ روزِ من چیست

ہمسایہ نخفت زآہِ سختم / وز خوابِ ابد نخاست بختم

خواہم نہ اگر زیادِ ماہے / یا ہم ز خیال تکیہ گاہے

در خواب چو دامنِ تو گیرم / بیدار شوم و لے بمیرم

خفتن چو بجز چنیں ندانم / می ترسم ازاں کہ خفتہ مانم

فریاد کہ دل وبالِ من شد / رسوائی من جمالِ من شد

برخاکِ درِ تو سنگسارم / در سنگ طلب کنی ندارم

۱؎ کم زدن حقیر و فرومایہ شمردن (بہار عجم) ۱۲ حسرت

بیں بر تنِ من نشان خاشاک / چوں ہندسہ بہ تختهٔ[1] خاک

پشتم کہ رقم ہزار دارد / جدول زخراشش خار دارد

از خار مرا کبودی تن ہٗ / گوئی زدہ اند جملہ سوزن

پہلوئے بنفش بیں بگر جیست / چوں ابروئے وسمہ کردہ لیست

چوں تن بفراق اسیر باشد / خار و خسکش حریر باشد

با رنج خودم چناں خوش افتاد / کز راحت کس نیایدم یاد

اشتر کہ بخار خوے دارد / حلوا دہیش چہ روئے دارد

آں مرغ چہ ترسد از بطانہ[2] / کو خار خورد بجائے دانہ

من دور ز تو غبار در چشم / نے نے غلطم کہ خار در چشم

تو پائے زخارِ من نگہ دار / دامن زغبارِ من نگہ دار

گر تیغ زنی بر آستانم / من بندہ بہ دوستی ہمانم

از من بجہاں چناں رمیدی / کز کوئے وفا عناں کشیدی

تو فارغ و دل بسے فغاں زد / ہر ماہ طپانچہ چوں تواں زد

آسودہ کہ با فراغ دل زیست / او کے داند کہ سوز دل چیست

باغے کہ خزاں نہ دیدہ باشد / برگ و گلش آرمیدہ باشد

یارے کہ دلش زمہر پاکست / او را از گزندِ من چہ باکست

[1] منجمان را تختہ حساب می باشد کہ براں خاک انداختہ نقوش حساب طالع درست کنند (غیاث) ۱۲ حسرت

[2] بطانہ اندرون شکم و سینہ (غیاث) ۱۲ حسرت

ترکے کہ بر آہوے فگند تیر — خوشدل شود از ہلاکِ نخچیر
شاہیں کہ دہد کلنگ را خم — از رنجِ دلش کجا خورد غم
بر داشتہ ام ز خویشتن دل — بسم اللہ اگر کنند بسمل
چوں بر سرِ گنج پاس دارم — از تیغ چرا ہراس دارم
شب[1] رو کہ برد زبانہ نور — جلاد بدشنہ ہست معذور
بر کشتنِ من چو کامگاری — مردار شدن چرا گذاری
ہیشے کہ زجاں فتد تباپاک — ہم تیغ شباں سرش برد پاک
شد سوختہ جانِ ناشکیبم — تا کے بزباں دہی فریبم
بس ابر کہ تند سر بر آرد — آواز دہد و لے نبارد
دلہا بستیزہ خست نتواں — قارورہ[2] برہ شکست نتواں
بر بے گنہ آں کہ شد ستم سنج — آخر بود از ندامتش رنج
آں گرگ بود نہ آدمی زاد — کز خوردنِ خون مے شود شاد
وز وے کہ تباب تشنہ پیوست[3] — مالد بفسوس دست بر دست
فریاد کہ خوردیم ہمہ خوں — زیں فتنہ خلاص چوں بود چوں
زنجیر گسستن ست کارم — موئے ز تو بگسلم نیارم

(آزادی)

[1] شب رو عیار و طرار (مصطلحات ارستہ) ۱۲ حسرت [2] قارورہ شیشہ ۱۲ ش
[3] اے گرفتار شد ۱۲ حسرت

گیرم ندهی ز وصل بویم | کم زانکه نگه کنی بسویم
بردار ز مطرحِ هلاکم | افتاده رها مکن بخاکم
چون ثبت شد آن چه بود شایان | وان نامه درود شد به پایان
تاریخِ فراق یادگارش کرد | عنوانِ سرشکِ سرخش کرد
بسپرد بقاصدِ سبک سیر | تا بستد و بر پرید چون طیر
برد آن ورق و بنازنین داد | غنچه بکنارِ یاسمین داد
چون نامه بدید ماهِ بی صبر | از نومیدی گریست چون ابر
بگشاد و بخواندش و بسنجید | در هر ورقی بدرد پیچید
از پوزشِ عذرِ بیکرانش | تسکینِ تمام یافت جانش
از خواندنِ نامه چون بپرداخت | تعویذِ گلوی خویشتن ساخت

عزیمتِ دوستانِ جانی سوی مجنون و او را از دولاخ کوه بافسون در حلقهٔ حرمان در آوردن و سایه گرفتن او از درختانِ سایه دار و چون باد سوی باغ دویدن و آهنگِ عنانِ باغ کردن با بلبلِ نالان گل بانگ زدن

چون نافه کشاد بادِ نوروز | بشگفت بهارِ عالم افروز

ابر از صدفِ سپہر یکسر — در گوشِ بنفشہ ریخت گوہر
سرو از علمِ بلند پایہ[1] — بر فرقِ سمن فگند سایہ
از شبنمِ گوہریں شمائل — آراست گلوے گُل حمائل
غنچہ بدر آمد از شبستاں — پُر شیر شدش ز ابرِ پستاں
بید از سرِ خنجرِ گہر دار — شد بر سرِ یاسمیں گہر بار
نازک تنِ لالۂ دل افروز — لرزندہ شد از نسیمِ نوروز
با شاہدِ دے خجستہ ناماں — گشتند بہر چمن خراماں
ہر کس بعزیمتِ تماشا — مجنونِ دلِ رمیدہ حاشا[2]
ہر کس شدہ در کنارِ آبے — مجنونِ خراب در خرابے
ہر کس صنمے چو گل در آغوش — مجنونِ رمیدہ خار بر دوش
ہر کس بسوے چمن شتاباں — مجنونِ رمیدہ در بیاباں
ہر باد کہ از بہارش آمد — بگریست کہ بوے یارش آمد
ہر گل کہ شگفتہ دید بر خاک — کرد از غمِ دوست پیرہن چاک
یک روز در اینچنیں بہارے — می گشت بگردِ چشمہ سارے
با خود بہزار جاں گدازی — می گفت نشیدِ عشق بازی
پیرامنِ او ز خویش و پیوند — حاضر نہ کسے مگر دوے چند

۱؎ جوہر دار ۱۲ حسرت ۲؎ یعنی حاشا کہ میل تماشا کند ۱۲ حسرت

آن کس کہ بدشت و کوہ خوکرد — زو اُنس نشاید آرزو کرد

آہو کہ خورد بدشت خاشاک — باشد چو خانہ نزد او خاک

مرغے کہ ز سبزہ و دشت مفرش — زندانِ قفس کجا کند خوش

مردے کہ گرفت میلِ صحرا — در خانہ بری رود بصحرا

او بود و سگے و بادِ سردے — گرد و ورپدید گشت گردے

یارِ دو سہ محرمانِ دردش — خونابہ دانیِ روئے زردش

بودند بکوہ و دشت پویان — واں گم شدہ را بجاک جویان

صحرا چو غبار سے نوشتند — تا بر سر خلوتش گذشتند

در کوچ گہش جمازہ راندند — وز دور جمازہ را نشاندند

رفتند پیادہ پیشِ مجنوں — ریزاں ز دو دیدہ دُرِّ مکنوں

دیدند بگوشۂ خرابے — غولے بکنارہ سرابے

زنجیر ز ہمدماں گسستہ — در حلقۂ دام و دو نشستہ

از دامنِ پارہ خاک می بیخت — وز دیدہ دُر سرشک می ریخت

گفتند کہ اے رفیق چونی — در خونِ جگر غریق چونی

آخر چہ شدی کہ وا رمیدی — وز صحبتِ دوستاں بریدی

خو باز گرفتی از ہمہ کس — با شیر و گوزن ساختی بس

سلہ خونابہ زدلے خون صاف کنندہ ۱۲ حسرت سلہ اے بہ مقامش۔ چہ کوچ بمعنی خانہ کوچ ہم است کہ زن و فرزند و عیال باشد (برہان) ۱۲ و چغد را ہم گفتہ اند کہ در ویرانہ آشیاں کند دریں صورت کوچ گہہ ویرانہ و خرابہ باشد ۱۲ حسرت

زینسان نبرند آشنائی / مردم نه کنند چنین جدائی

هر جنس ز مردم و دد و دام / در صحبت جنس گیرد آرام

قمری که نوای عشق سنجد / با زاغ نشانیش برنجد

بوم آید سوی بوم منحوس / طاؤس بجلوه گاه طاؤس

تو مردمی و دانشی ز حد بیش / چون ست که با ددان شدی خویش

برخیز که گل شگوفه نو کرد / دلها به نشاط سے گره کرد

وقت چمن ست و بوستان هم / با منتظریم و دوستان هم

امروز اگر دمی چو یاران / باشی بمراد دوستداران

گلگشت چمن کنیم چون باد / باشیم بروی یکدگر شاد

بینی رخ دوستان جانی / بی دوست مباد زندگانی

مجنون ز دو دیده آب بگشاد / وانگه گره از جواب بگشاد

گفت ای شب و روز تابان همه سو / با داشتت تابان زر و زمین و دُر
شما ١٢

من کز عمل جهان شدم فرد / بازم بجهان چه جای ناورد[1]

ویرانه من اگرچه زشت ست / چون خو گرفته ام بهشت ست

زان گونه ببانگ بوم شادم / کز بلبل مست نیست یادم

در دوست چنان خوش ست خاطرم / کز باغ کسان خبر ندارم

---

[1] ناورد بمعنی جدال و پیکار (برهان) ١٢ حسرت

غوغے کہ بدشت خو پزیرد
در باغ پریش[1] جا نہ گیرد

آں را کہ خیالِ یار باشد
با سرو و گلش چہ کار باشد

بگذر کہ چمن چو یارِ من نیست
واں گل کہ مراست در چمن نیست

یاراں ز چناں جوابِ دلدوز
راندند بسے سرشک جانسوز

گفتند کہ اے نشانۂ درد
زندانِ دلت خزانۂ درد

شک نیست کہ روے یار دیدن
خوشتر ز گل و بہار دیدن

لیکن گل[2] تو کہ رشک باغ ست
او نیز در آں چمن چراغ ست

گرگہ کہ دلش بگیرد[3] از کاخ
جاں تازہ کند بسبزہ و شاخ

ہر جا کہ بنفشۂ بروید
از قامتِ تو فسانہ گوید

ہر خار کہ دید جاں بکاود
واندوہِ ترا بروں تراود

ہر فاختۂ کہ برکشد آہ
از سوز غمت زند علے[4] اللہ

آید بچمن چو نازنیناں
با ہم نفساں و ہم نشیناں

ایشاں ہمہ با نشاط ہمرنگ
او گوشہ گرفتہ با دل تنگ

برخیز یکے ز بخت روشن
بینی گل تازہ را بگلشن

مجنوں کہ شنید نامِ مقصود
برشد ز دلش بر آسماں دود

با ہم نفساں ز جائے برخاست
بر ناقہ نشست و محمل آراست

---

[1] اگر او در باغ پری قیام نکند ۱۲ ش [2] مراد از لیلی ۱۲ ش [3] لے دل گرفتہ شود ۱۲ ش
[4] فریاد (غیاث) ۱۲ حسرت

رفتند از آن خرابہ پویان   در جلوہ گہِ نشاط جویان

یارانِ عزیز در چمن گاہ   بودند نشستہ چشم در راہ

دیدند چو روئے عاشقِ مست   گشتند ز رفق بر زمین پست

در خدمتِ آن عزیز دلریش   کردند بشاشتے ز حد بیش

گرد از رخِ نازکش فشاندند   در صدرِ تنعّمش نشاندند

ہر کس ز دلِ رمیدہ ترسان   می کرد نوازشِ دگرسان

یاران بہ نشاطِ عیش سازی   او با دلِ خود بعشق بازی

ایشان بشرابِ دوستگانی[۱]   مجنون و سرشکِ ارغوانی

او دل بولایتِ دگر داشت   نے از خود و نے ز کس خبر داشت

نہ رنجہ شد و نہ گشت خشنود   کازار و نوازشش یکے بود

مطرب غزلے کشیدہ دلکش   مجنون بہ شنید خویشتن خوش

ہر نالہ کہ زد ز جانِ ناشاد   ہر کس کہ شنید کرد فریاد

چوں جوششِ دلش بفرق بر شد   یکبار ز خویش بے خبر شد

از حلقۂ دوستان بدر جست   زنجیر بُرید و بند بگسست

می رفت ولے بتاب گشتہ   ناخوردہ قدح خراب گشتہ

دیوانہ و مست و عاشقِ زار   با این سہ حریف چوں بود کار

[۱] شرابِ دوستگانی شرابے کہ بہ یادِ دوستاں خورند (بُرہان) ۱۲ حسرت

یارے کہ گرفت دامنش تفت[1] — وا مانش بدست باد و رفت

آنان کہ رہِ وفا نوشتند — رفتند تگے و باز گشتند

او سایہ بُرید زین جہانہا — سوئے چمنے کشید تنہا

بنشست بزیر زاد[2] سروے — چون در پرِ طوطی تدروے

در لالہ و گل نظارہ مے کرد — جان را شکیب جان ہمے کرد

دید از سرِ شاخ بلبلِ مست — در جستنِ صوتِ خویش می جست

دل در غمِ گل بخار می سفت — بر یادِ سمن سرود می گفت

مجنون ز نشاطِ آن ترانہ — چرخے بنمود عاشقانہ

مُرغ از سرِ سوز در مقالت — مجنون بمیانِ وجد و حالت

چون دید نشانِ آشنائی — داد اندُہِ سینہ را روائی

گفت اے ز شرابِ عاشقی مست — با غمزدگان بنالہ ہمدست

سازت کہ نوائے جان نوازیست — محجوبہ کشائے عشق بازیست

در موسمِ گل کہ تو کنی ساز — بس عشقِ کہن کہ نو شود باز

من با تو بعشق ہم شرابم — زیرا کہ تو مست و من خرابم

بوئے کشم و کنم خرابی — فریاد ازین تنک شرابی

چون زمزمۂ وفا سگالی — ہر گلِ بے وفا چہ نالی

۱؎ تفتن بمعنی گرم رفتن (برہان) ۱۲ حسرت ۲؎ زاد بر وزنِ باد مخفف آزاد (برہان) ۱۲ حسرت

چندیں که بهر چمن گذشتی — در گرد گل و شگوفه گشتی

ق

گر چون گل من به بوستانے — دیدی سمنے و ار غوانے

گو تا به تبرکش ربایم — گه بر دل و گه بدیده سایم

چون سرو من آید اندریں باغ — تا در دل لاله نو کند داغ

گوئی ز زبان من دعایش — بوسی بهزار عذر پایش

وانگه بعبارتے که دانی — ایں قصه بگوش او رسانی

کاے دعوی مهر کرده با من — وانگه ز وفا کشیده دامن

دور از تو زمن نمانده جز پوست — دوری و نعوذ باللّٰہ از دوست

بر بوئے گل آمدم دریں گشت[۱] — ورنه چه کم ست خار در دشت

گلزار که بے رخ تو بینم — آں به که بکنج غم نشینم

در هر طرفے بتازه روئی — پوشیده نشان من بجوئی

هر خار که خون ناب دارد — سیخش ز دلم کباب دارد

لاله که بدل گره شدش دود — از آه منست آتش آلود

نرگس که ز قطره بست گوهر — از درد منست چشم او تر

ازرق که بنفشه راد رش ست — از ماتم من کبود پوش ست

رخسار سمن که زرد سان ست — از گونهٔ زرد من نشان ست

[۱] گشت بمعنی سیر (برہان) ۱۲ حسرت

سوسن کہ چنان زبان دراز است / از من بہ تو در بیان ِ ایاز است

وان غنچہ کہ خون در دل صد بوست / آنہم جگرِ من است در پوست

ہر سبزہ کہ گرد آب رُستہ / از اشک منست روئے شستہ

ہر جا کہ ازین دو چشم بیخواب / در چشمہ نشانِ خون دہد آب

دامن نہ کشی زجوئے خونم / رنجہ نہ شوی زبوئے خونم

زیبیاں چمنے چو پرِ طاؤس / افسوس کہ بے تو بینم افسوس

چہ سود خرامشِ تو در باغ / چون جلوۂ کبک بنگرد زاغ

او در سخن از درون ریش / بلبل بہ نشاطِ نعرۂ خویش

پیغام رسان بگریہ تر بود / پیغام پذیر بے خبر بود

مجنون دل از آہ پارہ می کرد / بلبل بچمن نظارہ می کرد

مجنون زوفا فسانہ می گفت / او با دلِ خود ترانہ می گفت

مجنون نفسے زشوق میزد / او زمزمۂ بہ ذوق میزد

مجنون غزلِ فراق می خواند / او نیز باتفاق می خواند

مجنون زرشک لالہ می ساخت / او با گل و لالہ عشق می باخت

چون دید کہ گفتہ نا صواب است / قاصد نہ میانجی جواب است

نالید دمے زبختِ ناشاد / وز سایۂ سرو جست چون باد

دامن زگلِ پیادہ پرداخت / بر خار پیادہ رخش می تاخت

در کوه شد و به تیغ برشد | پیکان فراق را سپر شد

بازان ددگان[1] که صف شکستند | گردش چو سپهر حلقه بستند

او ز آب دو دیده بے مدارا | می داد گهر بسنگ خارا

بے سنگ[2] ز دوریِ دلِ تنگ | می سود فتاده روئے بر سنگ

می ریخت ز دیده سیلِ اندوه | چون ابرِ بهار بر سرِ کوه

گوئی که ز رنگِ چهرهٔ زرد | بر سنگِ عیار زر همی کرد

گنجینهٔ دل متاعِ درد است | پیرایهٔ عشق روئے زرد است

دل دادن مجنون سگے را که در کوئے دلدار بود و بازوئے خود را طوقِ گردنِ او ساختن و تنِ استخوان شده را گزیدهٔ دهانِ هر دندانِ او کردن و زبانِ چربش نواختن

یک روز بگاهِ نیم روزان | کانجم شده ز آفتاب سوزان

گردون ز حرارتِ تموزی | در سایهٔ حنزان به پشتِ گوزی

آتش زده گشت کوه و کان هم | تفسیده زمین و آسمان هم

جائے نه که دیده را برد خواب | ابرے نه که تشنه را دهد آب

[1] ددگان جمع دده معنی جانور درنده (فرہنگ جہانگیری) ۱۲ حسرت [2] بے قدر ۱۲ حسرت

مرغانِ چمن خزیده در شاخ | در رفته خزندگان بسوراخ

خورشید چنانچه تیزیِ اوست | بگشاد چو مار ز آدمی پوست

در حوضه خشک از آتش و تاب | صد پاره شده زمینِ بے آب

در دشت سراب‌هائے کین توز[1] | چون وعدهٔ سفلگان جگرسوز

مرغابی از آرزوئے آبے | خون خورده بگردِ هر سرابے

ریگ از تبطِ پختن در گرانی | چون تابه[2] برو زِ میهمانی

از گرمیِ ریگهائے گردان | پُرآبله پائے ره نوردان

هرکس بچنین هوائے ناخوش | در حجرهٔ سرد کرده باخوش

مجنون بکنارهٔ هر سوادے | می گشت بسانِ گردبادے

افروخته روی و تن بخون غرق | در آتش و آب مانده چون برق

بالاش ز غم دوتاه گشته | رخساره ز زلف سیاه گشته

هرجا که رسید کرد زاری | بگریست چو ابرِ نوبهاری

ق

هرسو که شنید بانگِ ودے | یا خاست ز گوشهٔ سرودے

مستانه برقص پای افشرد | گه زنده شد و گہے فرو مرد

گاہے ز سلب دریده پیوند | گه پوست تنِ فگار بر کند

آمد قدرے چو در سرش هوش | گشت آن همه حالتش فراموش

[illegible]

۱؎ توختن اندوختن (برهان) ۱۲ حسرت ۲؎ توا ۱۲ حسرت

با این صفت رمیده خویان | ناگه بقبیله رفت پویان

می‌گشت چو بیخودان بهر سوئی | خونابه روان ز دیده چون جوئی

دید از طرفی گذر بسوئی | غلطیده سگی بکنج کوئی

خارش زده و خراش خورده | از پهلوی خود تراش کرده

در گرد سرش چو فرق نقاب[1] | وز سلخ تنش چو پیش قصاب

بگذاشته صلح و جنگ را پی | نی خشم و نه عفو مانده در وی

خم یافته در تهی گهش[2] راه | گشته شکمش همه تهی گاه

از دم دهنش فراز مانده | دندانش ز خنده باز مانده

سر تا قدمش جراحت و ریش | شویان بزبان جراحت خویش

بی لقمه گلوی لقمه خوارش | لیسیدن دست و پای کارش

مجنون چو بحال او نظر کرد | در پیش دوید و دیده تر کرد

پیچید بگردنش بصد ذوق | وافگنده[3] ز زر بگردنش طوق

بگرفت برفق در کنارش | می‌شست بگریه‌های زارش

جانش ز کلوخ و خار می‌رفت | وز پای و سرش غبار می‌رفت

دامن بتنش فگند در خاک | میکرد باستین سرش پاک

گه پیش رخش به گریه نالید | گه در کف پاش دیده مالید

۱ه نقاب نقب کننده (غیاث) ۱۲ حسرت ۲ه تهی گاه کمر (غیاث) ۱۲ حسرت

۳ه ای از دست خود که رنگ زر داشت ۱۲ حسرت

گاهیش بمهر گشت دایه ‌‌ ‌ گاهیش بدست کرد سایه
بوسید سرش برفق و آزرم ‌‌ ‌ خارید برش بناخنِ نرم
گفت ای گلت از وفا سرشته ‌‌ ‌ نقشت فلک از وفا نوشته
هم نانِ کسان حلال خورده ‌‌ ‌ هم خوردهٔ خود حلال کرده
کرده ز رهِ حلال خواری ‌‌ ‌ با منعم خویش حق گذاری
جانت ز حلال خوارگی مست ‌‌ ‌ و آسوده گیست حرام پیوست
میلے نہ بخفتنت از شتابت ‌‌ ‌ بیداری عین عینِ خوابت
پیکار پذیر پاسپانان ‌‌ ‌ بیدار کُن خراس[1] بانان
ایمن ز تو پاسبان بهر سوئے ‌‌ ‌ معزول ز تو عسس بهر کوئے
از سایهٔ تو رمیده نقاب ‌‌ ‌ چون سایه که دارد از مهتاب
شب رو که ز دستِ تست معذور ‌‌ ‌ چون دیو ز حلقهٔ فسون دُور
وز دسے که شد از دهانت خسته ‌‌ ‌ الّا بگزندِ جان نرسته
از خاستنِ شب سیاهت ‌‌ ‌ میمون شده خوابِ صبحگاهت
در کهف[2] وفا چو راه برده ‌‌ ‌ نغنوده بچشم اگر شمرده
در صحبتِ صدق گشته تابع ‌‌ ‌ گه سابع[3] بوده گاه رابع

---

[1] خراس آسیائے بزرگ اُبرهان ۱۲ حسرت [2] اشاره به سگ اصحاب کهف ۱۲ حسرت
[3] اشاره بآیه "سَیَقُولُونَ ثَلٰثَةٌ رّابِعُهُمْ کَلْبُهُمْ" و سابع باین تاویل باشد که اہل تحقیق در تفسیر آیهٔ وَیَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ کَلْبُهُمْ فرموده اند که شمارهٔ اصحاب کهف هفت بوده شش تن بزرگان که از دربار دقیانوس بعد اعلانِ توحید کناره گرفتند (از تفسیر کشاف) و یکے راعی که بوقت فرار از دقیانوس با ایشان موافقت کرد... [illegible] ۱۲ حسرت

صد روضهٔ خوش بزیر پایت — در روضه که بهشت جایت
در گشته شبانِ گوسفنداں — از گرگ ربوده مزد دنداں
از سرکشیِ تو در جوانی — سگبانِ تو کرده شیربانی
تو شیر جوان و مست بوده — وز شیر و پلنگ جاں ربوده
معشوقهٔ خسرواں بنخچیر — وافگنده بدوش زلف زنجیر
بوده همه وقت گردنت پُر — از طوقِ زر و علاقهٔ دُر
از تنگ زدنت بدشت و رنے — هر گنبد تو به پشت یوز ے
آهو که از و جگر خورد شیر — تو بے جگرش فگنده در زیر
بر تختهٔ پشتِ هر شکارے — تعلیم گرفته روزگارے
عالم شده در فنِ دودام — زاں کرد خرد مُعلّمت نام
صد خون زلبت چکیده در خاک — وز لوثِ جنایتت دهن پاک
امروز که باز ماندی از کار — خواری همه را امرانهٔ خوار
گر تو سگے از سرشت و راں — اینک سگِ تو منم بصد جاں
کو سلسلهٔ تو تا ز یاری — در گردنِ خود کشم بزاری
بارے بزنم بهم ر پیوند — با تو بموافقت دمے چند

۱ نوعے از جستن ست چنانچه به چارپا آهو و اسپ و کنایه از شرین باشد (غیاث) ۱۲ ا حسرت
۲ اے او را گرفتن نتواند از غصه جگر خود خورد - بے جگر بمعنی زار و نزار ۱۲ حسرت
۳ کلب معلم و رفته سگے را گویند که آداب شکار آموخته باشد ۱۲ حسرت ۴ جنایت گناه ۱۲ حسرت

هرچند شکار کارِ من نیست — کس در ہوسِ شکارِ من نیست

آں کہ از سگِ کو شکار جوید — گوئی کہ ز مردہ کار جوید

لنگے کہ بتنگ دانشِ تیز — در اوّلِ تگ بماند از خیز

جولہ[١] چہ برد تنستہ را نام — ایں جملہ تنست زاں ہمہ گام

(رباعی)

پاشے تو کہ گشت بر درِ یار — بر چشم منش سزاست رفتار

پشتِ تو کہ سودش آں کفِ پاک — حیف است و ہزار حیف بر خاک

چشمت کہ بر آں ستانہ سودہ است — بر روئے زمیں چرا غنودہ است

از حسرتِ آں کہ چشمِ آں ماہ — دیدہ است بجانبِ تو گہ گاہ

خواہم کہ ستانم ایں دلِ تنگ — در وے کشمت چو لعل در سنگ

خاکت بمژہ فشانم از پائے — در دیدہ کشم کہ ہست از انجائے

ہستیم من و تو ہر دو شب گرد — لیکن تو بنالہ و من از درد

(رباعی)

دل نیست کہ از رہِ صلائے — در خدمتِ تو کشم کبابے

دارم جسدے گسستہ جانے — گر دل گسلد با ستخوانے

(رباعی)

چوں باز گذر کنی دراں کوئے — بر خاک درش نہی زمیں روئے

ہر گہ جگرت بخشد آں یار — باشے بکنی ازیں جگر خوار

---

[١] جولہ = عنکبوت، تنستہ = بافتۂ عنکبوت (از برہانِ فرہنگِ جہانگیری) تنستن، تنیدن و بافتن (مقصد فرہنگ)
معنی شعر آں باشد کہ چوں عنکبوت با آں ہمہ گام زنی ایں جملۂ ناچیز تنستہ و بافتہ است کہ تنستۂ او باشد (جالہ)
پس در صفتِ بافندگان از تنستۂ خود چہ نام برد و ذکر بر زبان آرد ١٢ حسرت

هر خس که بر آں کنشت دگامے | از من برسانیش سلامے

هر جا که نهاد پائے دشمن | بسیار بوسی از لب من

خواند چو ترا درونِ دهلیز | یادش دهی از سگِ دگر نیز

زنجیرِ زرت نهد چو بر دوش | از گردنِ من مکن فراموش

روزے اگر آں بتِ پری چهر | دستے بسرِ تو ساید از مهر

آگه کنیش ز مهرِ جانم | وین قصه بگوئے از زبانم

کاسے آهوئے ناوک افگنِ مست | یک تیرِ تو دو زآهواں شصت[1]

از تیرِ تو جانِ آدمی زاد | روزن شده همچو دامِ صیّاد

آں کز پئے صیدِ تو زند گام | خود را فگند بحلقهٔ دام

هرکا ز پئے تو شود کماں گیر | بر سینهٔ خویشتن زند تیر

تا طرّه سخوں دلیر کردی | از غمزه شکارِ شیر کردی

چشمِ سیهت که بے نظیر ست | آهوئے سیاهِ شیر گیر ست

تو شیر کشی بهر شکارے | مجنوں ز سگانِ کیست بارے

بگذار که چوں سگاں نهانی | باشم بدرت بپاسبانی

دُم لابه کنم بر آستانت | مالم بوسیلهٔ سگانت

باآں که بود فغانِ من زار | آنجا که توئی ترا چه آزار

[1] شصت عدد (۶۰) یعنی یک تیرِ تو برابر شصت تیر آهو چشمان ست ش ۱۲ یا یک تیر تو شصت آهو را شکار میکند ۱۲

مهتاب که نورِ پاک دارد | از بانگِ سگان[1] چه باک دارد
هرچند که دارم از عدد بیش | داغِ سگیِ تو بر دلِ ریش
هم مطلبم فراغِ دیگر | دل میکشدم به داغِ دیگر
گیرم نه نمردی سلیمم | آخر بدرت سگِ قدیمم
گر نیست چنانم ارجمندی | کز زلفِ خودم قلاده بندی
کم زانکه ز نعمتِ حضورم | سیراب نظر کنی ز دورم
من خود ز حیاتِ خود بکوهم[2] | آخر تو چه می زنی بچوبم
در خانه گرم نمی گزاری | بارے ز درم مران بخواری
ور لقمه نمی دہی بچنگم | بارے مزن از کرشمه سنگم
زینسان شغبے بکار میکرد | دیوانگی آشکار میکرد
او بر سرِ این فسانه درد | انبوه به گردِ او زن و مرد
هرکس به نظاره چنان زار | مانده بتحیّر اندران کار
نادان ز سرِ کرشمه خندان | در گریهٔ زار دردمندان
آن را که بدل نه داغ باشد | داغِ دگرانش لاغ[3] باشد
بے غم که دلش گره نه بندد | از گریهٔ پرغمان بخندد
در تیغ چو کس آتشے فروزد | گر بید بگداز گر نه سوزد

له [1] اے کم ازاں مباش ۱۲ حسرت له [2] بکوفت هستم ۱۲ حسرت له [3] لاغ بیهوده ۱۲ کشف

از یخ بترست سینهٔ سرد | از گریهٔ کس نباشدش درد

آن کو دلِ غیر دیده ناخوش | آتش زنش ار بگیرد آتش

آن گِل بود از چراغ خانه | آتش زنیش زند زبانه

گل بهتر از آن دلِ گل اندود | کز شعلهٔ کس نباشدش دود

آن سوخته پیرِ دو رخ آشام | خوش گفت که سوخته به از خام

حاصل[1] بچنان نظاره گاہے | مجنونِ شکسته می زد آہے

پرسید یکیش زان میانه | کاے گروه ز عافیت کرانه

این سگ سگِ کیست اندرین گرد | وین غم غمِ کیست با چنین درد

چون بهر که می خوری بدینسان | وز بهر که می کنی چنین جان

سگ را چه خبر که کام تو چیست | با نیک و به بد پیامِ تو چیست

او را چو ز عقل نیست تمکین | تعظیم ویت چراست چندین

ق

دیوانه بدرد پاسخش داد | کاے از غمِ من دلِ تو آزاد

طعنم چه زنی به سگ پرستی | من نیز سگم ز روے ہستی

مُردم ز غمے که کم ندارد | سگ بهتر ازو که غم ندارد

گر من ته پاے سگ زنم بوس | زان پاے بود نه زین لب افسوس

کاین پا که بشهر و کوے گشته است | پیشِ درِ یار من گذشته است

---

[1] حاصل الحاصل ۱۲ ش

روزیش بکوئے آں پری کیش
دیدم گذراں بدیدۂ خویش

تعظیم دہم نہ از پئے اوست
کُش دوست گرفتم از پئے دوست[1]

مہماں چو سگ آیدم ازاں کو
آہو طلبم بود ز آہو[2]

از یار چو بہرہ خار باشد
با بوئے گلم چہ کار باشد

نالید برایں ترانہ سختے
شوریدہ بسانِ شور بختے

پس گریہ کناں زجائے برخاست
میرفت و ندید در چپ و راست

برکوہ شد و نفیر می زد
وز دل بستارہ تیر می زد

غنودن نرگس لیلیٰ از بیماری و مجنون بخواب او را درخواب دیدن و بنفسِ تند خویش از جائے جستن و بروں دویدن و کمر کوہ گرفتن و مجنوں را بہ تیغ کوہ خراشیدہ و خستہ دریافتن و دستِ سلوں بر خستگی او سودن و مرہم راحت رسانیدن

افسانہ سرائے شکریں گفت[3]
زالماسِ زباں گہر چنیں سُفت

کاں گوشہ نشین روئے بستہ
بوئے ہمہ وقت دل شکستہ

۱؎ بلکہ او را از پئے دوست دوست ساختم ۱۲ اش ۲؎ آہو دو معنی دارد جانور معروف و عیب (غیاث) ۱۲ حسرت ۳؎ گفت گفتار ۱۲ اش

چوں غمزدگاں بخاک خفتے ‌ ‌ ‌ خاشاک زخوابگہ نہ رُفتے

گاہے زجگر نوالہ کردے ‌ ‌ ‌ گہ جاں بعدم حوالہ کردے

آمیختنی نداشت باکس ‌ ‌ ‌ مونس غمِ آشنائے خود بس

پرداختہ دل زصبر وآرام ‌ ‌ ‌ گشتے ہمہ شب چو ماہ بربام

ہنگامِ سحر زبختِ ناشاد ‌ ‌ ‌ چوں ابر گریستے بفریاد

گفتے چو شبش دراز گشتے ‌ ‌ ‌ با خود ز فراق سر گذشتے

چوں سُرخ گلِ فلک[1] بستے ‌ ‌ ‌ ناخفتہ زگریہ روئے شستے

ناگاہ شبے زبعد سالے ‌ ‌ ‌ بگرفت برآندہش ملالے

میخورد غمِ دلِ خرابش ‌ ‌ ‌ در خوردنِ غم نبود خوابش

دید از نظرِ خیال پرورد ‌ ‌ ‌ دیوانۂ خویش را بصد درد

کامد بہ نظارۂ جمالش ‌ ‌ ‌ نالید بسے ز زلف وخالش

گر شست بخونِ دل سراپش ‌ ‌ ‌ گہ از مژہ رُفت خاکِ پایش

زالماسِ سرشک سینہ می سُفت ‌ ‌ ‌ وافسانۂ روزگار می گفت

می گفت قصیدہائے دلسوز ‌ ‌ ‌ می کرد گلہ زبختِ بدروز

زاں نالہ کہ زد بخواب از یار ‌ ‌ ‌ بینندۂ خواب گشت بیدار

چوں جست زخواب تا نشیند ‌ ‌ ‌ واں دیدۂ خویش باز بیند

---

[1] سُرخ گلِ فلک۔ آفتاب ۱۲ ش

نے یار و نہ آں وفا سگالی ‏ بستر تہی و کنار خالی
لختے ز طپانچہ رُوے را کوفت ‏ خونابہ ز رُخ باستیں رُفت
آہے زد و سوخت پردہ را ز ‏ وز پردہ بروں فتاد آواز
در خانہ ہمہ مزاج داناں ‏ بر بستہ دہن چو بے زباناں
زاں بیم کہ خواست زہرہ سفتن ‏ کس زہرہ نداشت پند گفتن
چوں سبزۂ ایں کبود گلشن ‏ آراستہ شد بصبح روشن
خورشید باوج رفت خنداں ‏ چوں نورِ دلِ نیازمنداں
آں مہد نشیں بجہد برخاست ‏ بر پشتِ جمازہ محمل آراست
بکشاد زمام را بہ تندی ‏ کامد ز تگش صبا بکندی
میراند شتر بدشت پویاں ‏ آں گم شدہ را بہ خاک جویاں
چوں شیب و فراز را بسے جست ‏ وز ہر خارے چو گلبنے رُست
ہر چند رسید و بارگی راند ‏ لختے چپ و راست در طلب ماند
دیدش بہ بنِ شکستہ شاخے ‏ اُفتادہ میانِ سنگلاخے
بر پشتۂ کوہ پشت دادہ ‏ بر بالشِ خار سر نہادہ
آوردہ صباش بوے لیلے ‏ مژگانش بخواب کردہ میلے
او خفتہ و گرد او ددانش ‏ شیرانِ شکار پاسبانش

سلہ عارفان ۱۲ اشش

از بوئے دوانِ صید فرسائے — از کار بشد جمازه را پائے

آن تشنه جگر ز جانِ خود سیر — آمد سبک از جمازه در زیر

اندیشه کرد از ان دو دام — در خوابگهِ رفیق زد گام

با عشق چو صدق بود همدست — هر یک ز دوان بگوشه جست

او پهلوئے یار خویشتن رفت — جان جلوه کنان بسوئے تن رفت

افشاند غبارش از تنِ ریش — بنهاده سرش بزانوئے خویش

از گریهٔ زار دُرِّ مکنون — میریخت ولے برُوئے مجنون

آن چشم که راهِ خواب میزد — بر عاشقِ خفته آب میزد

یعنی که ز گریهٔ گهر بار — زد بر رخش آب و کرد بیدار

باران چو فشاند سبزه را گرد — از خواب در آمد آن گلِ زرد

مجنون که ز خواب دیده بکشاد — چشمش بجمالِ لیلیٰ اُفتاد

از جانش بر آمد آتشین جوش — زد نعره و باز گشت بیهوش

چون سکهٔ[1] میزبان دگر گشت — مهمانِ عزیز نیز دگر گشت

بیمار که دارُوَش بتر کرد — دردش بطبیب نیز اثر کرد

او داشت دلے ولے سپُرده — این یافته جان ولیک مُرده

او خفته میانِ خاک مانده — این بر شرفِ هلاک مانده

[1] طرز روش و قاعده و قانون (بُرہان) ۱۲ حسرت

او با خبر از گزند این غم — این بے خبر از خود و ز او ہم

او دادہ ز دل بباد این ہوش — این کردہ ز یادِ خود فراموش

بودند چو سایہ خفتہ بر خاک — تا چشمۂ خور گذشت ز افلاک

آمد چو در آں قصاصِ[1] ہجراں — در ہر دو ز بوئے یکدگر جاں

جستند ز جا فرشتہ و حور — چوں مُردہ بحشر از دمِ صُور

باز و ئے رضا دراز کردند — وآگوشِ مراد باز کردند

مجنوں ز جگر نفیر میزد — لیلی بکرشمہ تیر میزد

کشتن آں پری از دو چشمِ غماز — دیوانۂ خویش را بصد ناز

از ساعد و زلف کرد تسلیم — زنجیر ز مشک طوقش از سیم

چوں بود دو دل یکے بسینہ — یعنی کہ دو دُر بیک خزینہ

تن نیز بیک شبے کہ شد راست — نقشِ دوئی از میانہ برخاست

در ساخت بہم دوست با دوست — وامیخت دو مغز در یکے پوست

شد تازہ دو چاشنی بیک خواں — شد زندہ دو کالبد بیک جاں

آسودہ دو مُرغ در یکے دام — وامیخت دو بادہ در یکے جام

آراستہ شد دو تن بیک ذوق — افروختہ شد دو دل بیک شوق

دو صبح بہم رسیدہ از دُور — دو مشعلہ را یکے شدہ نور

[1] اے واقعۂ قصاصِ ہجراں اشارہ بآیۂ "وَلَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یٰا اُولِی الْاَلْبَابِ" ۱۲ حسرت

بودند بیاری آں دو ہم عہد — آمیختہ ہمچو شیر با شہد

چوں حاجتِ دوستی روا شد — ہر چیز کہ جز غرض وفا شد

از بوس و کنار دل بیاسود — جز مصلحت دگر ہمہ بود

از ہر نمطے سخن شد آغاز — آمد بمیاں جریدۂ راز

مجنوں ز نشاطِ یار جانی — بکشاد زباں بدُر فشانی

کاے از خمِ زلفِ عنبریں تاب — بربستہ بچشمِ دوستاں خواب

عمرے درِ تو بدیدہ رُفتم — عمرے دگر از غمت نخفتم

امروز کہ بعد روزگارے — بادے خوشم آمد از بہارے

زآسایشِ دل ربود خوابم — ناگہ بسر آمد آفتابم

در خواب چناں نمود بختم — کاختر بفلک نہاد تختم

بر تختِ من و تو روئے در روئے — چوں موج دو چشمہ در یکے جوئے

خوابم چو ز پیش پردہ بربود — تعبیر نظارۂ رخت بود

تا روزِ قیامت ار بود تاب — نتواں خفتن بیادِ آں خواب

ایں دم کہ گلِ دگر شگفتہ است — بختم ز ہوس ہنوز خفتہ است

لیلی کہ دو خواب ہمعناں[1] دید — بیداریِ بخت را نشاں دید

اوّل بگزید لب بدنداں[2] — پس باز کشاد لعلِ خنداں

---

[1] ہر دو خواب مطابق دید ۱۲ حسرت [2] از حیرت ۱۲ حسرت

دوشینه خیالِ خود کم و بیش — آں آئینہ رانہاد در پیش
چوں عکس دو آئینہ یکے بود — رفت از زیگانگی شکے بود
آں ہر دو چو بخت خویش بیدار — زانخواب عجب بحیرت کار
افسانۂ خواب چوں بسر شد — بیداری ہجر پردہ در شد
ہر یک ز شبے سیاہ بے روز — میکرد شکایتے جگر سوز
چنداں غمِ دل شد آشکارا — کآمد بنفیر سنگ خارا
چنداں نمِ دیدہ رفت در خاک — کز تندی سیل شد زمیں چاک
ہر دو چو دو سروِ ناز پرورد — زآسیبِ خزاں فتادہ در گرد
در جیبِ دو غنچہ گُل بخندید — با دے بمیانہ در نگنجید
مجنوں ز خیالِ غیرت اندیش — میخواست بدر ز سایۂ خویش
زاں آہ کہ بے دریغ می زد — بر سایۂ خویش تیغ میزد
واں یارِ یگانہ وفا جوئے — گشتہ بہ یگانگی یکے گوئے
خود را چو نکرد ز آشنا فرق — میکرد بخوں دو دیدہ را غرق
یعنی کہ چو ہست یار در دل — دیدہ چہ شود بشخص[۱] مائل
دو سوختہ دل بہم رسیدہ — معلوم نہ کسے جز آب دیدہ
باد از دو طرف عبیر می بیخت — بر دیدہ تر غبار میریخت

[۱] شخص د جو ۱۲ ش

حوراں ز نسیم شوق شاں مست — بگشاد فرشتہ در دعا دست

از عشرت آں دو مست بے جام — در رقص در آمده دد و دام

ہر خار کشیده دور باشے — میکرد بچشم بد خراشے

سلطان بنیرک[1] جنیبہ رانده — لشکر بہ وثاق[2] باز مانده

تیہو بعقاب راز گفتہ — یوسف بکنار گرگ خفتہ

جولاں زده آہوئے بہ نخچیر — بر گردن شیر بستہ زنجیر

صیاد کہ تیر بصید انداخت — از صید کشید و بر خود انداخت

بط فربہ بود و جرہ[3] ناہار — طرفہ کہ نداشت چاشنی کار

بے زحمت رشتہ دُر شده جفت — الماس شکستہ لعل ناسفت

شکر بقمطره[4] ماند در بند — طوطی بنظاره گشتہ خورسند

ساقی و حریف جام در دست — ناخورده شراب ہر دو سرمست

صبح بچنیں امیدواری — نشگفت شگوفۂ بہاری

پالوده اگرچہ جاں فزا بود — انگشت ز چاشنی جدا بود

بر گنج رسیده دزد را پائے — خازن شده[5] و خزینہ بر جائے

چوں نقد خزانہ اشتلم کرد — در بشکن[6] اگر کلید گم کرد

---

[1] بنیرک بفتح اول و ثانی بمعنی جمع قلیل و مردم کم کہ پیش پیش لشکر روند (برہان) ۱۲ حسرت

[2] بضم و کسر بمعنی خانہ (غیاث) ۱۲ حسرت [3] اسے گرسنہ ۱۲ حسرت

[4] قمطره صندوق (غیاث) ۱۲ حسرت [5] شده یعنی برفت ۱۲ ش

[6] در را بشکن ۱۲ ش

افزون ز طلب چو یافت مردم — شک نیست که دست و پا کند گم

مفلس که رسد بگنج ناگاه — ز افزونی حرص گم کند راه

عاشق که گرفت مژده خواهش — شربت دهی ار بود عذابش

دارو که پس از ہلاک باشد — بر جائے حریره خاک باشد

آب از پس مرگ تشنه جستن — ہم کار آید ولے بشستن

چون مرده بود ہزار دستان — چه سود ز جلوهٔ گلستان

بر خاک شهید گل فشاندن — ایمن بود از درود خواندن

باز گشتن کبک خراماں از کوه و شتر پرنده را پر بر جناح بر بستن و رشتهٔ دراز دادن و کبوتر دیوانه را پر گم داشتن

چون بر سر چرخ لاجوردی — خورشید نهاد رو بزردی

معشوقهٔ آفتاب پایه — برداشت ز فرق دوست سایه

بر عزم شدن ز جائے برخاست — عذرے بہزار لطف در خواست

او در سخن و رفیق خاموش — تاپاک[1] دلش ببرده از ہوش

حیرت زده مهر بر دهانش — تپ لرزه گرفته استخوانش

دانست مسافر خردمند — کو را چه شکنجه شد زبان بند

[1] تاپاک یعنی تپاک ۱۲ اشش

اندیشۂ او خطاب پنداشت — خاموشیِ او جواب پنداشت
لختے کفِ پائے پُر زخارش — بوسید و گرفت در کنارش
غلطید بسے چو گنج بر خاک — پیچید بسانِ مارِ ضحّاک
پس محملِ ناقہ چست در بست — بکشاد عقال[1] و تنگ بر بست
شد بر شتر و زمام بسپرد — شاہیں بپرید و کبک را برد
میرفت بچشمِ خونفشاں تر — خونابہ ز چشم تر رواں تر
چوں ماہ ببرجِ خویشتن شد — واں سرو رونده در چمن شد
در گوشۂ غم نشستہ مہجور — تن از دل و دل ز خرمی دُور
میزد نفسے جراحت انگیز — میسوخت جہاں بآتشِ تیز
چوں زلفِ شب از کلالہ تر — در دامنِ خاک ریخت عنبر
از پردہ عروسِ مہ بروں جست — خواب آمد و چشم مرداں بست
بنشست و بِہ خواب رفتہ — خوں ریخت ز چشم آب رفتہ
با شب ز رفیق راز میگفت — نامش میگفت و باز میگفت
از سوزشِ سینہ آہ میکرد — مہ را ز فغاں سیاہ میکرد
میزد نفسے چو غم رسیدے — میخواند چو بلبلاں نشیدے
چوں خستہ شد از دلِ سیہ روز — گفت ایں غزل از درونِ پُرسوز

از بیدل

[1] عقال زنجیر و رسن ۱۲ اشس

گریستن لیلی در ہوائے آشنا و موجِ درونہ را بدین غزلِ[۱] آبدار بر روئے آب آوردن

باز م غم عشق در سر افتاد
بنیادِ صبوریم در افتاد

باز ایں دلِ خستہ دردِ نو کرد
خود را بو بالِ من گرو کرد

بازم ہوسے گرفت دامن
کز عقل نشاں نماند با من

باز ایں شبِ تیرہ جگر سوز
بر بست بروئے من درِ روز

خوں موجِ درونہ بر سر آورد
طوفاں ز تنور سر بر آورد

دُودے کہ ز شوق در بر افتاد
از سینہ گذشت و بر سر افتاد

طاقت برمید چند جوشم
آتش بدرونہ چند پوشم

گویند کہ تا کے از در و بام
گہ نامہ دہی و گاہ پیغام

آلودہ شدی بہر دہانے
افسانہ شدی بہر زبانے

بے درد کہ فارغ ست و خنداں
کے داند حالِ دردمنداں

غافل کہ ہمیشہ بے خبر زیست
اورا چہ خبر کہ بیدلی چیست

با ہر کہ دہم غمے بروں من
داند غمِ من ولے نہ چوں من

گیرم کہ بود بپردہ جایم
و ز حجرۂ غم بروں نیایم

---

۱ مراد از غزل بیانِ دردست نہ از غزل متعارف ۱۲ ش

این خانہ شگاف نالۂ زار ... پوشیدہ کجا شود بدیوار

اکنون چہ کنم حجابِ آزرم ... کافتادہ ز چہرہ برقعِ شرم

آنرا کہ درونہ چاک باشد ... از پردہ دری چہ باک باشد

در مجلسِ عشق جام خوردن ... وانگہ غمِ ننگ و نام خوردن

دستِ من و آستینِ یارم ... گو خلق کنند سنگسارم

شوریدہ کہ غرقِ حال باشد ... رسوا شدنش جمال باشد

دیوانہ کہ می گریزد از سنگ ... وارد بیقین نشانِ فرہنگ

ہر جا کہ بتے است در قبیلہ ... با محرمِ خویش ہم طویلہ

مسکین منِ مستمند و دلتنگ ... محبوسِ بلا چو لعل در سنگ

ہر کبک دری بہ تیز گامی ... بر لالہ و گل بخوش خرامی

الّا کہ منِ گسستہ پیوند ... چون مرغِ قفس بماندہ در بند

پیوند ز دوستان کشادم ... در طعنۂ دشمنان فتادم

آنکو ز ہلاکِ جان نترسد ... از طعنۂ دشمنان نترسد

کاغذ چو شود نشانۂ تیر ... جز خوردنِ زخم نیست تدبیر

دف ہر طرفے کہ رخ بتابد ... از لطمہ کجا خلاص یابد

عاشق کہ بزیرِ تیغ شد خم ... از زخمِ زبان کجا خورد غم

زین پس من و یارِ مہربانم ... گر تیغ کشند و گر زبانم

گر کشتہ شوم بہ تیغِ پولاد — بارے برہم ز دستِ بیداد

مرغے کہ بماند از پریدن — راحت بودش گلو بریدن

افتادہ چو ریشِ ناقہ در گِل — دانی کہ دواش چیست بسمل

این سر کہ برانقدم نساید — از تن اگرش بُرند شاید

اے دوست کہ بے منی و با من — آتش زدہ یا توئی و یا من

چون شعلہ بخرمنے دہد نور — بیگانہ نظارہ بیند از دُور

افتادہ کہ سیل در ربودش — زافسوسِ نظارگی چہ سودش

زارم ز غمت عظیم زارم — دستے کہ ز دست رفت کارم

گر تو دلِ شاخ شاخ[1] داری — بارے قدمِ فراخ داری

با زاغ و زغن چنانکہ دانی — شرحِ غمِ خویش میتوانی

بیچارہ منِ حصار بستہ — در زاویۂ عدم نشستہ

کنجے و غمے بسینہ چون کوہ — زندانیِ تنگنائے اندوہ

گردم زنم از درونۂ تنگ — ترسم کہ خورم ز بام در سنگ

شبہا کہ مہ از افق برآید — مہتاب ز روزنم درآید

چشمم بستارہ راز گوید — جانم غمِ رفتہ باز گوید

یادِ تو ز من برد چنان ہوش — کز ہستیِ خود کنم فراموش

[1] شاخ شاخ - پارہ پارہ (بہارِ عجم) ۱۲ حسرت

ناگاه که از خود آیدم یاد | باشم بهلاکِ خویشتن شاد

گر کرد زمانه بیوفائی | بارے تو مکن که آشنائی

بر سینه لکد مزن که پستم | عصمت مطلب ز من که مستم

خون نابهٔ دیده آبِ من ریخت | دل هم سرِ خود گرفت و بگریخت

جانے ست نشانه گاهِ صد تیر | خواهش بستان[1] و خواه برگیر

گفتی که صبور باش مخروش | این قصه دلم نمیکند گوش

اے دوست ز دوست دور بودن | وانگاه بدل صبور بودن

چون من بهلاک جان سپردم | دور از تو ز دوریِ تو مردم

از آهِ تو گر بمه رسد دود | در خاک مرا کجا کند سود

تا جان ز تنم عنان نتابد | مشمار که دل خلاص یابد

خر کے رهد ار چه گشت نالان | تا سر ننهد بزیر پالان

هر چند ز بختِ خود بجانم | هر جور که بینم از تو دانم

دامن که ز کهنگی بجنبد | تهمت بزبانِ خار بندد

عشقت ز دلم که سر بخون برد | آزارِ فلک همه برون برد

سوزن که ز پا برون کشد خار | باهم سرِ خود شود بپیکار

ما نطعِ حیات در نوشتیم | تو دیر بزی که ما گذشتیم

---

[1] بہان اے بگذار ۱۲ شس

حاضر شدن مجنون در غیبت لیلی و بحضور خیال بحضور آمدن و سرِ حسرت گفتن و دست بر دست زدن

گوینده چنین فگند بنیاد ق
کان لحظه کز آن غریبِ ناشاد

معشوقِ عزیز روے بنهفت
آن کشته بخوابِ بیخودی خفت

از زندگیش نبود اساسے
تا از شبِ تیره رفت پاسے

باز آمد چون رسیده راہوش
اُفتاد درونه باز در جوش

آن سایۂ آفتاب گشته
رو شسته بخونِ آب گشته

غلطید بخاک چون گیاہے
میزد بہلاک دست و پاے

میکند بصد شکنجه جانے
میزد بہزار غم فغانے

کوبے که بہولِ جان خورد مُرد
بر بسترِ ایمنی کشد درد

نے مرده نه زنده بود تا روز
چون نم زن مشعلِ جگر سوز

چون مرغِ سحر شد ارغنون ساز
از موذنِ کو برآمد آواز

شد پردۂ ظلمت از ہوا دور
رُو شست جہان بچشمۂ نور

آن خانه فروش کیسه پرداز
آمد قدرے بخویشتن باز

افتان خیزان بجاے برخاست
بکشاد دو دیده در چپ و راست

میگشت ولے خراش خوردن
چون خسته دورباش خوردن

زاں زخم کہ بر جگر رسیدش — خوں از رہِ دیدہ می دویدش

لختے چو ز بیدلی فغاں کرد — آہنگ نشیدِ عاشقاں کرد

از ناوکِ سینہ سنگ می سفت — وین زمزمۂ فراق می گفت

آہ کردنِ مجنوں از درونۂ پرسوز و غزلِ دود اندود از دودکشِ دہان بیروں دادن

غزل

ما ہیچکسانِ کوئے یاریم — ما سوختگانِ خام کاریم

جانے نہ و با خضر ہم آبیم — نورے نہ و یارِ آفتابیم

چوں گل بخوشی بخندہ کوشیم — ہر چند لباسِ ژندہ[1] پوشیم

گر از خز و پرنیاں گدائیم — در زیرِ گلیم پادشائیم

جامہ ز پلاس پارہ دوزیم — خانہ ز پئے نظارہ سوزیم

بے منتِ تاج سرفرازیم — بے زحمتِ دوست عشقبازیم

با شیر و گوزن ہمعنانیم — با زاغ و زغن ہم آشیانیم

در سایۂ بوم جائے روبیم — بر نغمۂ چغد پائے کوبیم

بے عشرہ[2] تر از دہِ خرابیم — بے آب تر از بطِ شرابیم

گنجیست غم اندرونِ سینہ — مار است کلیدِ آں خزینہ

[1] ژندہ دلق ۱۲ اشس [2] محصول (چنگی وغیرہ) ۱۲ اشس

دل خسته و گریه خونِ ناب است — هان گر هوس مئے و کباب است

یارب چه خوش ست نالهٔ زار — خاصه ز درونہاے افگار

اے آمده و گذشته ناگاه — بختم ز تو ماند دست کوتاه

تا در تنِ من نشانِ جان بود — مهرم ز دلِ تو برکران بود

از حالِ من انکه آمدت یاد — کافگنده غمم خلل به بنیاد

بیمار که کوچ کرد جانش — چه سود گلاب و نار[1] دانش

تا خوانده رسیدن اینچه سازست — تا گفته گذشتن اینچه نازست

گیرم نکنی شکر فشانے — کم زانکه ببینمت زمانے

جانم ز فراق برلب آمد — می آئی و یا برون خرامد

جز نیم دلے نماند حالی — باز آئے که خانه گشت خالی

تنگ آمده ام ز جانِ بدخوئے — بیگانه چه میکند درین کوئے

گفتی که صبور شو بدوری — دوری ز تو وانگہے صبوری

بنمائے رخ چو یاسمینم — بنواز بشربتِ[2] پسینم

عشقِ تو مفرحِ جہان ست — دین سوخته را ہلاکِ جان ست

خیزم ز تو من دلم نخیزد — کس نیست که خونِ من بریزد

گر جور کنی وگر کنی ناز — اینک من و دل بهر دو دمساز

[1] نار دان انار دانه ۱۲ ش [2] شربت پسین شربت مرگ ۱۲ ش

تیغم بزن آستاں بکن پاک — بگذار کہ بر درت شوم خاک

گر خود بتلطفم دہی دست — یا خود بعقوبتم کنی پست

دل بر نکنم ز آشنائی — عمداً نکنم خلافِ رائی

ہر چند کہ آں رخِ دل آمیز — بنشاند مرا بر آتشِ تیز

از بندگیٔ چناں جمالے — آزاد نہ ام بہیچ حالے

گنجینۂ عشق شد وجودم — بے عشق مباد تار و پودم

آسودہ مباد جانم آنروز — کز دولتِ غمت نباشدم سوز

دل رفت کہ با غمت بر آید — تا زیں دو کدام بر سر آید

گیرم خوش و شادماں تواں زیست — ہیہات کہ بے تو چوں تواں زیست

بینم چو ترا بجانِ پر شوق — خود را بکنار گیرم از ذوق

چوں[1] باشد رغبتِ کنارم — خود طاقتِ دیدنت ندارم

تا نامِ تو بر زباں نیاید — در قالبِ مردہ جاں نیاید

بندے بسر زباں ندارم — کیں دل کند و من آں ندارم

پوشیدنِ غم ز من نخیزد — ہر چیز کہ پر بود بریزد

زیں بیش مطلب ز من کفایت — کز دست بروں شد ایں ولایت

پندار چہ صلاحِ کار مردست — بر دل شدگانِ عشق دردست

[1] چوں یعنی چہ گونہ ۱۲ حسرت

زان سینه که عشق مجلس آراست — اندیشهٔ نام و ننگ برخاست

اشکی که بعشق گرم پوید — از دل رقم صلاح شوید

پولاد که سنگ را اکند خورد — زان شیشه درست چون توان برد

عشق اول کار دلنوازیست — چون تافت عنان سخن ز راز دست

طوفان که سخن به ابر گوید — اول کف پای خلق شوید

چرخم زده دیده خون روان کرد — با چرخ ستیزه چون توان کرد

فریاد که جان زغم زبون شد — وز رخنهٔ دیده دل برون شد

این تن که خمیده بود شکست — وآن دل که نداشتم شد از دست

سیلاب بلا برآمد از فرق — کشتیم چه سود چون شدم غرق

این آه سحر که میزنم نرم — بازار رحیل میکنم گرم

بر سوز دلم که رستخیزیست — انگشت منه که شعله تیزیست

من بی تو بدین سیاه روئی — بی من تو چگونه نکوئی

ای غنچهٔ تنگ خوی چونی — ای دشمن دوست روی چونی

چشم سیهت بناز چون است — خوابت بشب دراز چون است

در خون که میشوی سبک خیز — بر جان که میزنی مژه تیز

از دست که باده می ستانی — در بزم که جرعه می فشانی

گشتم بدرت چو خاک ناچیز — یک جرعه بریز بر سرم نیز

یارے کہ بمہر دلنواز ست — ناگفتہ بداند انچہ راز ست

بخشندہ کہ آستین کشاید — ناخواستہ بخشد انچہ باید

گُل بر نارسیدہ گستاخ — چوں پختہ شود خود افتد از شاخ

بس وعدہ کہ داد بخت بدرام[1] — کت از مے وصل خوش کنم کام

آمد بمن آں شرابِ گلرنگ — لیکن چو فتاد شیشہ بر سنگ

از روئے تو ہر چہ دید جانم — بر روئے تو گفت چوں توانم

ہر قطرہ خوں بریں رُخِ زرد — پندار کہ چشمہ ایست از درد

از دیدہ رود چو جوئے خونم — شیراں نکشند بوئے خونم

از شعلہ آہ در دہانم — پُر آبلہ ہیں ہمہ زبانم

مارا باماں گر از تو رہ نیست — تو غمزہ زنی ترا گنہ نیست

سیاف[2] کہ خوں بعنف ریزد — رحمت بدلش چگونہ خیزد

شادم برخت کہ غم کند کم — پیشِ چو توئی وانگہے غم

ور غم رسد از تو نیز شادم — ایں شادی و غم ہمیشہ بادم

مہرِ تو در استخوانِ من باد — دردِ تو دوائے جانِ من باد

مجنوں چو دید یارِ دل انگیز — از سینہ بروں زد آتشِ تیز

کوہ از جگرش بجوش درآمد — فریاد ز وحشیاں برآمد

[1] سرکش و آراستہ (برہان) ۱۲ حسرت [2] سیاف جلاد عنف درشتی ۱۲ ش

هر روز بدیں نیازمندی
میگشت به پستی و بلندی

شب تا سحر و ز صبح تا شام
یک لحظه دلش نکردے آرام

در دل غم دوست داشت تا مُرد
واں لحظه که مرد با خودش بُرد

روزے که زمانِ عمر درگشت
جاں بر سرِ دل نهاد و بگذشت

خرامش کردن لیلی با سروقدانِ همسایه سوئے بوستان و شناختن آں آزاده نوبراں را و زبانِ سوسن کشیدن و غزلے جگر اندوز از اندازہائے مجنوں به آواز نرم رواں کردن و بر دل لیلی زدن و کاری آمدن و بازجست کردنِ لیلی طبرگی بلبل خارنشینِ خود را و آزمودن آں راوی تعطش لیلی را سوئے خوتابه مجنوں و مرگ مجنوں غلبه کردن و سوخته شدنِ لیلی و بگرمی در خانه باز آمدن و به تبِ دق اجل گرفتار شدن

گوینده ایں حدیثِ زیبا
زیں گونه نگاشت روئے دیبا

کاں زهره شب نشینِ بے خواب
چوں در غم دوست باذ بیتاب

چوں غمزدگاں بدردمی بود | با نالۂ و آہ سرد می بود
ہر گریہ کہ کرد موجِ خوں ریخت | ہر دم کہ زد آتشے بروں ریخت
با سایۂ غمِ دراز می گفت | در پیشِ خیال راز می گفت
ہر چوب ز ہجر ہائے دردش | زرچوبہ[1] شدہ ز رنگِ زردش
ہر روزن و درزِ جلوہ گاہش | تاریک شدہ ز دودِ آہش
ہر غمزہ کہ زد ز چشمِ بد کیش | خوں ریخت وے[2] ز دیدۂ خویش
چشمے کہ بگریہ ریش میکرد | زاں بادہ خمار بیش میکرد
بے وسمہ کمانِ ابروانش | بے سرمہ دو چشمِ ناتوانش
از داغِ غمش درونہ خستہ | داغِ کلفش[3] برخ نشستہ
کلفش کہ سیاہ فام کردہ | نسبت بمہش تمام کردہ
نے کلفہ کہ سایہ بد بمہتاب | نے نے غلطم کہ سایہ بر آب
غلطاں ہمہ شب چو صد سال | پہلو پہلو چو قرعۂ فال
خالی شدہ از جلا جمالش | معزول شدہ ز جلوہ خالش
از کوفتنِ رخِ جمیلش | بر رخ بدل[4] سپیدہ نیلش
زاں روئے کہ داد چرخ را نور | با آں ہمہ نیل چشمِ بد دور
مقنع چو درونہ چاک گشتہ | گلگونہ فتادہ خاک گشتہ

[illegible]

[illegible]

[1] زرچوب ہلدی ۱۲ ش [2] اے چشمِ گریاں ۱۲ حسرت
[3] کلف تیرگی یعنی جھائیں ۱۲ ش [4] بدل، بدلہ عوض ۱۲ ش

پیرایهٔ زر چو سنگ مانده ‎ ‎ آئینهٔ چین بزنگ مانده

گشته خم طرهٔ چو شمشاد ‎ ‎ از زخم زبان شانه آزاد

بیچوپش زگفت وگوے خویشان ‎ ‎ وز طعنه چو زلف خود پریشان

غم را بدرونه بند میکرد ‎ ‎ دل بر سر غم سپند میکرد

غم گرچه بگفت دردناکست ‎ ‎ در سینه گره زدن هلاکست

دل دوختن غم ارچه خونست ‎ ‎ لب دوختن آفت زبونست

گردد چو تنور بسته سرگرم ‎ ‎ پولاد درشت ر کند نرم

دیگے که درونه شد بجوشش ‎ ‎ کف بر دهن آید از خروشش

دشنه بجگر فرو توان خورد ‎ ‎ سخت ست فرو خوردن درد

آنرا که بود بسینه جانے ‎ ‎ خیزد ز جراحتش فغانے

مرده است که بے خروش باشد ‎ ‎ نشتر خورد و خموش باشد

از گوشت تهی کنند خوان را ‎ ‎ خوردن که تواند استخوان را

بیم ار نبود ز آخرین خواب ‎ ‎ در دل چه سنان چه قطرهٔ آب

دل سوخته چون کند نهان راز ‎ ‎ کش می ببرد اشک غماز

آن خم که درون بود زلالش ‎ ‎ بیرون گذرد نم از سفالش

گردم نزند لبش ز بیداد ‎ ‎ رخسار سخن کند بفریاد

بیرون محک درونه باشد ‎ ‎ عنوان زغرض نمونه باشد

مشک ار چه بود به پوست خویش ——— بویش خبر آورد از درونش
کانونِ[1] تو شد چو آتش اندود ——— همسایهٔ تو بگریہ از دود
آں کبکِ قفس نشینِ محبوس ——— بے جلوه چو پر شکسته طاؤس
از بندِ قفس چو آمدی تنگ ——— کردے بطوافِ وادی آہنگ
بر پشتِ جمازهٔ سبک خیز ——— از حجرهٔ غم بروں شدے تیز
با چند پری وشِ بہشتی ——— راندے بسرابِ دشت کشتی
گفتے غمے از شکسته حالی ——— کردے بسخن درونه خالی
لختے زہراسِ نقش بیناں ——— درگوشه شدی زہم نشیناں
با سبزه زدوست راز گفتے ——— با سرو غمِ دراز گفتے
ہر مرغ که در ہوا پریدے ——— مقنع زنواش کم دریدے
شب چوں سوئے خانه باز گشتے ——— بازش غمِ دل دراز گشتے
چوں شمع زغم فسرده میبود ——— شب سوخته روز مرده میبود
روزے زغم اندراں زبونی ——— تنگ آمد از اندُہِ درونی
از کنج سرائے آتش اندود ——— سرگشته بروں شتافت چوں دود
خوباں که بُدند ہم نشینش ——— گشتند ہمرہی قرینش
رفتند ہم بسے جمیله ——— در نخلستانِ آں قبیله

---

[1] کانون آتشدان (غیاث) ۱۲ حسرت

گہ بر رخِ یاسمین خمیدند ‏ ‏ گہ در تہ شاخ گل خزیدند

ہر شاخ گلے شگوفہ پر درد ‏ ‏ لیلی بمیانہ چوں گلِ زرد

ہر غنچہ کشادہ لب بخندہ ‏ ‏ لیلی چو بنفشہ سر فگندہ

ہر لالہ ببوئے مشک گشتہ ‏ ‏ لیلی چو نہالِ خشک گشتہ

ہر بت رطبے ز بار می خورد ‏ ‏ لیلی ز زمانہ خار می خورد

ہر سرو ز جوی جامہ میرست ‏ ‏ لیلی ز سرشک جامہ می شست

ہر کبکِ رواں بناز مائل ‏ ‏ لیلی چو تذروِ نیم بسمل

لختے چو در آں بساطِ گلروئے ‏ ‏ ق ‏ ‏ گشتند میانِ سبزہ و جوئے

از گرمیٔ آفتابِ سوزاں ‏ ‏ در سایہ شدند نیم روزاں

در انجمنے کہ رشکِ مہ بود ‏ ‏ یک سایہ و آفتاب دہ بود

شخصے ز موافقانِ مجنوں ‏ ‏ صافی گہرے چو دُرِّ مکنوں

از سوزِ رفیق سینہ پر داغ ‏ ‏ میگشت بجلوہ گاہِ آں باغ

بشناخت کہ آں بتاں کہ اند ‏ ‏ ہر یک بچہ نسبت و چہ نامند

در حلقۂ شاں نمود میلے ‏ ‏ شد در پے آزمونِ[۱] لیلے

کاں بادہ کہ کرد قیس را مست ‏ ‏ در لیلی ازاں سرایتے ہست

در گلشنِ آں بہارِ خنداں ‏ ‏ برداشت نوائے دردمنداں

---

[۱] آزمون آزمائش ۱۲ ش

سوزاں غزلے زقیں دلکش — میگفت چو شعلہائے آتش
زاں زمزمۂ جراحت انگیز — میزد بجگر زبانۂ تیز
خوباں کہ نوائے او شنیدند — در پردۂ جامہ جاں دریدند
زاں نغمہ شدند دور از آرام — چوں آہوئے ہند و اشتر شام
معشوقہ چو نام یار بشنید — واں نالۂ جاں فگار بشنید
شوریدہ ز جائے خویش برخاست — ستر ادبش ز پیش برخاست
در پیش غزل سرائے شد زود — رخسارہ بہ پشتِ پائے او سود
گفت از سر گریہ اے نکو روئی — بیگانہ نما و آشنا خوئی
دانم کہ بدیں دمِ نفس زندے — داری خبرے ز دردمندے
زیں نو غزلے کہ کردی آغاز — نو گشت مرا غمِ کہن باز
زاں غمزدہ کیں ترانہ رانی[1] — مارا خبرے دہ ار توانی
کز دستِ دلِ ستم رسیدہ — چون ست میانِ خونِ دیدہ
منزل بکدام غار دارد — بستر بکدام خار دارد
ہم خانۂ او کدام مور ست — ہمخوابۂ او کدام گور ست
سینہ بکدام داغ دادہ ست — دیدہ بکدام زاغ دادہ ست
بالاش بغارِ تنگ چون ست — پہلوش بر روئے سنگ چون ست

[1] ترانہ رانی یعنی می سرائی ۱۲ ش

با کیست بروز تیره رازش ــ چوں میگذرد شب درازش

دارد بدگر خیال میلے ــ یا ہم بخیال روئے لیلے

بشنید چو آں سخن خردمند ــ بکشاد بآزمون دمے چند

گفت اے ز وفا سرشته جانت ــ قاصر ز حدیث دل زبانت

آں یار که بہر اوست ایں گفت ــ دل زانده او ببایدت سفت

کز تو شده بود دور و مہجور ــ دور از تو ز خویش نیز شد دور

دل را بتو داده بود آزاد ــ جاں نیز به بیدلی ترا داد

تا زیست نظر ببوئے تو داشت ــ چوں مرد ہم آرزوئے تو داشت

زاں ره چو گذشت بے حجابت ــ ہمره نشدش مگر خیالت

چوں با تو نگشت دوش با دوش ــ با خاک سیاه شد ہم آغوش

ہمخوابهٔ عشق نازنین ست ــ ہمخوابه[1] رائگاں زمین ست

بگرفت بخوابگه قرارے ــ وز بیخوابی برست بارے

ہست از تو بخواب نیز بیتاب ــ می بیند خوابت[2] اندراں خواب

آنرا که برآمد از غمت ہوش ــ ہاں تا نکنی ز دل فراموش

لیلی چو شنید ایں سخن را ــ درخاک فگند سرو تن را

میزد سر و پائے دوست بر خاک ــ چوں مرغ بریده سر بتاپاک

---

[1] یعنی چیزے که بیکار باشد پیوند خاک میشود ۱۲ حسرت

[2] در خفتن ہم خواب توی بیند ۱۲ ش

گوینده نادرست پیمان — از گفتهٔ خویش شد پشیمان

چندان که نموده استواری — پیوسته نگشت زخم کاری

رخنه که بدل شد و جگر هم — انباشته کی بود بمرهم

در تن چو رگِ حیات بگسست — از حیله کجا گره توان بست

خوبانِ دگر که حال دیدند — از هر طرفی فرا دویدند

شوریده ز خاک برگرفتند — فریاد و نفیر درگرفتند

بیخویشتنش بخانه بردند — زانگونه بمادرش سپردند

شد پیرزنِ جگر دریده — زان تیره نفس نفس بریده

افتاد برو چو خس بر آبی — یا بر سرِ آتشی کبابی

نتوان ز جگر برید پیوند — دیدن نتوان خراشِ فرزند

صفتِ برگ ریزِ وداد[1] و بادِ خزان و از سببِ صدماتِ حوادثِ دوران سر نهادن سروِ لیلی در خاک و بے بالش ماندن

آمد چو خزان بغارتِ باغ — بنشست بجائے بلبلان زاغ

رخسارهٔ لاله پرز چین گشت — آئینهٔ آب آهنین گشت

هر غنچه که جلوه کرد گستاخ — در ریختن آمد از سرِ شاخ

[1] تنگ و دو ۱۲ حسرت

پُر برگ شده زمینِ گلزار — چوں مجلسِ مُکرماں[1] زونہار
ریزاں گل و لالہ شست و دست — مالیدہ چنار دست بر دست
ہر سوئے برہنہ گلستانے — چوں راہ فتادہ[2] کاروانے
ز آسیبِ طپانچہائے صرصر — غلطاں بزمیں شگوفۂ تر
منقارِ کلاغ بر سرِ گل — مقراض شدہ بپرِّ بلبل
خفتہ علمِ شگوفہ بر خاک — عباس شدہ درختِ[3] ضحّاک
شیرازۂ گل گرہ کشادہ — ہر سو ورقے بروں فتادہ
ماندہ ہمہ غنچہائے خوشبوئے — از خندۂ شکّریں ترش روئے
برگے کہ ز باد شد گریزاں — ہر گوشہ دواں فتان و خیزاں
نرگس کہ بخواب چشم بستہ — از بانگ زغن زخواب جستہ
سوسن ز غبارِ سینہ پر خار — کآزادہ و باخساں سروکار
رخسارۂ یاسمیں زمیں سائے — پیمانۂ لالہ بادپیمائے
در زلزلہ سروِ راست خانہ — چوں مردمِ راست در زمانہ
گیسوئے بنفشہ خاک بوساں — چوں زلفِ خمیدۂ عروساں
نسریں بلبِ زمانہ خوردن — وز شاخ ببستہ زیانہ خوردن
درہم شدہ جعدِ سنبل از باد — شانہ طلب از درختِ شمشاد

۱؎ صاحبان اکرام ۱۲ حسرت ۲؎ غارت شدہ وراہ زدہ ۱۲ حسرت ۳؎ یعنی درختے کہ از شگفتگی گلہا بسیار خندہ زن بود از اثر خزاں بسیار عبوس و پژمردہ گشت ۱۲ حسرت

تا گہ بچنیں شگوفہ ریزے — افتادہ گلے بر ستیزے

لیلی کہ بہار عالمے بود — از چشمۂ زندگی نمے بود

آتش زدہ گشت نوبہارش — وز آب برفتہ چشمہ سارش

آں ریش کہن کہ در جگر داشت — جاں برد کہ سوئے جاں گذر داشت

آں دل کہ شدش بعشق پامال — جاں نیز رواں شدش بدنبال

آمیخت بسر و نوجوانش — بیماری جسم ناتوانش

شعلہ ز تنش چناں برآمد — کش دود ز استخواں برآمد

پہلو بکنار بستر آورد — سر بوشش اجل بسر در آورد

گشتش تن گوہریں سفالیں — وز بستر رنج ساخت بالیں

چشمش کہ ہمی بخواب در گشت — در بند غنودن دگر گشت

در آتش تپ فتادہ نعلش — یاقوت کبود گشتہ لعلش

گشتش خوے تپ رواں بتعجیل — ہم وسمہ ز روئے شست و ہم نیل

گیسو ز شکنج ناز ماندش — نرگس ز کرشمہ باز ماندش

شد تیرہ جمال صبح تابش — وافتادہ بزردی آفتابش

تپ لرزہ بسوخت روئے چوں باغ — تبخالہ نہاد بر لبش داغ

ہم رنج تن و ہم اندہ یار — یک جاں بدو غم شدہ گرفتار

در تلوسہ چنیں جگر سوز — میدید عقوبتے دو سہ روز

چون شد گہ آنکہ مرغِ دمساز | از بندِ قفس شود بپرواز
زان شعلہ کہ زد بجانش آذر | بکشاد جریدہ پیشِ مادر
کاے دردِ من اندہ نہانت | واندیشۂ من خراشِ جانت
زین غم کہ برائے من کشیدی | آزردہ شدی و رنج دیدی
ناچار چو خونم از تنِ تست | بارِ دلِ من بگردنِ تست
رنجے کہ نہند بر نہادم | لابد تو کشی کہ از تو زادم
کارے کہ مرا بود بصورت | آن کار ترا فتد ضرورت
در خوشہ فتد چو آتشِ تیز | از سوے تنہ را چہ جائے پرہیز
ہرگہ کہ جگر خراش گیرد | قالب چہ کند کہ گر نمیرد
تیمارِ مرا کہ پے فشردی | زحمت ز قیاس بیش بردی
وقت ست کنون کہ خیزم از پیش | زایل کنم از تو زحمتِ خویش
عذرت بکدام روے خواہم | مزدت مگر از خدائے خواہم
چشمت پس ازین نمے مبیناد | بعد از غمِ من غمے مبیناد
بردار ز بسترِ بلا کم | وز آبِ دو دیدہ شوئے پاکم
از آتشِ سینہ سوز عودم | وز بوئے جگر رسان درودم
خونریز بروئے مشک بویم | تا غازہ تر شود بر ویم
گل زن بجبین بروئے خویشم | کافور فشان ز موئے خویشم

چون از پئے مرقدم نہانی (ق) پوشی بلباسِ[1] آن جہانی

از دامنِ چاکِ یارِ دلسوز یکپان ببیار و برکفن دوز

تا باخود از آن مصاحبِ پاک پیوند دِ وفا برم تہِ خاک

چون نوبتِ آن شود کہ از تخت لیلی بجنازہ بر نہد رخت

کم کن قدرے رقیبِ ما را وآوازہ دہ آن غریبِ ما را

کاید چو شہان دریں عروسی لب ساز کند بنقرِ قوسی

در جلوہ من کند نظارہ وز سینہ برآورد حرارہ

از رخ بزمیں شود زر افشاں وز گریۂ تلخ شکّر افشاں

رنگیں کند از جگر قبا را خونیں کند از نفس ہوا را

قاری شود از نفیرِ دلدوز مطرب شود از ترانۂ سوز

از گریہ رواں کند سرودے وز نالہ برآورد سرودے

او نغمۂ غم زند بماتم من رقص کناں بروں خرامم

آید قدرے چو مہربانان تا حجرۂ خوابگاہِ جانان

وانگہ بوفا چنانکہ داند ہمخوابہ شود اگر تواند

در زندگی ار نبود کارے در خاک بہم بویم بارے

گو آنچہ کہ گفتی ار یقین ست بشتاب کہ وقتِ آن ہمین ست

[1] لباس آنجہانی کفن باشد ۱۲ حسرت

اینک رخ اگر جمال خواہی — وانیک من اگر وصال خواہی

شورے زد و کالبد برانگیز — تن با تن و جاں بجاں درآمیز

رنج دو جراحت اندکے کن — خونِ دو شہید را یکے کن

گرہ از دمِ سرد سرد م اے دوست — خوں سرد نشد ہنوز در پوست

با گرمیٔ خونم آر در بر — پیوند بہ خونِ گرم بہتر

در دل نشود کہ برمن آئی — چوں جاں بدریچۂ تن آئی

گیری کمِ[1] دوست چوں گراں — جاں دوستر بود ز جاناں

از مردمئ تو بر نگردم — زانروئے کہ در وفات[2] مردم

ہر کس پئے زندگاں گزینند — کس روئے گذشتگاں نہ بینند

یا آنکہ کنند نالہ و شور — نتواں پسِ مردہ رفت در گور

با ایں ہمہ من بمنزلِ خویش — خالی نکنم ز توگلِ خویش

چوں خاک شود وجودِ پاکم — بر باد دہد زمانہ خاکم

با بادِ صبا غبار گردم — گردِ سرِ کوئے یار گردم

گویند کہ گرد باد در دشت — جانیست زتن رمیدہ در دشت

من نیز بجاں دہم کشادے — گردم بسرت چو گرد بادے

لیکن چو تو آنکسی کہ با دوست — ہمخوابہ جاں شوی بیک پوست

---

[1] ترک ونقصان ۱۲ حسرت [2] اے در وفائے تو ۱۲ حسرت

عمریست که جانِ تو بغم بود ــ در جُستنِ همرهِ عدم بود

بشتاب که سوئے آں خرابی ــ همراهِ دگر چو من نیابی

همره چه بود که جانِ چوں نوش ــ همخوابه و همدم و هم آغوش

آں راهِ دراز گاه و بیگاه ــ زافسانهٔ غم کنیم کوتاه

چنداں ز تو انتظار بردم ــ کاندر رهِ انتظار مُردم

وامروز که گشت جاں سبکپائے ــ من مردهٔ و انتظار بر جائے

دوری منمائے بیش ازینم ــ کز کتمِ عدم رُخِ تو بینم

منشیں که بساط در نوشتم ــ تو زود بیا که من گذشتم

گفت این سخن و زحال درگشت ــ و ز حالتِ خویش بے خبر گشت

جانش که میانِ موجِ خوں رفت ــ مجنوں گویاں ز تن بروں رفت

او رفت ز دهرِ عمر فرسائے ــ واں کیست که خواست ماند بر جائے

هیچ است جهانِ پیچ در پیچ ــ دانندهٔ نظر نکرد در هیچ

رنگیں منگر گیاه این کشت ــ کاوّل سمن است و آخر انگشت

همسایهٔ مرگ شد حیاتش ــ همشیرهٔ زهر شد نباتش

هر سرو و گلے که رویداز خاک ــ فردا همه هیزم است و خاشاک

اے آنکه چو غافلاں بخوابی ــ تا دل ننهی بریں خرابی

هاں تا نخوری فریبِ ایّام ــ کانگه بردت که دادت آرام

این برشده گنبدِ مدور ‌ دارد دو در ار چه هست بی در

هرگز دو درش برون نشسته است ‌ از ششدرهٔ زمانه رسته است

چون لیلی را ازین هفت پرگار ‌ در ششدره گشت مهره مردار

جانی که گرفت راه در پیش ‌ جز عشق نبرد توشه با خویش

زین خانه که رخنه گاهِ دزد است ‌ زادی که بری همانت مزد است

چون رفتنی ایم ازین گذرگاه ‌ آن به که بریم توشهٔ راه

یا رب چو بری ازین سوادم ‌ ز ایمانِ درست بخش زادم

زین مرحله نیست همره هم کس ‌ جز بدرقهٔ عطای تو بس

خبر یافتن مجنون دردمند از بیماریِ لیلی و از حلقهٔ سگانِ بیابان زنجیر گسستن و بحلقه زدنِ درِ لیلی در آمدن و از پیش جنازهٔ لیلی در حلق رحیل دیدن و نثارِ شاهانه از دیده ریختن و بمصاحبتِ محفّهٔ عروسِ خود سوی شبستانِ لحد بر عزمِ خلوتِ صحبت روان شدن

خوانندهٔ این خطِ کهن سال ‌ زین گونه نمود صورتِ حال

کان بت چو ازین سرای غم رفت ‌ با همرهِ عشق در عدم رفت

مادر چو بدید حالِ لیلی ‌ برداشت بنوحه وای و یلی

آہے ز جگر چنان بر آورد　　کاختر ز دمش فغان بر آورد
افتاد ز غم چو خاک بر رہ　　وز درد فگند خاک بر سر
از کندن موہاے پر نور　　میریخت بجسم مُردہ کافور
پر کالۂ تر ز روے می کند　　وز بہرِ سرشک تحفہ می کند
سر میزد و رُخ خراب میکرد　　ناخن بحنا خضاب میکرد
زان مشغلہ کش بروے میرفت　　خونابہ برخ بجوے میرفت
خویشان ہم آمدند دلتنگ　　رخسارہ ز خونِ دیدہ گلرنگ
کردند بدرد پیرہن چاک　　دستارِ شرف زدند بر خاک
مجنون ز خبر بروفادار　　آگہ شدہ بُد ز زحمت یار
آزردہ دل و جگر دریدہ　　بر در بعیادتش رسیدہ
کامد ز درون در نفیرے　　وز خانہ پدید شد سریرے
لیلے گویان برادر و خویش　　ایشان ز پس و جنازہ در پیش
بردند برون جنازۂ ماہ　　برخاست فغان ز کوچہ و راہ
یکجا شدہ مرد و زن فراہم　　پروین و بناتِ نعش باہم
عاشق کہ نظارہ چنان دید　　برداشت قدم کہ ہمعنان دید
در پیشِ جنازہ رفت خندان　　نے درد و نہ داغ دردمندان
از دیدہ رہِ جنازہ میرفت　　می گفت سرود و پاے میکوفت

نظم از سر وجد و حال میخواند | خوش خوش غزلِ وصال میخواند

کالمنة لله از چنیں روز | کز هجر برست جانِ پرسوز

در بزمِ وصال خوش نشستیم | وز دردِ فراق باز رستیم

در گل نه ازیں سفال[1] سائیم | بل غالیهٔ وصال سائیم

وصلے که درو ز قربِ جانی | نے گنجد جاں نه زندگانی

بے منتِ خلق چاره سازیم | بے طعنهٔ خلق عشق بازیم

ق

سروے که کشیده داشت بالیں | از صحبتِ ایں تنِ سفالیں

وقتست که خانه سازد اکنوں | ریحانِ وے از سفالِ مجنوں

بے منت دیده روئے بینیم | بے زحمتِ لعل بوسه چینیم

آں دست که از جہاں بداریم | در گردنِ یکدگر در آریم

ہنجا نه شویم موئے در موئے | ہمخوابه شویم روئے بر روئے

زیں خوابِ دراز بے ملامت | سر بر نکنیم تا قیامت

پوید ببرزخ[2] سینه پاک با پاک | مانند بخطیرهٔ[3] خاک با خاک

باید لحدے به تنگی آراست | تا ہر دو جسد یکے شود راست

گر فرجهٔ خاک تنگ بایست | بستانِ عدم فراخ سایه است

نبود منِ خسته را دریں شور | خلوت کدهٔ نکوتر از گور

---

[1] سفال اے جسم خاکی ۱۲ حسرت [2] اسے عالم برزخ ۱۲ حسرت
[3] حظیره بظائے معجمه مقبره ۱۲ اش

نے از شغبِ مزاحماں جوش — نے بانگِ رقیب در بنا گوش

نے عربدۂ فسردہ[1] جاناں — نے سنگِ ملامتِ گراناں

نے بینشِ دیدیاں بافسوس — نے دیدہ کشی ز چشمِ جاسوس

افتادہ دو یارِ داغ دیدہ — وز غم باجلِ فراغ دیدہ

اے کامدۂ بطعنِ مجنوں — مردست خوانم گر آئی اکنوں

وے دشمنِ خندہ زن ز حدبیش — میخند کنوں ولیک بر خویش

وے دوست کت اشک در روانیست — نگری بغمے کہ شادمانیست

چندانکہ ز بہرِ من زنی وائے — در نوحۂ لیلی اندر افزائے

ہر گریہ کہ بہرِ من کنی ساز — موجِ گہرش بلیلی انداز

موئے کہ کنی بموئیہ[2] من — بر پا دِ کمندِ زلفِ او کن

در ماتمِ او بسر کنی خاک — از شارعِ آں جنازہ کن پاک

بر من چو دعا دمی دریں دم — نے بر سوئے من کہ سوئے او دم

عفوے کہ بخواہیم ز درگاہ[3] — نے از پئے من کہ بہرِ او خواہ

در توشۂ من گہ نمک بیز — از چاشنیٔ غمش نمک ریز

حلوا کہ فرستیم بیاپے — نامِ لبِ او نویس بر وے

زاں بوسہ بخاکش از حد افزوں — گو کیش[4] بر ساں بروحِ مجنوں

---

[1] فسردہ جاناں اسے گراں جاناں ۱۲ حسرت [2] مویہ گریہ و نوحہ (برہان) ۱۲ حسرت
[3] اسے از درگاہِ الٰہی ۱۲ حسرت [4] اسے بخاک گو ۱۲ حسرت

ره ارچه قیامتست سویش
وردم ز دستی رسم بکویش

زین پا چه راه رانیابم
جان پائی کنم بروشتابم

ای جانِ عزیز دل مینداز
کانجانِ عزیز یافتم باز

زینسان همه ره ترانه میزد
رقصِ خوشِ عاشقانه میزد

آنرا که درونه زنده وش بود
زین زمزمهٔ فراق خوش بود

وانکس که نداشت لذّتِ درد
درگریهٔ زار خنده میکرد

خلقی بگمان که مردِ بیهوش
از بیخودی آمده است درجوش

وین در دلِ کس نه کو بصد خواست
افسانهٔ گفته را کند راست

میرفت بدان ترنّم و تاب
تا خوابگهِ نگارِ خوش خواب

چون شدگهِ آنکه دورِ افلاک
در خاک نهد ودیعتِ خاک

گریان جگرِ زمین کشادند
وان کانِ نمک درو نهادند

مجنون ز میانِ انجمن جست
وافتاد بدخمه[1] لحد پست

بگرفت عروس را در آغوش
رو داشت بروی و دوش بر دوش

دو اخترِ سعد را بپاکی
افتاده قران به برجِ[2] خاکی

خویشانِ صنم ز شرمِ آن کار
جستند بغیرت اندران غار

تا سازکنند خشم و خونریز
برگشته زنند خنجرِ تیز

[1] دخمه بروزن زخمه سردابهٔ مردگان باشد (برہان) ۱۲ حسرت

[2] ثور و سنبله وجدی اینجا مراد قبر ۱۲ حسرت

چوں دست بہ پنجہ در زدندش ‏ پیچاک[1] غضب بسر زدندش

او را سر پنجہ بے خبر بود ‏ پیچش شکنجۂ دگر بود

باہم شدہ بود پوست با پوست ‏ پرواز نمودہ دوست با دوست

کردند بجنبش آزمونش ‏ از جاں رمقے نداشت خونش

بازو کہ حمایلِ صنم گشت ‏ از ہم نکشادیش کہ خم گشت

افتاد بمغز شاں غبارے ‏ کز یار جدا کنند یارے

پیرے دو سہ از بزرگواراں ‏ گفتند بچشم سیل باراں

کیں کار نہ شہوتِ ہوائیست ‏ سِرّے ز خزینۂ خدائیست

ورنہ بہوس کسے نہ جوید ‏ کز جانِ عزیز دست شوید

خوش وقت کسے کہ از دلِ پاک ‏ در راہِ وفا چنیں شود خاک

وصل ارچہ باہلِ دل وبالست ‏ وصلے کہ چنیں بود حلالست

نفسے کہ نباشدش ہوا رام ‏ رامش ز کجا شود دد و دام

گر عاشقی ایں مقام دارد ‏ تقویٰ بجہاں چہ نام دارد

تا ہر دو نہ در مغاک[2] بودند ‏ ز آلایشِ نفس پاک بودند

وامروز کہ شہر بندِ خاک اند ‏ پیداست کہ خود چگونہ پاک اند

اولیٰ بود از چنیں نشانے ‏ پاکیزہ تنے بہ پاک جانے

---

[1] پیچاک اے پیچ و خم (غیاث) ۱۲ حسرت

[2] اے تا زندہ بودند و در مغاک قبر نرفتند ۱۲ حسرت

درہم شکنید حالِ ایشاں	درگردنِ ما وبالِ ایشاں
از سوزِ دل آں حکایتِ زار	کرد آں ہمہ را درونِ دل کار
کردند بدر رواشک ریزی	بر ہر دو فتادہ خاک بیزی
زاں روضہ کہ دل گداز گشتند	گریاں سوئے خانہ باز گشتند
زافسوس زدند نعرہ چوں کوس	خود حاصلِ عمر چیست افسوس
باآنکہ دہد جہاں بقائے	ہیچ است چو نیستش وفائے
عمر ارچہ بآدمی عزیز است	عمرے کہ چنیں بود چہ چیز است
ایں عمر کہ روئے کس نہ بیند	چوں باد رود کہ پس نہ بیند
نقدِ شدہ چوں تواں ستد باز	ما سادہ دل و فلک دغا باز
ہر دم بہ کمانِ کینۂ خویش	تیرے کشد آسمانِ بدکیش
منگر کہ بدیگرے کشاید	کز وے چو گذشت بر تو آید
از وے کہ[۱] جہد بہ گاہِ نخچیر	دوزد ہمہ خلق را بیک تیر
آنرا کہ بود بمرگ بنیاد	از مرگِ کسے کجا شود شاد
در نوبتِ کس مکن خوشی فاش	کیں کار بنوبت است خوش باش
گیر در رہِ تو اجل نہانی	گر رہ ندہی بخود تو دانی
غافل مشو از جوانیِ خویش	می ترس ز خصم جانیِ خویش

۱؎ کہ بمعنی کدام ۱۲ ش

موئے سیہت کہ تیرہ رنگے ست — از عاریت[1] زمانہ ننگے ست

ناخوش بود آں عروسِ طنّاز — کز زیورِ عاریت کند ناز

ایں چشمۂ خور کہ آب جوی ست — از موئے سیہ خضاب شوی ست

ایں شب کہ ترا ست عشرت آموز — تا چشم بہم زنی شود روز

ہر مہ مہِ تو بر آسماں ہست — ماہی گیرے بنیمہ شست

از نیم و تمام ہر چہ ہستند — از نیمہ شستِ او نرستند

چرخ ست خراسِ آسیا رو — چہ کہنہ چہ نو درآسیا جو

صرصر چو زند بہ بوستاں گام — ہم پختہ فتد ز شاخ و ہم خام

آتش چو بشعلہ بر کشد سر — چہ ہیزمِ خشک چہ گلِ تر

بازارِ جہاں مبیں کہ تیزست — کایں جملہ متاعِ رستخیز ست

صبحش منگر کہ ہست دلخواہ — باشد دُمِ گرگ و دامِ روباہ

شامش منگر کہ ہست خنداں — کاں تیغ نمایدت نہ دنداں

خندیدنِ آسماں ہلاکی ست — بس خندہ کہ آں ز خشمناکی ست

چوں شد برہِ تو شیر بدخوئے — دست از رہِ خود بجوئے خوشبوئے

انجم کہ رقیب[2] جملہ چیز ند — غارت گرِ جملہ چیز نیز ند

دُزدی کہ ز کوتوال باشد — در قلعہ دروں چہ حال باشد

---

[1] یعنی چوں زمانہ بعاریت ترا موئے سیاہ دادہ است اسباب ننگ ست نہ سامانِ فخر ۱۲ حسرت

[2] نگاہباں ۱۲ حسرت

خازن چو کند خزینه تاراج　　گنجینه نقب زن چه محتاج
این کهنه بساطِ عشرت اندوز　　راهی است که میرود شب و روز
هردم که زنی تو گاه و بیگاه　　گامےست که میزنی درین راه
با تا ستنے بدین روانی　　پیدا است که چند زنده مانی
بس خر صفتاں که در اقامت　　بستند طویله بر قیامت
زین مرحله چوں بروں جهیدند　　رفتند چنانکه پس ندیدند
خامی ست که در سرائے پرسوز　　جا گرم کنند بهرِ ده روز
در سینه غرور در نه گنجد　　طوفاں بتنور در نگنجد
بگسل ز وفائے ما درِ خاک　　کو بچه خویش را خورد پاک
گفتی که مراست این زر و مال　　گنجیست گر آیدت بدنبال
گنجے که دلِ تو شاد دارد　　بین تا چو تو چند یاد دارد
خوشدل شدنت چو کودک از قند　　زین صرّه[۱] مروه ریگ تا چند
از لب نفسے رمیده گیرت　　وآں زر به کساں رسیده گیرت
هیچ ست دمے که پیچ پیچ ست　　بر هیچ مبند دل که هیچ ست
چوں بر گره تهی نهی پیچ　　گر باز کنی چه یابیش هیچ
خاکست خزینه در مغاکے　　چندین چه دوی ز بهر خاکے

۱؎ صره کیسه ۱۲ حسرت

زانکس شکند کہ سنگ دارد	این شیشہ کہ پیش زنگ دارد

این موہا پیچیدن بگیسوئے منورما درِ مغفورۂ خویش کہ تاب الشیب[1] نوری داشت وبرپشت افتاد وبدین نالہائے سوز را نفس رخس وخاکستر کردہ شدہ وگوہرِ پاک برادر[مرد ۱۲] حسام الدین را کہ درمیان خواب خوردِ مورچہ گشت روشن گردانیدہ آمد

تغمدہما اللّٰہ بغفرانہ

ماتم زدہ کیست کز جہاں نیست	ماتم کدہ شد جہاں نہاں نیست
از روزِ[2] بزئے خویشتن بدین روز	زانجملہ منم یکے درین سوز
ہم مادر وہم برادرم رفت	کامسال دو نورِ اخترم رفت
گم شد دو مہ دو ہفتۂ من	یکہفتہ ز بختِ تفتۂ من
دہرم بدو دہرۂ[3] خست سینہ	ہجرم زدو سو کشید کینہ
چرخ از دو طپانچہ کرد ہیچم	بخت از دو شکنجہ داد پیچم
فریاد کہ ماتم دو افتاد	ماتم دو شد وغمم دو افتاد

[1] الشیب نوری یعنی پیری نورِ من ہست ۱۲ اش [2] روزی قسمت ۱۲ حسرت

[3] دہرہ بروزن بہرہ شمشیریست کوچک (برہان) ۱۲ حسرت

حیف ست دو داغ چوں منے را ‏— یک شعلہ بس ست خرمنے را
یک سینہ دو بار بر نگیرد ‏— یک سر دو خمار بر نگیرد
از یک لگد آنکہ رخت ریزد ‏— دو ویم زنیش چگونہ خیزد
آں دل کہ دو سوئے میگراید ‏— گر شد ز میاں دو نیم شاید
خوں شد دلم از دریغ خوردن ‏— وز نالہ ہمچو تیغ خوردن
چوں مادرِ من بزیرِ خاک ست ‏— گر خاک بسر کنم چہ باک ست
اے مادرِ من کجائے آخر ‏— رو از چہ نمی نمائے آخر
خنداں ز دلِ زمیں بروں آئے ‏— بر گریۂ زارِ من بخشائے
راندی بہ بہشت کشتیِ خویش ‏— رو تافتی از بہشتیِ[1] خویش
ہر جا کہ ز پائے تو غباری ست ‏— ما را ز بہشت یادگاری ست
شیر از دُہ جزوِ من ز تقدیر ‏— آمیختہ خونِ تُست با شیر
مہرے کہ بشیر شد فراہم ‏— تا جاں نرود کجا شود کم
گیرم کہ شدی ز دیدہ مستور ‏— از سینۂ من کجا شوی دور
زانجا کہ نوازشت فزوں بود ‏— گستاخیِ من ز حد بروں بود
آزردہ دلم ز کردۂ خویش ‏— کآزردہ شدی ز من ز حد بیش
با ایں خجلی کہ رو سیاہم ‏— عذرت بکدام روئے خواہم

(از دردِ دل)

[1] کنایہ از خوبرو و خوبصورت باشد (برہان) ۱۲ حسرت

زاں سبے ادبی کہ بیش کردم — اینک ز فراق زخم خوردم
بر دل کہ صبور بیش سپر نیست — تیر لٹے ز فراق صعب تر نیست
در زندگیست ز روئے عادت — غافل بُدم از چنیں سعادت
تا خانہ بود ز دولت آباد — قدرش نشناشد آدمی زاد
دولت چو عناں ز دست بیرون بود — مالیدن دست کے کند سود
من کایت ہجر خواندہ ام باز — میدانم گرچہ ماندہ ام باز
نعمت بحضور سہل چیز ست — ہرگہ کہ ز دست شد عزیز ست
ہر دم کہ نیوفتد بہ سُستی — کے داند قدرِ تندرستی
نشناسد مرد قدر خویشاں — تا دور نیوفتد از ایشاں
آنکس شرفِ حضور داند — کز ذوقِ حضور دور ماند
آید چو غمِ عزیز در پیش — آنکس کہ عزیز تر غمش بیش
ہر لقمہ کہ خوشتر ست و دلکش — باشد بقیاسِ آرزو خوش
نبود بجوِ رشش چو میل چنداں — حلوا خشک ست زیرِ دنداں
ذاتِ تو کہ حُسنِ جانِ من بود — پشت من و پشتبانِ من بود
نامِ تو ز نقشِ دولت انبار — ہم دولتِ بندہ بود و ہم نار
با نازِ تمنا ند دولتم جفت — نازا زچہ کنم چو دولتم خفت
نے نے کہ ترا چو نام زندہ است — خود دولتِ من ہماں بسندہ است

نامِ تو پناہِ خویش سازم | تعویذ کلاہِ خویش سازم

نے نام کہ مونسِ تنم ست آں | بل نائب اسمِ اعظم ست آں

روزے کہ لبِ تو در سخن بود | پندِ تو صلاحِ کارِ من بود

امروز ہم[1] بمہر و پیوند | خاموشیِ تو ہمی دہد پند

لیکن سخنِ تو گر بود ہوش | از ہوش تواں شنید نہ از گوش

غافل چو منے کہ نیست ہوشم | کے پندِ تو رہ برد بگوشم

زانجا کہ بتر زندگانیِ خوب | بردی رقمے ز غیرِ مغضوب[2]

اکنونت گماں برم کہ ناکام[3] | در خوردِ عمل بود سر انجام

گر ہیچ رواجِ کار یابی | در پردۂ قدس بار یابی

یاد آر بحضرتِ رفیعم | خوشنودیِ خویش کن شفیعم

دانم کہ تو در بہشتِ جاوید | رخشندہ تری ز ماہ و خورشید

چوں ہست برِ تو ہمسرِ من | فرزندِ تو و برادرِ من

قتلغ[4] کہ مرا ز حق تبارک | بودہ است چو نام خود مبارک

از اوجِ وفا کبوترِ پاک | ہم کابکِ من ز برجِ افلاک

نے نے غلطم کہ در سواری | شاہینِ دلاورِ شکاری

---

[1] اے امروز ہم مرا ۱۲ حسرت [2] اشارہ بجانب آیہ غیر المغضوب علیہم ۱۲ حسرت
[3] ناکام بالضرور (غیاث) ۱۲ حسرت
[4] قتلغ اسم ترکی ست ۱۲ حسرت

در معرکه اژدها نظیرے — در مستیٔ باده[1] شیر گیرے

روا زہمہ سو برزم چوں تیغ — تیغ از ہمہ رو چو برق در میغ

آئینِ غزا تمام کردہ — دولت لقبش حسام کردہ

در حملہ دُرست چوں پدر شیر — نے ہمچو من شکستہ شمشیر

چوں حرفِ پدر ہمہ زبر[2] کرد — ہم عزمِ[3] ولایتِ دگر کرد

شد جانِ پدر ز جانِ او شاد — لیکن غمِ او بجانم افتاد

اے مونس و یاورم غم تو — نہ از دل کہ زجاں خورم غم تو

بے مونس و بے رفیق و بے یار — چونی و چہ میکنی درآں غار

بودی زتوانِ بے ترازو[4] — بازوئے من و توانِ بازو

رفتی و تواں زبازوم رفت — نقدِ شرف از ترازوم رفت

خواہم کہ بجستنت شتابم — جویم و لے از کجات یابم

بسیار شبت بشادمانی — آمد بصبوحِ کامرانی

تا عاقبت آں مئے طرب زائے — یکباره دراو فگندت از پائے

دوراں کہ قدح لبالبت داد — در خوردِ نشستنت نشست داد

چہ شد کہ تنک[5] شراب گشتی — پیش از دگراں خراب گشتی

خویشاں کہ ز خویش سیر گردند — لختے بہ کشش دلیر گردند

---

[1] اے بادۂ جوانی ۱۲ حسرت [2] از بر ۱۲ حسرت [3] اے در پے پدر بآخرت شتافت ۱۲ حسرت
[4] اے بے اندازه ۱۲ حسرت [5] تنک شراب کم ظرف کہ زود مست گردد ۱۲ حسرت

کوشند اگرچہ در جدائی — زینسان نہ برند آشنائی
بنمائے رخ این چہ روئے تابست — بیدار شو این چہ دیر خوابست
گر تنگری این تن خرابم — بارے رخ خود نما بخوابم
از خواب تو در برادران تاب — خوش کردہ تو با برادران خواب
دوری ہمہ گرچہ نادرست ست — دوری ز برادران درست ست
فریاد کنم ز جان ناشاد — فریاد کہ نشنوی تو فریاد
ہر دم خورم از فسوس خارے — خود نیست چو من فسوس خوارے
ہر نیم شبے و صبح گاہے — از حسرت تو بر آرم آہے
چون تو نکنی بسوئے من راہ — از آہ چہ خیزدم ہمان آہ
دانم کہ بدین شغب فزائی — زانجا کہ تو رفتہ نیائی
لیکن چہ کنم چو ناشکیبم — خود را بہ بہانہ می فریبم
اے درد تو ہم طویلہ من — حال تو برون ز حیلہ من
در خاک نہ زان نمط شدی گم — کاٰئی بنظر بجہد مردم
غربال دل ارچہ خاک بیزست — دریافتنت بر ستیزست
نائی چو بکوششم فراچنگ — از بے گہری بدل نہم سنگ
سنگین کنم این دل پر آتش — کاتش باشد بسنگ دلخوش
در سینہ نہم ز سوگواری — غمہائے ترا بغمگساری

نامِ تو نصیب کردنِ دل | طومار کنم بگردنِ دل
نقشِ تو بدل نگار سازم | وز یادِ تو یادگار سازم
آیم بتو چون شکستہ رائے | خواہم بشکستگی دعائے
دعوت چو درِ امید گیرد | امید پذیر در پذیرد
ہم تو ز نصیب آنچہ دانی | بفرست نصیبم آنچہ دانی
روحِ تو کہ باد دور ازو آذر | باشد چو رفیقِ روحِ مادر
شاید کہ باتفاقِ فرخ | آرید برحمتِ خدا رخ
گوئید بہر سکون و سیرے | ایمانِ مرا دعائے خیرے
تا چون بسوئے شما کنم راہ | مومن چو شمارَوَم الی اللہ
یارب کہ برحمتِ گنہ شوئے | از گردِ گنہ بشوئے شان روئے
آمرزشِ خویش یارِ شان کن | بخشایشِ خود نثارِ شان کن
میدار بخلدِ شان فراہم | نوبت چو بمن رسد مرا ہم

در ختمِ این نامۂ مسلسلِ مجنون کہ ہر رقمش مقرّر قلب ست و خط کشیدن بر خطِ حرف گیران کہ صحیفۂ مردمان را انگشت پیچ کنند و چون نامۂ ایشان باز کشائی بہ پیچند از پیچ پیچ منتے لیام چہ التفات ان شاء اللہ کراماً کاتبین این نامۂ سیاہ را بر من نہ پیچانند یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب

چون گنجِ ہنر کشاد بختم | تو بادۂ غیب بست رختم

ارزانیِ گوهرِ گران خیز — کرد از همه سو خرنده را تیز

آمد فلک آستین کشاده — نه بحر در آستین نهاده

انجم که کشاده تحفه دیدند — دُرّے بستارهٔ خریدند

باقی که نداشت قیمت ایام — دادم قدرے بمشتری دام

از غلغلِ این سرود و این لحن — پا کوفت فرشته بر همه صحن

میخواست بسے دلِ هوس باز — کز سحرِ قدیم نو کنم ساز

بیرون دهم از دمِ درونے — باجادوئے رفته هم فسونے

پے برپئے او چنانکه دانم — گفتم قدمے زدن توانم

از شیوهٔ خود رمیده گشتم — تسلیمِ همان جریده[1] گشتم

چیدم بقلم نمونهٔ پیش — بردم زمیان تکلفِ خویش

آرایشِ پیکرِ معانی — بستم بسلاستِ روانی

کان مایه که صنعتے بود خام — از شیوهٔ من برون کند نام

چشمے که دلے برد بتاراج — دانی که بسرمه نیست محتاج

در وسمه کنی برابروئے زشت — چون سبزهٔ تر بود در کشت

زان سکه که مردِ پرهنر داشت — به زین نتوان نمونه بر داشت

گر خود بزلالِ من شدی غرق — ممکن نشدیش درمیان فرق

---

[1] جریده یکتا ۱۲ حسرت

زین بیش تفاوتے ندانم — کان از دلِ اوست این زجانم

هر دم که بزاد تو امانند — هم هر دو بیکدگر همانند

دو خط که نویسی از یکے دست — هم نوعِ تفاوتے دران هست

کلک ارچه کشد دو نقطه برکار — هم بیش و کمی بود بمقدار

نقّاش که پیکرے نشان کرد — دیگر نتواند آنچنان کرد

مانی که قلم زنِ خیال ست — مانند نبشتنش محال ست

مقصودِ من از بیانِ این حرف — طرزِ سخن ست و صرفه صرف

کاقلیم کسان بزهرهٔ شیر — به زین نتوان ستد بشمشیر

هر چند که این خطِ مسلسل — موئے بتو وز حرفِ اوّل

دانم بیقین که حاسدِ حُسن (مجنوں لیلیٰ ۱۲) — پشمینه رقم کند برِ اطلس [1] (لیلیٰ مجنوں ۱۲)

ای آنکه بِهِ [2] مرا نهی نام — وز غورهٔ خویش خوش کنی کام

از من نظرت بچشمِ سوزن — وندر دفِ تو هزار روزن

غربال سپر کنی چو در جنگ — زخم آوردت ز صد در آهنگ

گر ما ز هنر تهی میانیم — بارے تو بگوئی تا بدانیم

از دعوی این خیال سنجی — ناگفته ملامت تا نرنجی

بنود چو فسانهٔ تو نامی — بیهوده چه لافی از نظامی

[1] بر اطلس از پشمینه نقش و نگار کردن غیر موزون ست ۱۲ حسرت [2] به مخفف بهی میوه ۱۲ آتش

گفتی دمِ اوست مردہ را زیست   آں زانِ ولیست زانِ تو چیست

گر زاں قدح آری آنچہ خوردم   بے گفتِ تو اعتراف کردم

لیکن بتو ار بود متاعے   بکشا زدوکانِ خود قفاعے[1]

صد رحمتِ ایزدی برآں مرد   گر زکیسۂ خود بود جوانمرد

از خوانِ کساں نوالہ دادن   بر نسیہ بود قبالہ دادن

من کردہ ام ایں دغل شماری   تو نیز بیار تا چہ داری

دانم کہ بچاشنیِ ایں شہد   گوئی صد و ہیچی بصد جہد

لیکن نرود جنیبتِ لنگ   پویاں و دواں ہزار فرسنگ

زاں کردہ ام ایں نوائے خوش ساز   تا گوشِ زمانہ را کنم باز

ذوقے کہ دریں دمِ حیاتست   ہمشیرۂ اولیں نباتست

زندہ است یعنی [مجنوں لیلیٰ ۱۲] اوستادم   ورنیست منش [لیلیٰ مجنوں ۱۲] حیات دادم

احسنت زہے سخنورِ چست   گر نکتہ دہانِ عالمے شست

میداد چو نظم نامہ را پیچ   باقی نگذاشت بہرِ ما ہیچ

آں سحر کہ بر لبش خسے نیست   محتاجِ ستایشِ کسے نیست

آنکس کہ قدم چناں سپردہ است   انصاف خود آنچہ بود بردہ است

انصاف مرا سزاست بارے   کز ہیچ کنم چنیں نگارے

[1] قفاع نمونہ جنس ناقص ۱۲ اش

اوز آنہمہ فکر گوہر آنئے
تنہا ز یکے وش بروں پائے

صد طرز سخن چو شکّر و شہد
نمنود مگر بمثنوی جہد

او بود بیک فنی نشانہ
چوں یک فنہ بود شد یگانہ

دانا کہ در خرد کشاید
آں کار کند کہ نیکش آید

گاذر کہ بکار خود تمام ست
بہتر ز حریر باف خام ست

لنگے کہ برقص شد سبک خیز
ہنگامۂ خندہ را کند تیز

کورے کہ کند گہر شناسی
بازی کند از دم قیاسی

آں گنج نشان و گنجہ پرورد
بودہ است دریں متاع درخورد

وانگہ زجہاں فراغ جستہ
وز شغل زمانہ دست شستہ

بارے نہ بدل مگر ہمیں بار
کارے نہ دگر مگر ہمیں کار

کوشش ہمہ در سخن سگالی
خاطر ز ہر التفات خالی

کنجے و دلے ز محنت آزاد
آسودگی تمام بنیاد

از ہر ملکے و نیک نامے
اسباب معاش را نظامے

بے جنبش پائے کام در دست
میگوئے سخن چو کام دل ہست

چندیں سبب مراد باہم
چوں نایدش ایں سخن فراہم

مسکیں منِ مستمندِ بیہوش
از سوختگی چو دیگ در جوش

شب تا سحر از صباح تا شام
در گوشۂ غم نگیرم آرام

باشم ز برائے نفسِ خود رائے ‌ ‌ پیشِ چو خوشے ستادہ برپائے

تا خوشے نرود ز پائے تا سر ‌ ‌ دستم نشود ز آبِ کس تر

مزد[1] کسے کہ دہند منت داد ‌ ‌ وآں رنج کہ من برم ہمہ باد

چوں خر کہ علف کشد بزاری ‌ ‌ ریزند جوش و لے بخواری

گر از پئے ہفتہ زمانے ‌ ‌ یابم ز فراغِ دل نشانے

سہل ست بفرصتے چناں تنگ ‌ ‌ کاوندہ چہ زر برآرد از سنگ

ممدوحِ خجستہ را کنم یاد ‌ ‌ یا رغبتِ سینہ را دہم داد

بخت[2] ست ایں کہ سخن سبک عنان ست ‌ ‌ کاں در دل و گنج بر زبان ست

کلکم کہ سرش زبانِ غیب ست ‌ ‌ گنجینہ کشائے کانِ غیب ست

آواز دہم چو در روانی ‌ ‌ لبیک زناں دود معانی

از جنبشِ نظم گرم رفتار ‌ ‌ دَلّالۂ فکر ماندہ بے کار

باچنداں شغلِ خاطر آشوب ‌ ‌ چندیں بر تو دہم بیک چوب

ق

گر از تگ و پوئے آب تا نم ‌ ‌ بوشے قدرے خلاصِ جانم

روشن گشتے کہ از چنیں دُر ‌ ‌ آفاق چگونہ کردمے پُر

با اینہمہ ہر کہ بیند ایں گنج ‌ ‌ معلوم کند حدِ سخن سنج

---

[1] اے مزدِ رنجِ من دہند و منتِ عطا نہند، رنجِ مرا ضائع شناسند ۱۲ حسرت

[2] اے خوبیِ بخت ست ۱۲ حسرت

انصافِ من ار تو ندہی ای دوست | خود نافہ کند حکایت از پوست

ور تو ندہی بجاں سپاسم | من قیمتِ لعلِ خود شناسم

ور تو نکنی ز آفریں شاد | من خود کنمش آفرینِ خود باد

ہر کس ز برائے نیک و بد را | لیسد بزبانِ خویش خود را

گربہ بہ زباں نہ خار دارد | گو شانۂ سینہ خار دارد

مرد ارچہ بعقل ناتواناست | در شستنِ عیبِ خویش داناست

گاوے کہ زبانِ او درشت است | سوہانِ درشتہائے پشت است

سگ نیز برائے راحتِ خویش | شوید بزباں جراحتِ خویش

چوں من بسگی نمودم اقرار | تو شیری خویشتن نگہدار

نے نے نہ سگم کہ شیر مردم | خاصہ کہ چنیں شکار کردم

ایں آہوئے شیر گیرِ من باد | ز آہو گیرانِ[۱] عالم آزاد

از شکر خدائے خوش کنم کام | کآغازِ صحیفہ شد بانجام

نامش کہ ز غیب شد مسجّل | مجنون لیلی بعکس اوّل

تاریخ ز ہجرت آنکہ بگذشت | سالش نود ست و ششصد و ہشت ۶۹۸

بیتش بشمارِ راستی ہست | جملہ دو ہزار و ششصد و شست ۲۶۶

ہر کو نکند بطبع قابل | تا بعدِ نوشتنش مقابل

نسخہ — ق

۱؎ آہو گیر عیب بین ۱۲ حسرت

یا بیتے ازین عدد کند کم | کم باد ورا خلاصی از غم
اُمید کہ ہر خرد پناہے | از چشم رضا کند نگاہے
زانکس کہ نگہ کند بہ تمکیں | انصاف طلب کنم نہ تحسیں
یارب کہ منِ سیاہ نامہ | کاراستم این ورق بخامہ
ہرچند بد آمد این شمارم | چشم از تو بجز بہی ندارم
ق
شعر ارچہ صلاحِ کارِ دین نیست | بر روے ز شریعت آفریں نیست

این نامہ ہزار آفریں باد
انشاءاللہ ہمچنیں باد

تمت بالخیر

UNIVERSITY LIBRARY
MUSLIM UNIVERSITY, ALIGARH.